

مشہور غیر مقلد عالم مولانا ارشاد الحق انصاری صاحب کا

مجدد زمانہ و اوپلا

بجواب

مولانا سر سید احمد رضا صفد

اپنی تصانیف کے آئینہ میں

انتہا

حافظ محمد عبدالقدوس خان قارن
استاذ حدیث مدرس مدرسہ العلوم گوجرانوالہ

ناشر

مکتبہ صفدیہ (نزد مدرسہ العلوم گوجرانوالہ)

مشہور غیر مقلد عالم مولانا ارشاد الحق انصاری صاحب کا
مجدد زمانہ و اوپلا
بجواب
مولانا سر سید احمد رضا صفد
اپنی تصانیف کے آئینہ میں
انتہا
حافظ محمد عبدالقدوس خان قارن
استاذ حدیث مدرس مدرسہ العلوم گوجرانوالہ
ناشر
مکتبہ صفدیہ (نزد مدرسہ العلوم گوجرانوالہ)

فہرست مضامین

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۵۲	نوروزی صاحب کی نکات اور اس کی اہمیت	۷	آتش اب اور انوار شکر
۵۳	شیخ الحدیث صاحب پر اعتراض اور اس کا جواب	۸	اہل بیت
۵۴	اصول فقہ حق میں سے بے خبری کا طعن	۱۰	انوار حقیقت
۵۵	پلاطین کوئی مدال کا ترنم لکھا ہے	۱۱	انوار اور فروعی امتداد فروعی فرق
۵۸	انوار حرم کلین دیکھنے کے لئے انوار اور اس کا جواب	۱۲	حضرت شیخ الحدیث صاحب کی تصانیف کی وجہ
۵۹	دوسرے اہل علم کے لئے انوار کا جواب	۱۳	غیر شریک کا نام
۶۰	تیسرے اہل علم کے لئے انوار کا جواب	۱۴	حکایت شیخ الحدیث صاحب کی کتابیں اور ان کی طبیعت
۶۱	چوتھے اہل علم کے لئے انوار کا جواب	۱۵	جواب آری صاحب سے مسند کے ساتھ
۶۲	پانچویں اہل علم کے لئے انوار کا جواب	۱۶	انوار کی طبیعت
۶۳	اس کا جواب	۱۷	آری صاحب کا وہ نظارہ
۶۴	اس کا جواب	۱۸	قرآن و حدیث بالحق
۶۵	اس کا جواب	۱۹	مسند نکات
۶۶	اس کا جواب	۲۰	جواب آری صاحب کے اعتراضات
۶۷	اس کا جواب	۲۱	کیا حق ہے کسی کتاب کا ترجمہ کرنا
۶۸	اس کا جواب	۲۲	قرآن کریم کے لئے انوار کے اعتراضات
۶۹	اس کا جواب	۲۳	انوار کے لئے انوار کی دعوت
۷۰	اس کا جواب	۲۴	انوار کے لئے انوار کا نام
۷۱	اس کا جواب	۲۵	انوار کے لئے انوار کا نام
۷۲	اس کا جواب	۲۶	انوار کے لئے انوار کا نام
۷۳	اس کا جواب	۲۷	انوار کے لئے انوار کا نام
۷۴	اس کا جواب	۲۸	انوار کے لئے انوار کا نام
۷۵	اس کا جواب	۲۹	انوار کے لئے انوار کا نام
۷۶	اس کا جواب	۳۰	انوار کے لئے انوار کا نام
۷۷	اس کا جواب	۳۱	انوار کے لئے انوار کا نام
۷۸	اس کا جواب	۳۲	انوار کے لئے انوار کا نام
۷۹	اس کا جواب	۳۳	انوار کے لئے انوار کا نام
۸۰	اس کا جواب	۳۴	انوار کے لئے انوار کا نام
۸۱	اس کا جواب	۳۵	انوار کے لئے انوار کا نام
۸۲	اس کا جواب	۳۶	انوار کے لئے انوار کا نام
۸۳	اس کا جواب	۳۷	انوار کے لئے انوار کا نام
۸۴	اس کا جواب	۳۸	انوار کے لئے انوار کا نام
۸۵	اس کا جواب	۳۹	انوار کے لئے انوار کا نام
۸۶	اس کا جواب	۴۰	انوار کے لئے انوار کا نام
۸۷	اس کا جواب	۴۱	انوار کے لئے انوار کا نام
۸۸	اس کا جواب	۴۲	انوار کے لئے انوار کا نام
۸۹	اس کا جواب	۴۳	انوار کے لئے انوار کا نام
۹۰	اس کا جواب	۴۴	انوار کے لئے انوار کا نام

مولانا ارشاد الحق آری صاحب کا مجتہد بانہ وادیا
بجواب مولانا سر فراز صفدر اپنی تصانیف کے آئین میں
حافظ محمد عبدالقدوس خان قارئین
مکتبہ صفدریہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گھنڈہ گھر گوہر انوار
جون ۱۹۹۵ء

محمد امان اللہ قادری
سائٹ روپے
حافظ شوکت محمود صدیقی

ملنے کے سبب
مکتبہ حلیمیہ جامعہ بنوریہ سائٹ گرامی ۱۷
مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان
مکتبہ حقانیہ ملتان
مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور
مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور
کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی

۱۲۶	دام تھیں یہ مالک تھادی پر جرح کی ہے اور اس کا جواب	۹۱	دفاع جرح
۱۲۷	میں نے اس کو ان کے گھر میں لے کر جرح کی ہے اور اس کا جواب	۹۲	میں نے اس کو ان کے گھر میں لے کر جرح کی ہے اور اس کا جواب
۱۲۸	اثری صاحب کی زالی منطق	۹۳	اثری صاحب کی زالی منطق
۱۲۹	عادت کے اہم سے فائدہ اٹھانا	۹۴	عادت کے اہم سے فائدہ اٹھانا
۱۳۰	سواں الزام نام این جرح کی تفسیر کی ہے اس کا جواب	۹۵	سواں الزام نام این جرح کی تفسیر کی ہے اس کا جواب
۱۳۱	اٹھواں الزام نام کوئلہ پر جرح کی ہے اس کا جواب	۹۶	اٹھواں الزام نام کوئلہ پر جرح کی ہے اس کا جواب
۱۳۲	نواں الزام نام کوئلہ پر جرح کی ہے اس کا جواب	۹۷	نواں الزام نام کوئلہ پر جرح کی ہے اس کا جواب
۱۳۳	دواں الزام نام کوئلہ پر جرح کی ہے اس کا جواب	۹۸	دواں الزام نام کوئلہ پر جرح کی ہے اس کا جواب
۱۳۴	کے نام کے نام کوئلہ پر جرح کی ہے اس کا جواب	۹۹	کے نام کے نام کوئلہ پر جرح کی ہے اس کا جواب
۱۳۵	ان کا قاتل ثابت نہیں اس کا جواب	۱۰۰	ان کا قاتل ثابت نہیں اس کا جواب
۱۳۶	کیا یہ دل الزام کوئلہ پر جرح کی ہے اس کا جواب	۱۰۱	کیا یہ دل الزام کوئلہ پر جرح کی ہے اس کا جواب
۱۳۷	تسلیم کرنے کے باوجود اس کی روایت نہایت	۱۰۲	تسلیم کرنے کے باوجود اس کی روایت نہایت
۱۳۸	وال روایت کو حریف کہا ہے اس کا جواب	۱۰۳	وال روایت کو حریف کہا ہے اس کا جواب
۱۳۹	باوجود الزام کوئلہ پر جرح کی ہے اس کا جواب	۱۰۴	باوجود الزام کوئلہ پر جرح کی ہے اس کا جواب
۱۴۰	ان پر جرح کی ہے اس کا جواب	۱۰۵	ان پر جرح کی ہے اس کا جواب
۱۴۱	اثری صاحب کا کیا جرح غلط یا سچی تر جانی غلط؟	۱۰۶	اثری صاحب کا کیا جرح غلط یا سچی تر جانی غلط؟
۱۴۲	تیسواں الزام نام کوئلہ پر جرح کی ہے اس کا جواب	۱۰۷	تیسواں الزام نام کوئلہ پر جرح کی ہے اس کا جواب
۱۴۳	کے نام کے نام کوئلہ پر جرح کی ہے اس کا جواب	۱۰۸	کے نام کے نام کوئلہ پر جرح کی ہے اس کا جواب
۱۴۴	اثری صاحب کا کیا جرح غلط یا سچی تر جانی غلط؟	۱۰۹	اثری صاحب کا کیا جرح غلط یا سچی تر جانی غلط؟
۱۴۵	کسی کو لیس باغی جرح کا اعتبار کیا ہے	۱۱۰	کسی کو لیس باغی جرح کا اعتبار کیا ہے
۱۴۶	اور کسی جگہ نہیں اس کا جواب	۱۱۱	اور کسی جگہ نہیں اس کا جواب
۱۴۷	ایو جرح کی ہے اس کا جواب	۱۱۲	ایو جرح کی ہے اس کا جواب
۱۴۸	منقول واقعہ میں نقل کرتے ہیں اس کا جواب	۱۱۳	منقول واقعہ میں نقل کرتے ہیں اس کا جواب
۱۴۹	اثری صاحب کا جواب	۱۱۴	اثری صاحب کا جواب
۱۵۰	چوتھا الزام اور اس کا جواب	۱۱۵	چوتھا الزام اور اس کا جواب
۱۵۱	امام ابن جرح پر نقل کرتے ہیں اثری صاحب کی بکلی	۱۱۶	امام ابن جرح پر نقل کرتے ہیں اثری صاحب کی بکلی
۱۵۲	حیثیت کے لیے دوران قرآن و اہل کی وکالت	۱۱۷	حیثیت کے لیے دوران قرآن و اہل کی وکالت
۱۵۳	جرح کا اعتبار کرنے کے باوجود راوی	۱۱۸	جرح کا اعتبار کرنے کے باوجود راوی
۱۵۴	تقریب کی ہے اس کا جواب	۱۱۹	تقریب کی ہے اس کا جواب
۱۵۵	پانچواں الزام نام کوئلہ پر جرح کی ہے اس کا جواب	۱۲۰	پانچواں الزام نام کوئلہ پر جرح کی ہے اس کا جواب
۱۵۶	روایت کی ہے اور یہ روایت کی وکالت	۱۲۱	روایت کی ہے اور یہ روایت کی وکالت
۱۵۷	جب مولانا صاحب بھی نے اس کو تسلیم کیا ہے اور	۱۲۲	جب مولانا صاحب بھی نے اس کو تسلیم کیا ہے اور
۱۵۸	شیدائی بھی کہتے ہیں تو جرح شیعہ کا رد کیجیے	۱۲۳	شیدائی بھی کہتے ہیں تو جرح شیعہ کا رد کیجیے
۱۵۹	امام جرح کے تفسیر سے جرح کا قول	۱۲۴	امام جرح کے تفسیر سے جرح کا قول
۱۶۰	اور اس کا جواب	۱۲۵	اور اس کا جواب

۱۵۴	تقریب سے بے خبری کا طعن	۱۵۴	تقریب سے بے خبری کا طعن
۱۵۵	راویوں کے تاویل میں امام جرح کی نقل کی تک جاتی تھی	۱۵۵	راویوں کے تاویل میں امام جرح کی نقل کی تک جاتی تھی
۱۵۶	اثری صاحب کا جواب	۱۵۶	اثری صاحب کا جواب
۱۵۷	اثری صاحب کا جواب	۱۵۷	اثری صاحب کا جواب
۱۵۸	اثری صاحب کی تصدیق کا دوسرا نسخہ	۱۵۸	اثری صاحب کی تصدیق کا دوسرا نسخہ
۱۵۹	ہشام کوئلہ پر جرح کی ہے اس کا جواب	۱۵۹	ہشام کوئلہ پر جرح کی ہے اس کا جواب
۱۶۰	قزوین کوئلہ پر جرح کی ہے اس کا جواب	۱۶۰	قزوین کوئلہ پر جرح کی ہے اس کا جواب
۱۶۱	ایو جرح کوئلہ پر جرح کی ہے اس کا جواب	۱۶۱	ایو جرح کوئلہ پر جرح کی ہے اس کا جواب
۱۶۲	جرح کوئلہ پر جرح کی ہے اس کا جواب	۱۶۲	جرح کوئلہ پر جرح کی ہے اس کا جواب
۱۶۳	حسن بن زیاد کوئلہ پر جرح کی ہے اس کا جواب	۱۶۳	حسن بن زیاد کوئلہ پر جرح کی ہے اس کا جواب
۱۶۴	موتی جرح کوئلہ پر جرح کی ہے اس کا جواب	۱۶۴	موتی جرح کوئلہ پر جرح کی ہے اس کا جواب
۱۶۵	راویوں کی توفیق و تفسیر میں تضاد کے الزامات	۱۶۵	راویوں کی توفیق و تفسیر میں تضاد کے الزامات
۱۶۶	پہلا الزام کوئلہ پر جرح کی ہے اس کا جواب	۱۶۶	پہلا الزام کوئلہ پر جرح کی ہے اس کا جواب
۱۶۷	دوسرا الزام کوئلہ پر جرح کی ہے اس کا جواب	۱۶۷	دوسرا الزام کوئلہ پر جرح کی ہے اس کا جواب
۱۶۸	تیسرا الزام کوئلہ پر جرح کی ہے اس کا جواب	۱۶۸	تیسرا الزام کوئلہ پر جرح کی ہے اس کا جواب
۱۶۹	چوتھا الزام کوئلہ پر جرح کی ہے اس کا جواب	۱۶۹	چوتھا الزام کوئلہ پر جرح کی ہے اس کا جواب
۱۷۰	پانچواں الزام کوئلہ پر جرح کی ہے اس کا جواب	۱۷۰	پانچواں الزام کوئلہ پر جرح کی ہے اس کا جواب
۱۷۱	روایت میں ہے اس کا جواب	۱۷۱	روایت میں ہے اس کا جواب
۱۷۲	چھٹا الزام کوئلہ پر جرح کی ہے اس کا جواب	۱۷۲	چھٹا الزام کوئلہ پر جرح کی ہے اس کا جواب
۱۷۳	اس سے روایت میں ہے اس کا جواب	۱۷۳	اس سے روایت میں ہے اس کا جواب
۱۷۴	شکل فراموشی کے بارے میں مذکور بحث	۱۷۴	شکل فراموشی کے بارے میں مذکور بحث
۱۷۵	لال و حوام و حاکم کی روایت میں واقعہ کوئلہ پر جرح کی ہے	۱۷۵	لال و حوام و حاکم کی روایت میں واقعہ کوئلہ پر جرح کی ہے
۱۷۶	شدت کے قریب اور اوپر و فیر میں نقل سے کام لیتے ہیں	۱۷۶	شدت کے قریب اور اوپر و فیر میں نقل سے کام لیتے ہیں
۱۷۷	مستحکم اور تفسیر ذہنی کا حال	۱۷۷	مستحکم اور تفسیر ذہنی کا حال
۱۷۸	امام نووی اور تذکرۃ الموضوعات کا حال	۱۷۸	امام نووی اور تذکرۃ الموضوعات کا حال
۱۷۹	مذہب کے تفسیر کے لئے راویوں سے استدلال کا طعن	۱۷۹	مذہب کے تفسیر کے لئے راویوں سے استدلال کا طعن
۱۸۰	زہر کی الوافقی سے روایت کوئلہ پر جرح کی ہے اس کا جواب	۱۸۰	زہر کی الوافقی سے روایت کوئلہ پر جرح کی ہے اس کا جواب
۱۸۱	اور دوسری جگہ کوئلہ پر جرح کی ہے اس کا جواب	۱۸۱	اور دوسری جگہ کوئلہ پر جرح کی ہے اس کا جواب
۱۸۲	اثری صاحب کی توجہ کے لیے	۱۸۲	اثری صاحب کی توجہ کے لیے
۱۸۳	ایو قلاب کوئلہ پر جرح کی ہے اس کا جواب	۱۸۳	ایو قلاب کوئلہ پر جرح کی ہے اس کا جواب
۱۸۴	اس سے روایت میں ہے اس کا جواب	۱۸۴	اس سے روایت میں ہے اس کا جواب

۲۸۲	۲۲۲	اثری صاحب کا ازالہ
۲۸۵	۲۲۵	نقل جہاں میں تعریفات
۲۸۶	۲۲۶	مجلسی فیہ منہم کے ساتھ ہمارا نقل و نقل کا مضمون
۲۸۷	۲۲۷	عبدالحیہ بن عثمان پر جو نقل کرنے اور توثیق
۲۸۸	۲۲۸	مختلف تناقضات کا ازالہ
۲۸۹	۲۲۹	پندرہ الزامات اور ان کے جوابات
۲۹۰	۲۳۰	مختلف صاحب مع چند لطائف
۲۹۱	۲۳۱	کتبہ سارہ حال کے لئے اعتراض اور اس کا جواب
۲۹۲	۲۳۲	مشتق الوفا کے بارے میں اعتراض اور اس کا جواب
۲۹۳	۲۳۳	ذخائر الواریث کے بارے میں اعتراض
۲۹۴	۲۳۴	بیعتوب کی التوری سے روایت کے بارے میں اعتراض اور اس کا جواب
۲۹۵	۲۳۵	تدوین الروای کی روایت کے بارے میں اعتراض
۲۹۶	۲۳۶	غلو ترجمہ و غلو قریب کا اعتراض اور اس کا جواب
۲۹۷	۲۳۷	اثری صاحب کی پیش کردہ دوسری مثال اور اس کا جواب
۲۹۸	۲۳۸	مکررہ تبلیغ
۲۹۹	۲۳۹	اثری صاحب کی پیش کردہ تیسری مثال اور اس کا جواب
۳۰۰	۲۴۰	کلمات حمل کے بارے میں اعتراض اور اس کا جواب
۳۰۱	۲۴۱	موضیہ حال کی روایت کے بارے میں اعتراض اور اس کا جواب
۳۰۲	۲۴۲	پارکشت لیل کے نام پر لکھے گئے بارے میں اعتراض اور اس کا جواب
۳۰۳	۲۴۳	سبکی جیسے الزام کی دوسری مثال اور اس کا جواب
۳۰۴	۲۴۴	اثری صاحب نے مہارت کا غلط ترجمہ کیا
۳۰۵	۲۴۵	حاشیہ بریدی کے حوالہ کے بارے میں اعتراض اور اس کا جواب
۳۰۶	۲۴۶	مختار کی حدیث کے بارے میں اعتراض اور اس کا جواب
۳۰۷	۲۴۷	امام ابو نعیم کو شہداء کہنے کے بارے میں اعتراض اور اس کا جواب
۳۰۸	۲۴۸	خود کو محمدی کہلوانا جو تیسری صدی کی ایجاد ہے۔

انتساب

میں اپنی اس کاوش کو اپنے والد محترم حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر دام مجدم کے نام منسوب کرتا ہوں جن کی پدرانہ شفقت و تربیت سے بفضلہ تعالیٰ مجھے علم دین سے کچھ مناسبت کا شرف حاصل ہے اور جن کی کتابوں سے ہزار ہا انسانوں نے ہدایت کا راستہ اور عقائد کی پختگی پائی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت دام مجدم کا صحت و عافیت کے ساتھ سایہ تادیر سلامت باکرامت فرمائے اور حضرت کے قلم کی روانی پھر سے تازہ فرمائے تاکہ امت مسلمہ جن امور میں تشنگی محسوس کرتی ہے وہ حضرت کی تحقیق علی نکات کے ساتھ معرض تحریر میں آسکیں۔ آمین یا اللہ العالمین!

قارن

اظہارِ شکر

میں اپنے عزیز مافظ حاجی محمد فیاض خان صاحب متمم مدرسہ نصرۃ العلوم گوہر انوار اور جناب مولوی محمد زبیر صاحب ناظم کتب خانہ مدرسہ نصرۃ العلوم گوہر انوار کا تہ دل سے مشکور ہوں جنہوں نے نہ صرف مجھے مدد گئے کتب خانہ سے کما حقہ استفادہ کا بلکہ اس کتاب کا اکثر کام کتب خانہ ہی میں ہائیڈ کر کرنے کا موقع فراہم کیا۔ جزا ہم اللہ علیہ۔

قارن

ابتدائیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ، نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ
اَمَّا بَعْدُ ۚ

غیر متعلمین عام طور پر لوگوں سے یہی کہتے ہیں کہ ہم بھی موعید ہیں اور دیوبند ہی ہمارا
بھی موعید ہے اس لیے ہمیں مل جل کر کام کرنا چاہیے مگر یہ صرف ان کی ایک چال ہے
اس لیے کہ وہ تعصب اور سلکی حیثیت میں اعتدال کی تمام حدود کو پھلانگ کر اور ہر قسم کی
رواداری کو بالائے طاق رکھ کر اپنے باطنی بغض اور حسد کی آگ میں ہر چیز کو جلا دیتے
کی ناکام کوشش سے ہی اپنے دل کی تسکین چاہتے ہیں۔ اسی قسم کی حالت محترم جناب
اثری صاحب کی ہے جنہوں نے اپنے من کی آگ فرو کرنے کے لیے بریلوں، شیعوں
حتیٰ کہ مذکور بن حدیث تک کی وکالت کر کے حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی کتب
پر تنقید کی اور اپنی غیر مقلدانہ زبان اور جہالت کا خوب اظہار کیا۔ ان کی پوری کتاب کا
اصولی جواب تو چند صفحات میں ہی ہو سکتا تھا اور خیال بھی یہی تھا کہ اصولی جواب
دیا جائے مگر ہم نے یہ محسوس کیا کہ ہمارے بعض ساتھی اثری صاحب کی
کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد یوں کہتے ہیں جیسے مجمع بامداری گر کا کھیل دیکھ
کر سادہ لوح دیہاتی کہتے ہیں آج بآج ہے تو ہم نے ضروری سمجھا کہ پوری کتاب کا
الاسلامیہ جواب دیا جائے اور اثری صاحب نے اپنے ہاتھ کی صفائی میں جو

داؤ بیچ اختیار کیے ہیں ان کو طشت از بام کر کے انکے اعتراضات کی حقیقت واضح
کر دی جائے۔ ہم نے کوشش کی ہے کہ اثری صاحب کی طرح فضول طوالت
سے محض کتاب کا حجم بڑھالے کے لیے اوراق سیاہ نہ کیے جائیں ورنہ ہمارے لیے
طوالت کی بہت گنجائش موجود تھی۔ ہم نے انتہائی اختصار اور مقصودی چیزوں کو
ہی پیش نظر رکھا ہے اور جہاں ہم نے اپنی کتابوں کے لیے قابل اصلاح معقول
بات کی نشاندہی پائی اس کو کھلے دل سے تسلیم کیا ہے کیونکہ غلطی پر کمر بستہ
رہنا ہمارے بزرگوں نے ہمیں سکھایا ہی نہیں۔

قارئین کرام سے گزارش ہے کہ جہاں وہ غلطی محسوس کریں یہیں مطلع فرمائیں
ہمیں معقول بات تسلیم کرنے میں خوشی محسوس ہوگی اور شکریہ کے ساتھ اصلاح
کو اپنا فریضہ سمجھیں گے۔ نیز قارئین کرام سے درخواست ہے کہ وہ حضرت
شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی صحت کے لیے خصوصی دعا فرمائیں۔

احقر

محمد عبدالقدوس خان قازان

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اظهار حقیقت

نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّيْ عَلَى رَسُوْلِكَ الْكَرِيْمِ، اَمَّا بَعْدُ :
جب سے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا ہے اسی وقت سے حق اور باطل، سچ اور جھوٹ اور انابت و تکبر کی آویزش چلی آرہی ہے حق کو بلاچون و چرا تسلیم کرنے والے بھی رہے ہیں اور تکبر و غرور کی وجہ سے اعراض کرنے والے بھی بشلاً فرشتے جن کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ کریں (سجدہ نظمی حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت تک جہاں تھا اور ہماری شریعت میں حرام ہے۔ تفسیر ابن کثیر ص ۹۹) تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں بلا قیل و قال نکل گئے۔ فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُونَ (پ ۱۴، رکوع ۳، سورۃ الحجر) اس کے برعکس ابلیس لعین نے تکبر اور انکار کیا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے یہ کہتے ہوئے اٹھ گیا کہ اَسْجُدْ لِمَنْ خَلَقْتُ طِينًا اور یہاں تک کہ لیا کہ اَهْذَا الَّذِي كَرَّمْتُ عَلَيْكَ (پ ۱۵، رکوع ۱) یعنی یہ وہ آدم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ہیں جس کو تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے۔ دنیا میں یہ حق کے انکار کا پہلا واقعہ ہے۔ اس کے بعد بائبل اور قابیل کا اختلاف اور اس کا نتیجہ بھی قرآن کریم میں مذکور ہے اور اس کے بعد سے آج تک حق و باطل کا مقابلہ ہوتا رہا ہے اور تاقیارت ہوتا رہے گا۔

اختلاف بنیادی اور اصولی باتوں میں بھی ہوتا رہا ہے
اصول اور فروعی اختلاف میں فرق اور فروعی امور میں بھی، مگر بنیادی اور اصولی باتوں میں اختلاف اور نوعیت کا ہوتا ہے اور فروعی امور میں اختلاف کی نوعیت اور ہوتی ہے۔ بے شمار فروعی مسائل ہیں جن میں حضرات صحابہ کرام سے لے کر اب تک اختلاف چلا آتا ہے اور ہر کتب فکر اپنی صوابدید کے مطابق اپنے منتخب پہلو پر عمل پیرا رہے لیکن ایسے فروعی مسائل میں دوسروں کے لیے بھی گنجائش تسلیم کرتا ہے۔ نہ تو ان کی تکفیر و تفسیق کرتا ہے اور نہ ان کے عمل کو کلیۃً باطل اور کالعدم قرار دیتا ہے مثلاً قرآنہ خلف الامام کے سلسلہ ہی کو لے لیجئے کہ قائلین بھی تھے اور مانعین بھی۔ اور اپنی اپنی تحقیق پر قائم اور عامل رہنے کے باوجود بحر غیر مقلدین کے یہ چیلنج بازی کسی نے نہیں کی کہ قرآنہ خلف الامام نہ کرنے والوں کی نماز سر سے باطل، کالعدم اور بے کار ہے اور وہ فی الثَّابِ وَالشَّقْصِ ہوں گے۔ اسی طرح جس عقیدہ کے اہل اسلام قائل ہیں اس کو بھی کسی متدین عالم نے کفر و شرک قرار نہیں دیا اور نہ مقلدین حضرات اور خاص کو احناف کو کمرہ فرقوں میں شمار کیا ہے اور نہ ہی ان کو اہل حق اور طاغوت ناجیہ سے نکالا ہے یہ کاروائی صرف زمانہ ہمال کے غالی غیر مقلدین کی ہے۔

حضرت شیخ الحدیث امجدہم
کی تصانیف کی وجہ
اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کی خصوصی تائید سے
والد محترم، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد رفیع خان صاحب
مفت دہلی امجدہم کی کتابوں نے غیر مقلدین اور دیگر
باطل اور مرجوح فرقوں کے غلو، تعصب اور ہٹ دھرمی کی نہ صرف یہ کمر ہی توڑ ڈالی ہے بلکہ
پہلیاں بھی چکنا چور کر ڈالی ہیں اور ان کے غلو کے چروں کا پلستر بھی بگاڑ دیا ہے جس کی وجہ
سے یہ تمام فرقے حضرت شیخ الحدیث صاحب دہلی امجدہم کی کتابوں سے لاجواب ہو کر خفت
نالاں اور سیخ پاییں اور طبعی طور پر ایسا ہونا بھی چاہیئے اور یہ ایک فطری امر ہے۔ پڑھنے والے
حضرات کی توجہ کی خاطر عرض ہے کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دہلی امجدہم نے احسن الکلام

مقتداً الیٰ حنیفہ، طائفہ منصورہ اور انصار المہید وغیرہ کتابیں لکھنے کے اسباب انہیں کتابوں میں مفصل درج کیے ہیں اور ان کو ضرور ملاحظہ فرمائیں جس سے بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ کتابیں کیوں لکھی گئی ہیں۔

غیر مقلدین کا غلو | احناف کے خلاف غیر مقلدین کے غلو اور تعصب کو جاننے کے لیے مندرجہ ذیل چند حوالے غور سے ملاحظہ فرمائیں :

۱۔ احسن الکلام ص ۵۱۱ طبع چہارم میں غیر مقلدین حضرات کے رسالہ فصل الخطاب (فی قراۃ فاتحۃ الختار) جو کتب خانہ اہل حدیث ۱۱۹ نیو کلاک مارکیٹ کراچی سے طبع ۱۳۷۱ھ کے حوالہ سے لکھا کہ جو شخص امام کے پیچھے ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھے اس کی نماز ناقص ہے کا اہم ہے، بیچارہ ہے اور باطل ہے (بلفظہ) اور اسی صفحہ میں تمام دنیا کے علماء احناف کو کھلا چیلنج کے عنوان سے ان کا شاہی چیلنج بھی انہی کی عبارت کے حوالہ سے باقاعدہ نقل کیا گیا ہے۔ اور احسن الکلام ص ۵۱۱ میں ایک نام نہاد اہل حدیث کا حوالہ خود ایک اہل حدیث بزرگ سے نقل کیا ہے کہ مدرک رکوع سے فاتحہ مفقود ہوتی ہے لہذا اس کی نماز نہیں جس کی نماز نہیں وہ بے نماز ہے، بے نماز کافر ہے اور مخلد فی النار ہے۔ (تمام رکوع فی اوراک رکوع سلم) اس عبارت میں اس غالی نے امام کے پیچھے قرائت نہ کرنے والوں کو اپنی خانہ ساز منطق کے زور سے مغربی اور کبریٰ جولوگوں پر ہمیشہ کے لیے دوزخی قرار دیا ہے۔

۲۔ الکلام المفید ص ۲۲ میں مشہور غیر مقلد عالم مولانا ابوالشکور عید القادر حساروی کے حوالہ سے لکھا ہے: "خواص تو جانتے ہیں کہ عوام کی خاطر کچھ عرض کرتا ہوں کہ مقلدین موجود دس وجہوں سے گمراہ اور فرقہ ناجیہ سے خارج ہیں جن سے مناکحت (شادی) جائز نہیں ہے۔ وجہ اول یہ کہ موجودہ حنفیوں میں تقلید پائی جاتی ہے جو سراسر حرام اور ناجائز ہے" (سیاحتہ الجنان) بنا کما اہل الایمان ص ۵۸ اور وہ ص ۲۲ میں لکھتے ہیں کہ سچا فرقہ اور ناجیہ

اہل حدیث ہے باقی سب فی النار و الشکر ہیں۔ لہذا مناکحت فرقہ ناجیہ کی آپس میں ہونی چاہیے اہل بدعت سے نہ ہونا کہ مخالفت لازم نہ آئے۔

احسن الکلام ص ۵۱۱ کے حاشیہ میں ہدایۃ المہدی ص ۲ کے حوالہ سے یہ درج ہے کہ اس زمانے میں بعض مدعیان عمل بالحدیث نے یہ غوغا مچایا کہ حنفیہ مفسدین مملوۃ اور (نماز پڑھتے ہوئے بھی) بے نماز ہیں اور تنقیح التفتیح ص ۳ کے حوالہ سے یہ درج ہے کہ بالخصوص قسم کھا کر کہے کہ حنفیوں کی نماز نہیں ہوتی اور ان کی بیبیوں سے غیر مقلدین کو بلا طلاق نکاح جائز ہے۔

اہل انصاف سے توقع ہے کہ وہ حق و باطل میں ضرور فرق کریں گے چونکہ غیر مقلدین حضرات کا احناف کے بارے میں دعویٰ اور چیلنج نہایت ہی سخت ہے اس لیے ان کا علمی، تحقیقی اور اخلاقی فریضہ یہ تھا کہ قطعی اولہ اور واضح براین سے حنفیوں کی نماز کا بطلان، ان کا گمراہ ہونا اور فی النار و الشکر ہونا ثابت کرتے اور کریں مگر یقین جانیے کہ وہ اپنے ان بے بنیاد دعویٰ کے اثبات سے قطعاً عاجز اور سراسر قاصر رہے ہیں اور تا قیامت وہ اپنے بلند بانگ بے بنیاد دعویٰ کو اولہ سے ثابت نہیں کر سکتے اور کھلا و اذ اقرئی القرآن ان فاستمعوا لکلامی و اذ اقصوا کی نص قطعی جس کا شان نزول ہی بالاجماع نماز ہے۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ص ۱۱۱) اور حدیث و اذ اقرئی افا قصوا جو سلم ص ۱۱۱ اور صحیح ابوعوانہ ص ۱۳۲ وغیرہ کی حدیث ہے اور عبور اُمت کے تعامل کے مقابل میں کذاب اور دجال قسم کے راولوں کی ذاتیوں سے یہ ثابت بھی کیوں کر ہو سکتا ہے؟ اور کیسے ان سے صحیح نمازیں باطل ہو سکتی ہیں؟ دنیا میں ہر فرقہ اور ہر مکتب فکر اپنے نظریات بیان کرتا رہا ہے اور تا قیامت کرتا رہے گا اور ہر ایک کو خانہ ساز عبوریت میں یہ حق حاصل بھی ہے کہ ہندوستان میں انگریز کے دور میں کفر و الحاد کی یلغار اور برائے نام مذہبی آزادی کے تحت صاحب بہادر کے اشارہ سے ہر باطل اور مروج فرقہ نے اس ماد پرست آزادی سے خوب خوب فائدہ اٹھایا اور بعض

نے تو بالکل باطل عقائد و نظریات اور رسوم و بدعات کو عین اسلام اور کارِ ثواب کو دکھلایا اور اکثر عوام نے جو دین سے ناواقف تھے اور ہیں، انہی باطل عقائد و اعمال کو اسلام سمجھا اور اب بھی کچھ بیٹے ہیں جنہیں پسند علماء کرام نے اپنے اپنے انداز میں باطل نظریات کی تردید کی اور اسلام کا صحیح نقشہ اہل اسلام کے سامنے پیش کیا۔ اس سلسلہ میں اکابر علماء دیوبند نے بڑا کام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مساعی کو قبول فرمائے۔ آمین۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب دَامِ مَجْدِہِم کی کتابیں اور ان کی مقبولیت

حضرت شیخ الحدیث صاحب دَامِ مَجْدِہِم نے باطل نظریات اور غالیانہ متصبات و نظریات کا پرچار کرنے والوں کا اپنے مخصوص انداز میں علمی اور تحقیقی طور پر تعاقب کیا اور اسلامی عقائد و اعمال کے خلاف شکوک و شبہات پیش کرنے والوں کو مزہ توڑ جواب دے کر علماء حق کی جانب سے فرض کفایہ ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان کی تحریر کردہ کتابوں سے (جن میں سے بعض کئی کئی مرتبہ طبع ہو چکی ہیں) خواص و عوام اور ہر طبقہ نے استفادہ کیا اور پاک و ہند کے جید علماء کرام نے ان پر تعریف و تمجید کی اور ان کتابوں کی تصدیقات تحریر فرما کر داد و تحسین دی ہے۔ ان کی کتابیں دیکھنے والے حضرات پر یہ بات بالکل عیاں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی کتابوں کو بہت ہی مقبولیت عطا فرمائی ہے اور مجھے لے بھٹکے بہت سے لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنایا اور یہ کتابیں مخالفین سے بحث و مباحثہ میں اہل حق کے لیے کار آمد آخر کا کام دیتی ہیں۔ ذَلِیْلٌ فَهْوَ لَیْلٌ یُّقِیْتُ بِہِ مَعْنٰی یُشَکُّ اَوَّیْرُ

حضرت دَامِ مَجْدِہِم کی کتابوں کی مقبولیت کا خود اثری صاحب کو بھی اقرار ہے چنانچہ وہ اپنی تصنیف میں لکھتے ہیں کہ ان کے حلقہ میں دیگر ہر حلقہ میں بہت سے ان کی تصانیف کو خوب پذیرائی حاصل ہے۔ ... الخ (مستطیل)

حضرت شیخ الحدیث صاحب دَامِ مَجْدِہِم کی کتابوں کی تردید میں لکھنے والوں نے علمی بات کچھ لکھا ہے۔ اکثر کارِ رد و خود حضرت صاحب دَامِ مَجْدِہِم نے کیا اور بعض کا ان کے بعض قائل

شاگردوں نے رد لکھا ہے اسی سلسلہ کی ایک کڑی شہرہ غیر تقلید عالم حضرت لانا ارشاد لاجی اثری صاحب کی کتاب "مولانا سرفراز صفدر اپنی تصانیف کے آئینہ میں" ہے۔ اس میں موصوف نے حضرت شیخ الحدیث صاحب دَامِ مَجْدِہِم کی کتابوں پر اپنے خاص اور سطحی ذہن سے گرفت کی ہے اور ایسی زبان استعمال کی ہے جس سے سطر بہ سطر ان کے تعصب اور غلو کی جھلک نمایاں نظر آتی ہے اور حضرت دَامِ مَجْدِہِم کے دلائل کے سامنے بے بسی کے باعث مارنم جان کی طرح تڑپنا اور احناف دشمنی کے نشہ میں مست ہو کر بے ہودہ یا دہ گوئی انہی کتاب کا لب لباب ہے۔

جناب اثری صاحب اثری صاحب نے اپنی اس کتاب کا نام رکھا ہے "مولانا سرفراز صفدر اپنی تصانیف کے آئینہ میں" اثری صاحب اگر حضرت شیخ الحدیث صاحب دَامِ مَجْدِہِم

کی تصانیف کو اسی غلو سے اور جذبہ کے ساتھ دیکھتے اور مطالعہ کرتے جن غلوں اور جذبہ سے حضرت دَامِ مَجْدِہِم نے یہ تصانیف تحریر فرمائی ہیں تو یقیناً ان کو ان تصانیف میں مولانا محمد سرفراز صفدر صاحب کا چہرہ نظر آتا اور اس میں غلوں، نیت، عدم نیت، دین، مسلک، حق اہل السنۃ والجماعہ کی صحیح ترجمانی، بدعات میں پھنسے ہوئے سادہ لوح مسلمانوں کو سنت کی کشتی پر سوار کرنے کی اٹھک کوشش، اکابر سلف صالحین کے دامن کے ساتھ وابستہ رہنے کا سبق قادیانیت، انکار حدیث، عیسائیت اور رافضیت جیسے کفریہ نظریات و اعتقادات کی بیخ کنی، مہملیت، ہودہ دیت، مہماتیت اور اُمت مسلمہ کی اکثریت کی نمازوں کو کالعدم کہنے اور ان کو تقلد فی النار قرار دینے والے غیر تقلیدین جیسے مرجوح فرقوں کی سرکوبی، بدعات و دُرواہات، اہل حق سے نفرت اور اُمت نبویہ علی صاحبہا التحیۃ والتسلیم کے مطالبی صحیح تعلیم اور اس سے محبت و انس و محاورہ نظر آتی مگر جب اثری صاحب نے ان تصانیف کو اپنی مخصوص سوچ اپنی غالیانہ فکر اور اپنے متصبات و انداز میں دیکھا تو ان کو ان تصانیف میں اپنا ہی چہرہ

نظر آیا جس پر اصول کی دھماں بکھیرنا، کوئی کمزوری ڈھونڈ کر بڑے بھونٹے، انداز میں پیش کرنا مفید طلب عبارات کو شیر مادر سمجھ کر ہضم کر جانا، سہارتوں میں کانٹ چھانٹ، ہدیائی خیانت، جہالت، ہسکی تعصب، اپنا الو سیدھا کرنا، تضاد بیانی، بے خبری یا تھمل عارفانہ، مجراۃ تصرف اور صریح غلط بیانی جیسے تمام ان عیوب کا نظر آنا فطری امر ہے جن عیوب کا انھوں نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے کیونکہ آئینہ میں وہی کچھ نظر آتا ہے جو اس کے مقابل ہو۔ جب یہاں مقابل اثری صاحب کی اپنی سوج اور فکر ہے تو ان کو اپنا ہی چہرہ نظر آتا تھا جو ان کو نظر آیا اس میں آئینہ یا آئینہ کے مالک کا کوئی قصور نہیں ہے۔

اخلاقی فریضہ | جناب اثری صاحب کا یہ علمی اور اخلاقی فریضہ تھا کہ وہ حضرت

شیخ الحدیث صاحب دام محمدیم کی کتابوں پر تنقیدی قلم اٹھاتے وقت حسب حدیث مَنْ لَمْ يَشْكُرِ الْبَرَكَاتِ لَمْ يَشْكُرِ اللَّهُ تَعَالَى (الجلال ص ۱۸۱) صحیح) اپنے مؤلف آئینہ تسکین الصدور کا شکریہ ادا کرتے کر یہ راستہ انھوں نے ہی بتلایا ہے اور اثری صاحب انھی کی مثالوں کے سارے اس سفر پر گامزن ہیں اور خاصی تعداد میں اثری صاحب نے اعتراضات اور تضاد آئینہ تسکین الصدور ہی سے جاری کیے ہیں بلکہ اپنی کتاب کے نام کا ایک حصہ آئینہ بھی انھیں سے چرایا ہے اور اعتراضات و تضادات کا الزام لگاتے ہوئے زبان بھی انھیں سے مستعار لی ہے مگر یقین جانیے کہ محترم اثری صاحب نے بھولے سے بھی آئینہ تسکین کا جس میں بغیر ضد، تحریب، تعصب اور طعنت کے اور کچھ نہیں ہے اور نہ اہل علم کو اس سے کوئی شبہ پڑ سکتا ہے اور نہ اس کے جواب اور رد کی ضرورت محسوس ہوئی ہے کیونکہ انھوں نے جن سے مواذ لیا ہے اس کا جواب بولانا مجاہد بہ اللہ ویروی صاحب نے قہر حق میں دے دیا ہے نہ کہیں تذکرہ کیا ہے اور نہ حوالہ دیا ہے بلکہ مؤلف آئینہ تسکین الصدور کا مارا ہوا لٹکا ہی اپنے خانہ ساز علمی غنیمت اور پٹاری میں ڈال کر تین بار غاں بننے کی لامحلہ کو کشش کی ہے اور ان ہی کی پکائی ہوئی پاسی کڑھی اپنے تعصب کی

ہٹائی میں ڈال کر اپنے غارتوں کی مہیاقت میں پیش کی ہے اور ایسا علمی رتھر جناب اثری صاحب اور ان کے طبقہ کا لذیذ مشغلہ اور بہترین تحقیقی سرمایہ ہے کہ وہ دوسروں کی علمی کاوش اور تحقیق کو اپنی خام ساز تحقیق کی پٹاری اور اپنے کھاتے میں ڈال کر سستی شہرت حاصل کرنے اور اپنی فیاض جماعت سے حق خدمت وصول کرنے کے علاوہ تحسین کا تمغہ بھی وصول کرنے کے غلاماں رہتے ہیں اور اپنی سربراہی میں چلنے والے ادارہ کی تعریف کرتے ہوئے اپنی اسی تصنیف میں گویا ہیں "اور آج یہ بات بلا خوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ ایک چھوٹی سی مسجد میں واقع اس ادارہ میں خدمتِ حدیث اور مسلک سلف کی نشر و اشاعت کا جو کام ہوا وہ کسی بھی بڑے سے بڑے جامعہ کی خدمات سے کم نہیں۔ واللہ شد علی ذلک (ص ۱۸۱ اور ص ۱۸۲) اثری صاحب اپنے اس ادارہ کی تعریف اسی لیے فرما رہے ہیں کہ اس مایہ ناز ادارہ کے علمی، تصنیفی اور تحقیقی طور پر اب موجودہ سربراہ جناب اثری صاحب کی ہی شخصیت ہے اور واقعی ان کی جماعت کو ان پر فخر کرنا چاہیے کہ دوسروں کا مارا ہوا نشانہ پیش کر کے عیس مار غاں بننے والی شخصیت انھیں نصیب ہوئی ہے۔

اثری صاحب کا دوغلا پن | اثری صاحب نے پیش لفظ میں یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ انھوں نے یہ کتاب الدین النصیحة کے طور پر اور عام گمانوں کو خد ما صفا و دمع ما کے در پر عمل کرنے کی تلقین کرنے کے لیے لکھی ہے۔ (مصلہ ص ۱۸۱ تا ص ۱۸۲)

مگر ان کی کتاب کا مطالعہ کرنے والا ہر قاری تعجب کرے گا کہ پوری کتاب میں یہ بات کہیں بھی نظر نہیں آتی بلکہ یوں محسوس ہوتا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اثری صاحب اور ان کا طبقہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام محمدیم کی تصانیف کی خدا داد مقبولیت کے باعث حسد کا شکار ہیں اور وہ اپنے حسد کی آگ میں ان تصانیف کو راکھ کر کے دلی بھڑا اس نکالنا چاہتے ہیں۔ لیکن

۵۔ دامنِ حد کی آگ میں اکثر جلا کرے
وہ شمع کیا بجھے گی جسے روشن نہ کرے

اثری صاحب کو دل کی بھڑاس نکالنے کے لیے اگر بریلویوں اور دانشوروں کی مُذمت و کالت بھی کرتی پڑی اور سر فراز دشمنی اور مولانا صفدر صاحب، دامِ محمدِ ہم کی تعصیف میں درج شدہ ٹھوس باحوالہ دلائل کے سامنے بے بسی کے شکرِ کلیٹ، فامِ پران کی ہمدردیاں حاصل کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی تو انھوں نے اس سے بھی گریز نہیں کیا۔ جیسا کہ آئندہ صفحات میں قارئین کو اہم ملاحظہ فرمائیں گے یہ الگ بات ہے کہ اثری صاحب کو یہ قاعدہ حاصل ہوئے کہ نہیں، انھوں نے اپنے طور پر کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔

۶۔ یہ تو ان کی غشی آئیں نہ آئیں لیکن

کام اپنا ہے درو بامِ سجائے رکھنا

اثری صاحب نے جس طرح متعصبانہ زہر آلود نشترِ علمی طور پر چلایا ہے ان کو جہالت کے ساتھ اس کا اعلان کرنا چاہیئے تھا کہ میں نے یہ اقدام اس وجہ سے کیا ہے۔ الدین النصیحة اور خذ ما صفا ودع ما کدر کا جال بچانے کی ضرورت نہیں تھی۔ اثری صاحب نے پوری کتاب میں کہیں بھی عام مسلمانوں کو یہ نہیں بتایا کہ مولانا صفدر صاحب کی کتابوں کا یہ حصہ ما صفا ہے اور یہ حصہ ما کدر ہے بلکہ کتاب کے آخر میں ستائیس کتابوں کی فہرست دے کر یہ باور کرایا ہے کہ ہم نے ان پر نشتر چلائے ہیں حالانکہ ان میں سے کئی کتابوں سے ان کے اپنے طبقہ کے لوگ بھی اپنے ہمہ قابلِ فرقوں کے خلاف بحث و مناظرہ کے وقت استفادہ کرتے اور ان ہی کا سامنا لیتے ہیں مگر اثری صاحب نے بلا استثناء ان کتابوں پر زہر آلود نشتر چلا کر الدین النصیحة پر کیا عمل کیا ہے؟ اور کونسی غایت سرانجام دی ہے؟

یہ سب ڈھونگ ہے اور ہاتھی کے دانت کھانے اور ، کھانے کے اور کام ترین

منظر ہو گیا ہے یقیناً اثری صاحب کے اس طرزِ عمل پر ان کے اپنے طبقہ کے سنجیدہ حضرات ان کی وفاداری کا یوں رونا روئیں گے۔

۷۔ وفا کے بھیس میں ایک بے وفائے لوٹ لیا

خدا نے چھوڑ دیا ناخدا نے ٹوٹ لیا

شیخ اثری صاحب کا دو غلط پیر ملاحظہ فرمائیں وہ حضرت شیخ الحدیث صاحبِ دامِ محمدِ ہم کے متعلق لکھتے ہیں ہم بھی ان کے علم و فضل کے معترف ہیں۔ (مثلاً) مگر کتاب میں ایسی زبان استعمال کی جو کسی عالم کے لیے تو درکنار کسی عام آدمی کے لیے بھی استعمال کرنا شرم کا باعث ہے۔

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ بڑے فخر سے مولانا صفدر

فخر یا التحذیر بالنعمة صاحب نے اس کا اظہار کیا ہے کہ وہ چالیس سال سے پڑھا رہے ہیں اور ان کو اب کسی محقق دیوبندی عالم سے بھی بڑھنے کی ضرورت نہیں۔ (محصلاً ص ۱۸)

معلوم ہوتا ہے کہ بے چارے اثری صاحب فخر اور التحذیر بالنعمة کے درمیان فرق کرنے سے ہی عاجز ہیں یا یہاں تبلیس سے کام لے رہے ہیں۔ فخر ناپسندیدہ عمل ہے۔ (وَأَمَّا الَّذِي يَفْخَرُ أَحَدٌ عَلَى أَحَدٍ - مشکوٰۃ ص ۱۸) جب کہ تحذیرِ نعمت مباح ہے۔ (وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ - سورة الضحیٰ) بالخصوص علم کی نعمت کو تحذیر کے طور پر بیان کرنے کی ترفیب ہے۔ جیسا کہ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام نے باقی نعمتوں کے باوجود علم کی نعمت کا شکر ادا کیا اور فرمایا: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي فَضَّلَنَا عَلَى كَثِيرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِينَ - (پ ۱۹، سورة النمل، آیت ۱۵) اس کی تفسیر میں قاضی بیضاوی فرماتے ہیں:

وَفِيهِ كَرِيمٌ عَلَى فَضْلِ الْعِلْمِ اور اس میں علم کی فضیلت اور اہل علم کے شرف پر دلیل و شرفِ اہلِ العلم اَنْ قَالَ ہے اور اگے فرمایا اور عالم کو اللہ تعالیٰ کی حمد پر

وَلَمْ يَكُنْ يَنْصُرُ لِلْعَالِيَةِ عَلَى أَنْ يَكْتُمَهُ تَرْفِيبُ دِينِ اس چیز (علم) پر جو اللہ تعالیٰ
اللہ تعالیٰ علیٰ مَا آتَاهُ مِنْ فَضْلِهِ ۔ نے اس کو دی ہے ۔

(تفسیر بیضاوی ص ۱۳۱)

اثری صاحب! حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجد ہم کی عبارت کو مینک لگا کر
دیکھیں انھوں نے کوئی غیر مقلد نہ بڑھک نہیں ماری۔ بلکہ محمد اللہ اور بفضلہ تعالیٰ کے الفاظ
کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہے اور یہ تحدیثِ نعمت ہے نہ کہ فخر۔ اثری صاحب کا اس کو بڑے
خبر سے تعبیر کرنا سر اسر جہالت یا تعصب پر مبنی ہے۔

محترم جناب اثری صاحب نے حضرت شیخ الحدیث صاحب
مفت و کالت دام مجد ہم کو زیر کرنے اور نیچا دکھانے کے لیے اپنی کتاب میں

قادیانیوں، سنکرین، حدیث، رافضیوں، بریلویوں، مودودیوں اور نمائندوں وغیرہم کی بھی وجہ کا
علمی اور تحقیقی طور پر حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجد ہم نے اپنی کتابوں میں خوب روک دیا ہے
جن پر علماء کرام کی شاندار اور جاندار تصدیقات موجود ہیں، بڑھ چڑھ کر مفت میں خوب خوب و کالت
کی ہے اور ان کی ہمدردیاں حاصل کرنے کی سعی کی ہے کہ ان لوگوں نے یہ کہا اور جناب شیخ الحدیث
صاحب نے ان کے خلاف اور مقابلہ میں یہ اور یہ غلطیاں کی ہیں اور ان تمام طبقات سے
شاباش حاصل کرنے کی لامحالہ کوشش کی ہے۔ چنانچہ وہ ص ۲۱۲ میں لکھتے ہیں: ”غور کیجئے
جب حضرت مولانا صاحب امام نووی وغیرہ کے اس استدلال سے متفق ہیں تو بے چارے
بریلوی حضرات نے جرم کیا کیا ہے؟ (بلفظہ) دیکھئے کس طرح بے چارے بریلویوں سے
ہمدردی حاصل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔“

حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجد ہم نے رافضیوں کے خلاف حضرت علیؑ کی عدم
تعمینِ فلیفہ کے بارے میں ایک روایت مجمع الزوائد اور مستدرک کے حوالہ سے ارشاد ایشہ
منہ میں نقل کر کے علامہ ذہبیؒ وغیرہ محدثین کرام سے اس کی تصحیح نقل کی ہے۔ اس پر

اثری صاحب لکھتے ہیں: ”بلاشبہ انھوں (حضرت شیخ الحدیث صاحب) نے علامہ
ذہبیؒ، امام ماکمؒ اور علامہ ذہبیؒ پر اعتماد کرتے ہوئے اسے صحیح قرار دیا ہے مگر اس قسم
کا اعتماد ایک ناقد اور مبصر کی شان کے منافی ہے اور پھر آگے لکھتے ہیں محض رافضیوں کی
مخالفت میں بلا تاثر اس کو صحیح قرار دینا قرین انصاف نہیں۔ انتہی بلفظہ (ص ۱۳۱) و مثلاً
یہ بات تو اپنے مقام میں آئے گی کہ قرین انصاف ہے یا نہیں۔ مگر اس عبارت میں
جناب اثری صاحب نے رافضیوں کی وکالت کرتے ہوئے کیسے ان کی ہمدردیاں حاصل
کرنے کی کوشش کی ہے۔“

حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجد ہم نے نہ تو کبھی ناقد اور مبصر ہونے کا دعویٰ کیا
ہے اور نہ ہی انھوں نے اپنے حق میں اس منصب کے اطلاق کو پسند کیا ہے بلکہ انھوں
نے اسباق اور دروس کے دوران اکثر اپنے تلامذہ سے یہی فرمایا کہ میں تو کچھ بھی نہیں
ہوں صرف اکابر سلف صالحین کا ترجمان اور ان کا نمائندہ ہوں ان سے جو کچھ سیکھا
اور حاصل کیا اسی کو آگے پہنچانا اپنا فریضہ سمجھتا ہوں اور آپ حضرات سے بھی یہی کہتا ہوں
کہ اکابر کے دامن کو ہرگز نہ چھوڑنا بلکہ ہمیشہ اکابر کے دامن سے ہی وابستہ رہنا۔ حضرت
شیخ الحدیث صاحب دام مجد ہم تو صرف حضرات محدثین، مفسرین، فقہاء اور علماء اسلام
کے ہر طبقہ کے علوم کے خوشتر چین ہیں۔ اگر انھوں نے غیر بنیادی مسائل میں علامہ ذہبیؒ
و نظیرہ کی تصحیح پر اعتماد کیا ہے تو کوئی جرم نہیں کیا۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجد ہم نے
تو کبھی اپنے آپ کو ناقد اور مبصر نہیں کہا اگر اثری صاحب ان کو ایسا سمجھتے ہیں تو یہ ان کا
حسن ظن ہے اور اپنے حسن ظن پر مدار رکھ کر طعن دینا یا تنقید کرنا سمجھ سے بالاتر ہے۔

جناب اثری صاحب کے اعتراضات اثری صاحب کی کتاب پر تفصیلی بحث تو آئندہ
مقصود ہے کہ اثری صاحب کے اعتراضات کی نوعیت کیا ہے۔

۱۔ اثری صاحب نے لکھا ہے کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی کتابوں میں بعض قرآنی آیات غلط درج ہیں۔ یہ اعتراض کسی حد تک بجا ہے کیونکہ کچھ تو کتابت کی غلطیاں ہیں اور بعض مقامات میں صحیح طور پر نظر ثانی نہ ہونے کی وجہ سے غلطی رہ گئی ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے ان غلطیوں کی نشاندہی پر موصوف کا اور دیگر ان حضرات کا شکریہ ادا کرنے کا کہا ہے جنہوں نے وقتاً فوقتاً ایسی غلطیوں کی نشاندہی کی ہے اور انہوں نے مجھے تاکید فرمائی ہے کہ جلد از جلد ان کی تصحیح کر لی جائے اور مجھے فرمایا ہے کہ مجھے بہت ہی خوشی ہوگی کہ جلدی میری زندگی ہی میں میری کتابوں میں جہاں واقعی غلطی واقع ہیں ان کو درست کر لیا جائے کیونکہ غلط چیز پر اصرار شرعاً و اخلاقاً مذموم ہے۔

۲۔ اثری صاحب نے اکثر مقامات میں طبعی ذہن سے کام لیتے ہوئے کم فہمی اور کج بکشی کا ثبوت دیا ہے اگر انصاف، دیانت اور سمجھ سے کام لیتے تو بہت آسانی سے ظاہری تضاد و تعارض کو حل کر سکتے تھے اور ایسے ظاہری تضادات سے کتب احادیث، تفائیر اور ہر مکتب فکر کی کتب فقہ وغیرہ بھری پڑی ہیں اور ان کو اچھا لائیں جانا بلکہ تطبیق دی جاتی ہے مگر اثری صاحب نے محض تعصب اور غلو کا مظاہرہ کیا ہے تاکہ اپنی جماعت سے داد تحسین حاصل کر سکیں۔

۳۔ اکثر مقامات پر اثری صاحب تعصب اور جنون میں مبتلا ہو کر ایسی ایسی لالچیں باتیں بھی کہہ گئے ہیں کہ حیرت و تعجب ہوتا ہے اور خود ان کا اپنا ضمیر بھی انہیں ملامت کرتا ہو گا بشرطیکہ ضمیر نام کی کوئی شے انہیں حاصل ہو بھی۔ آئندہ صفحات میں قارئین کو ان باتوں کا مشاہدہ انشاء اللہ العزیز کر لیں گے۔

۴۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ اور فقہ حنفی کا جہاں بھی ذکر آیا وہاں اثری صاحب کی حالت غیر ہو گئی اور وہ سب سے بڑا اور آگ بگولا ہو کر اور ہاتھ دھو کر ان پڑھن و تشیع کرنے اور کیرے لگانے

کے درپے ہو گئے کہ یہ ہیں امام ابوحنیفہؒ اور یہ ہے فقہ حنفیؒ اور اس کو آریا کر حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کو یوں گوسا کہ آپ اس امام اور اس فقہ کے دلدادہ ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے سماع الموقی ص ۱۳ اور تکریم الصدور ص ۳۵۸ میں حافظ ابن تیمیہؒ پر باحوالہ تنقید نقل کی ہے۔ جناب اثری صاحب اپنی اس تصنیف کے ص ۲۷ میں نصیحت فرماتے ہیں: ”بتلائیے یہ انداز مبنی براہ راست ہے؟ اہل علم کے باہمی مناقشات بجا مگر یہ روش تو درست نہیں“ مگر جب حضرت امام ابوحنیفہؒ اور ان کے پیروکاروں کے بارے میں تذکرہ کرتے ہیں تو اثری صاحب اپنی اس نصیحت کی دھجیاں بکھرتے چلے جاتے ہیں اور احناف دشمنی میں حواس باختہ ہو کر اپنی اس نصیحت کو یکسر نظر انداز کر دیتے ہیں اور بعض فقہی جزیات پر حسب مزاج محض طبعی نگاہ ڈال کر یوں گویا ہوئے ہیں کہ کس جزیئی کو صحیح کہو گے؟ اور کس جزیئی کو لو گے؟ اور کس پر عمل کر دو گے؟ پھر فقہ کیسے درست ہوئی؟ مگر حنفی مسلک کی عداوت کے نشہ میں سرمست ہو کر اس پر مطلقاً غور نہ کیا کہ اس قسم کے اعتراضات تو علم حدیث اور کتب حدیث پر بھی وارد ہوئے ہیں اور ہوتے ہیں کہ کتب حدیث مثلاً بظاہر متضاد احادیث سے مملو ہیں پھر نہ معلوم کس کو لیا جائے اور کس کو چھوڑا جائے؟ کس پر اعتماد کیا جائے اور کس کو ناقابل اعتبار بنایا جائے؟ وغیرہ وغیرہ۔ سو جو جواب احادیث میں اختلاف و تضاد کو رفع کرنے کا ہو گا اسی قسم کا جواب فقہی تعارض کا سمجھ لیں مگر اس کے لیے علم، انصاف اور سنجیدگی کی ضرورت ہے تعصب اور فندی کا یہ کام ہرگز نہیں ہے۔

دنیا میں شاید ہی کوئی کتاب ایسی ہو جس پر مخالفین نے اعتراضات نہ کیے ہوں اور تو کیا محض تنقید سے کسی کتاب کا رتبہ کم ہو جاتا ہے؟ اور قرآن کریم جیسی محکم اور مضبوط کتاب پر بھی جس کی صفت لَا يَأْتِيهِ مِنَ الْبَاطِلِ مِنْ تَحْتِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ۔

(پ ۱۲، المجلد ۵۱) ہے۔

اس پر بھی بد باطنوں نے اعتراضات کیے ہیں۔ اثری صاحب کی معلومات کے لیے عرض ہے۔ آریہ سماج کے مشوریلٹر مرثی سوامی دیانند مسرتی نے اپنی کتاب ستیا رتھ پرکاش کا چودھواں باب ہی قرآن کریم پر اعتراضات کے لیے وقف کیا ہے۔ اور جِسْمِ اللہ سے لے کر آخر تک معاذ اللہ تعالیٰ اس نے اعتراضات کیے ہیں اور حیرت اور غضب کی بات یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو محقق کہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کو عالم بھی نہیں مانتا العیاذ باللہ تعالیٰ۔ نقل کفر کفر نہ باشد کے قاعدہ کے مطابق بطور نمونہ اس کے چند کفریات اور زلیات ملاحظہ ہوں۔ پہلے وہ اردو میں آیات کا ترجمہ نقل کرتا ہے جس کو ہم نے اختصاراً نظر انداز کر دیا ہے اس کے بعد وہ اعتراضات کرتا ہے۔

۱۔ جِسْمِ اللہ النَّحْمِ النَّحْمِ۔ اس کا ترجمہ کرتا ہے شروع ساتھ نام اللہ کے۔ اس پر وہ لکھتا ہے:

مُحَقِّق ! مسلمان کہتے ہیں کہ قرآن کلام اللہ ہے لیکن اسی قول سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مصنف کوئی اور ہے کیونکہ اگر قرآن کلام اللہ ہوتا تو بجائے جِسْمِ اللہ النَّحْمِ النَّحْمِ کے شروع واسطے ہدایت آدمیوں کے لکھا ہوتا۔ (ستیا رتھ پرکاش

باب ۱۴ ص ۶۹۲ طبع لاہور)

۲۔ ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ۔ اس پر اعتراض کرتا ہے۔ مُحَقِّق ! کیا اپنے ہی منہ سے اپنی کتاب کی تعریف کرنا یا کاری نہیں؟ جو پرہیزگار ہیں وہ تو پہلے ہی راستہ پر ہیں اور ہم بعد کے راستہ پر ہیں ان کو یہ قرآن راستہ نہیں دکھلا سکتا۔ (ص ۶۹۶)

۳۔ قرآن کریم کی چند آیات میں ان احکام، فَخَلَدُوْهُم مِّنْ ذُرِّيَّتِهِم مَّا كَانَتْ اٰمَنًا حَيْثُ وَجَدَتْهُم مِّنْ اٰمَنًا۔ وَمَا كَانَ لِمَنْ اٰمَنَ اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُتَكَبِّرِيْنَ۔

الْاَخْطَا۔ اور وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَدًّا۔ (الایۃ) کے حوالے دے کر لکھتا ہے: مُحَقِّق ! کیا خوب کی طرح ڈگری ہے کہ جو مسلمان نہ ہو جہاں پاؤ مار ڈالو اور مسلمان کو موت مارو غلطی سے بھی مسلمانوں کو مارنے میں دوزخ اور دوسروں کو مارنے میں بہشت ملے گا۔ ایسی تعلیم کنوئیں میں پڑے قرآن جیسی کتاب محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) جیسے رسول قرآنی، اللہ جیسے خدا اور دین اسلام جیسے مذہب سے دنیا کو سراسر نقصان ہے۔ ان کا نہ ہونا ہی اچھا ہے اس قسم کے بے ہودہ مذاہب سے کنارہ کش ہو کر داناؤں کو وید کے احکام تسلیم کرنا چاہئیں۔ (واہ رے بچے جو رے، مرتب) کیونکہ وہ لچر پوچ باتوں سے بالکل پاک ہے۔ (ص ۲۲)

اولاً تو سوامی صاحب کی یہ بات ہی سقم نہیں کہ وید لچر پوچ سے پاک ہے۔ خود سوامی صاحب نے ہندوؤں کے ایک فرقہ دام مارگیوں کا ذکر یوں کیا ہے: ”کچھ عرصہ ہوا کہ جب ان کے مذہب نے بہت فروغ پایا تب انھوں نے شرارت سے ویدوں کے نام پر دام وارگ کو تھوڑا بہت چلایا۔ (ص ۶۹) شرارت کا لفظ تو سوامی صاحب کی شرارت ہے۔ دام مارگیوں نے تو ویدوں کے حوالوں اور ان کی روشنی میں اپنے کام کو فروغ دیا اور جو کچھ کیا ویدوں کی تعلیم کے تحت کیا۔

دام دارگی یہ ہے۔ سوامی صاحب ص ۳۶۷ میں لکھتے ہیں: ”عورتیں اور مرد اکٹھے ہوتے ہیں وہاں مرد ایک عورت کو اور عورتیں کسی مرد کو ننگا کر کے پوجتی ہیں... الخ اور ص ۳۶۸ میں لکھا ہے کہ جب کسی عورت یا دلشیا کو یا کسی مرد کو ننگا کر کے اور ان کے ہاتھ میں تلوار دے کر ان کی جائے نہانی (شرمگاہ) کی پرستش کرتے ہیں تو عورت کا نام دلیوی اور مرد کا نام مہادیو رکھتے ہیں... الخ۔ اور ص ۳۶۹ میں لکھا ہے: یعنی ماں کو بھی صمیت کے بغیر نہ چھوڑنا چاہیے... الخ۔ اور دام وارگیوں نے بقول ان کے یہ سب بے حیائی ویدوں سے حاصل کی ہے اس سے زیادہ لچر پوچ اور کیا کاڑائی

ہو سکتی ہے ؟

و ثانیاً وینک رسائی پختی قوموں میں سے کس کی ہو سکتی ہے ؟ ہندوؤں کے متفق منومہ راج جو تقریباً نو سال قبل مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام گزرے ہیں جنہوں نے ہندوستان کی قانونی کتاب لکھی جس کا نام منومرتی ہے جو دیدوں کی طرح ہی معتبر اور قابل احترام ہے اس کے باب ۲ منتر ۱۱۶ میں لکھا ہے کہ جو لوگ بغیر گرو کے دید من لٹا کر سیکھتے ہیں وہ وید کے چور ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ عوام بے چارے گرو کہاں تلاش کریں ؟ اور باب ۴ منتر ۹۹ میں لکھا ہے : وید پڑھنے میں ایک ایک لفظ صاف زبان سے نکلے اور وید شودر کے پاس نہ پڑھے الخ۔ اس سے معلوم ہوا کہ شودر (پہلی ذات کلہنڈ) وید سننے کا مجاز بھی نہیں ہے تو وہ وید کہاں سے حاصل کرے ؟ اور باب ۱۲ منتر ۱۷ میں لکھا ہے کہ شودر کی لڑکی اپنے پٹنگ پر بٹھانے سے برہمن نرک یعنی دوزخ میں جاتا ہے اور اس سے لڑکا پیدا ہونے سے دھرم کرم سے الگ ہو جاتا ہے۔ اور باب ۸ منتر ۲۸۱ میں ہے چھوٹا آدمی بڑے آدمی کے ساتھ ایک آسن (بیٹھک) اور چارپائی وغیرہ پر بیٹھے تو اس کا چوتڑا کاٹ ڈالنا چاہیے، اس طرح کہ وہ مرے نہیں۔ جب شودر بے چارہ اتنا گرا ہوا ہے تو وہ کس سے وید حاصل کرے گا ؟ اور کیسے حاصل کرے گا ؟ وہ بے چارہ روحانیت اور وید تو کیا حاصل کر سکتا ہے جو مال وہ کما تا ہے وہ بھی اس کا نہیں ہے۔ منومرتی باب ۸ منتر ۳۲۵ و ۳۱۷ میں ہے برہمن کی گائے چرانے والے کا آدھا پاؤں فوراً کاٹ لینا چاہیے۔ برہمن کا حق ہے کہ غلام شودر سے دولت چھین لے اس میں کچھ تامل نہ کرے اس لیے کہ وہ دولت کچھ اس کی ملکیت نہیں ہے یہ ہے ویدوں پر ایمان لانے والوں کا انصاف اور تعلیم۔ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ۔ جسکے حاصل کرنے کی تلقین اور ترغیب سوامی صاحب دے رہے ہیں۔

۴ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْكَافِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا

اور اِنَّ الْمُؤْمِنِيْنَ يَخْذِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ کے متعلق لکھتا ہے : مُّحَقِّق ! مسلمانوں کو جنت میں اور اوروں کے دوزخ میں جانے کا کیا ثبوت ہے ؟ واہ جی واہ ، اگر اللہ بڑے لوگوں کے دھوکے میں آتا ہے اور خود دوسروں کو دھوکا دیتا ہے تو ایسے خدا کو دُور ہی سے سلام ہے وہ دھوکے بازوں سے جا کر ملے اور دھوکے باز اس سے ملیں مثل ہے جیسا روج ویسے فرشتے۔ جن کا محبوب دھوکے باز ہے وہ عابد خود دھوکے باز کیوں نہ ہوں گے ؟ (ص ۲۴)

۵ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا کے بارے میں لکھتا ہے :

مُحَقِّق ! بہت خوب مسلمانوں کے خدا کے گھر میں کچھ بھی زر و مال نہ ہو گا ورنہ فرض کیوں مانگتا ؟ اور ان کو یہ لالچ کیوں دیتا کہ تمہاری بُرائی دور کر کے تمہیں بہشت میں بھیجوں گا۔ معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے نام سے محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی مطلب براری کی۔ (ص ۲۵)

۶ يَغْفِرْ لِمَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبْ مَنْ يَشَاءُ کے متعلق لکھتا ہے :

مُحَقِّق ! جیسے شیطان جن کو چاہے گنہگار بناتا ہے ویسے ہی مسلمانوں کا خدا بھی (معاذ اللہ تعالیٰ) شیطان کا کام کرتا ہے ایسی صورت میں بہشت و دوزخ میں خدا ہی جائے کیونکہ وہ خود گناہ و ثواب کا مرتکب اور انسان فعل کرنے میں اس کا مطیع ہے۔ (ص ۲۵)

۷ وَاذْكُرْ نِعْمَتَكَ فِيْكَ فَقَسِيْكَ۔ الْاٰيَةُ پر گرفت کرتے ہوئے لکھتا ہے :

مُحَقِّق ! قرآن میں کہیں تو لکھا ہے کہ ادنیٰ آواز سے اپنے مالک کو پکارو اور کہیں لکھا ہے کہ دھیمی آواز سے۔ اب کہیے کون سی بات سچی ہے ؟ اور کون سی جھوٹی ہے ؟ ایک دوسرے کی متضاد باتیں سودائیوں کے بکواس کے مانند ہوتی ہیں۔ (ص ۲۶) العیاذ باللہ تعالیٰ۔

۸ وَجَعَلْنَا فِيْهَا رِوَاْسِيْۢمَ اَنْ تَبْيَنَ جَهَنَّمَ کے بارے میں لکھتا ہے :

مُحَقِّق ! اگر قرآن کے مصنف کو جغرافیہ طبعی آتا تو وہ یہ نہ کہتا کہ پہاڑ زمین کو ہلنے نہیں دیتے اسی واسطے اسے خیال گزرا کہ اگر پہاڑ نہ ہوتے تو زمین لغزش کھا جاتی یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ باوجود پہاڑوں کی موجودگی کے زلزلہ کے وقت زمین کیوں ہلتی ہے؟ (ص ۴۸)

۹ وَالَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا. الآية۔ کے متعلق لکھتا ہے:

مُحَقِّق ! ایسی فحش باتیں کلام اللہ تو کہا کسی شائستہ انسان کی تصنیف میں بھی نہیں ہو سکتیں۔ ایسی باتوں سے قرآن پر دھبہ لگ گیا ہے اگر قرآن میں اچھی باتیں ہوتیں تو قرآن کو وہی فضیلت ملتی جو ویدوں کو ہے۔ (ص ۴۹)

۱۰ سورة الواقعة کی متعدد آیاتِ کریمات اِذَا رُجَّتِ الْأَرْضُ رَجًا وَجَسَّتِ الْجِبَالُ جَسًا ○ الآية۔ کے بارے لکھتا ہے:

مُحَقِّق ! قرآن کے مصنف کا تماشہ دیکھئے زمین تو ہمیشہ حرکت کرتی ہے اور آئندہ حرکت کرتی رہے گی قرآن کا مصنف اسے ساکن سمجھتا تھا۔ بھلا پہاڑ کیا جانوروں کی مانند اڑیں گے؟ (ص ۵۰)

۱۱ اَللّٰهُمَّ يَكْبِدُ ذَنْبًا وَيَكْبِدُ ذَنْبًا وَيَكْبِدُ ذَنْبًا ○ کے بارے لکھتا ہے:

مُحَقِّق ! کیا خدا بھی مکار ہے؟ اور کیا چوری کے عوض چوری اور جھوٹ کے عوض جھوٹ ہے کہ خدا مکار کے عوض مکار ہے اگر کوئی چور کسی شریف کے گھر چوری کرے تو کیا اس شریف کو بھی چاہیے کہ وہ چور کے گھر جا کر چوری کرے؟ واہ قرآن کے مصنف صاحبِ ثوبِ مسئلہ نکالا۔ (ص ۵۱) آخر میں سو سوتی لکھتا ہے:

۱۲ میری رائے تو یہ ہے کہ یہ کتاب نہ تو کلام اللہ ہے اور نہ ہی کسی عالم کی تصنیف ہے نہ ہی یہ علمی کتاب ہے۔ قرآن کے بارے تصور اساطیر و فوہ لکھ دیا ہے تاکہ لوگ دھوکا نہ کھائیں اور اپنی عمر راگلاں نہ کھویں الخ (ص ۵۲)

یہ سرسوتی کے گندے ذہن کے چند ناپاک نمونے ہیں ان کو نقل کرتے وقت

بھی دل کا پتہ اور قلم لرزتا ہے اور آنکھیں پر غم ہیں۔

۵ یہ کیسے ممکن ہے کہ دل جلے اور دھواں نہ اٹھے

جب چوٹ پڑتی ہے تو پتھر بھی صدمہ دیتا ہے

مگر بامِ مجبوری یہ چند کفریہ اور گستاخانہ حوالے نقل کیے ہیں ستیارتھ پر کاش کا چودھواں باب ایسی ہی خرافات اور بکواسات سے بھرا ہوا ہے۔

قارئین کرام ! قرآن کریم کے بارے کفر، شیطنت اور خبیثت باطن کے چند نمونے نقل کفر، کفر نہ باشد کے طور پر نقل کر دیے گئے ہیں تاکہ معترض کے ذہن کی گندگی نمایاں اور عیاں ہو ورنہ کوئی ادنیٰ مسلمان بھی ان امور کا تصور تک نہیں کر سکتا جو سرسوتی کے ناپاک قلم شیطانِ ذہن اور خبیث دل سے صادر ہوئے ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

جب اعتراض کرنے والوں نے اللہ تعالیٰ کی مہجرت اور فصیح کتاب کو بھی نہیں چھوڑا تو حضرت شیخ الحدیث صاحبِ دامِ مجدد ہم کی کتابوں پر اعتراض کرنا اور ان میں مغالطے دینے کے لیے خواہ مخواہ کیڑے نکالنا کوئی زالی بات نہیں ہے۔

غلطیاں بتانے والوں کو

شکریہ کی دعوت

حضرت شیخ الحدیث صاحبِ دامِ مجدد ہم اپنی کتابوں میں واضح اور شرح صدر کے ساتھ یہ تحریر کر چکے ہیں کہ میری کتابوں میں غلطیاں ہو سکتی ہیں مثلاً ازالۃ الريب مثلاً

میں لکھا ہے (کہ ماخوذ حوالوں کے علاوہ) بقیہ جتنے حوالہ جات ہیں وہ سب اس ناچیز کی تلاش و تمحس اور دماغِ سوزی کا نتیجہ ہیں جن میں غلطی کا واقع ہونا غیرِ اغلب نہیں ہے جو حضرات غلطیوں سے آگاہ فرمائیں گے وہ عند اللہ ماجور اور عند الحقیر مشکور ہوں گے کیونکہ اول تو انسان و بجز انبیاء کرام علیہم السلام کا کوئی کام دخل بھی لغزش اور خطا سے محفوظ نہیں اور پھر کام بھی اس بندہ عاجز کا جو سراپا تقصیر و خطا ہوا۔ لہذا گزارش ہے کہ مجھے ہدفِ ملامت بنانے کے بجائے متانت اور سنجیدگی کو ملحوظ رکھتے ہوئے

میری غلطیوں پر مجھے آگاہ کریں۔ حق کے تسلیم کرنے میں کبھی تاثر نہ کروں گا۔ انشاء اللہ العزیز۔
اور احسن الکلام مسئلہ میں ضروری التماس کا عنوان قائم کر کے اس کے تحت لکھا ہے
کہ مجھ کو ہدف ملامت بنانے کے بجائے منصفانہ تنقید کے اصول پر میری راہنمائی کی
جائے۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو غلط بات کی تلافی کرنے اور حق کے تسلیم کرنے میں
مجھے کوئی تاثر نہ ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور اسی طرح احسن الکلام مسئلہ میں لکھا ہے
تاہم ان حضرات کا دغواہ ان کا نقطہ نظر کچھ ہی ہو، شکریہ ادا کریں گے جو ہمیں ہماری
کوٹاہیوں پر آگاہ کریں گے اور ہمیں معقول اغلاط کی درستی میں کوئی تاثر نہ ہوگا۔
انشاء اللہ العزیز۔

حضرت شیخ الحدیث دام مجدہم کی اس فراخ دلی کے بعد اگر کسی صاحب کو ان
کی واقعی غلطیوں پر آگاہی ہوئی تو ان کو ان غلطیوں سے آگاہ کرنا ہی کافی تھا۔ مستقل
کتابیں لکھنے کی حاجت ہی نہ تھی مگر ایسا کرنے سے نہ تو اثری صاحب کے دل کی
بھڑاس نکلتی اور نہ ان کو اپنی فیاض جماعت کی طرف سے حق خدمت اور ادراک تحین
مل سکتی تھی۔ اس لیے کتاب لکھنا بھی ان کی خاص مجبوری ہے۔

تناقض، تعارض اور تضاد کا مفہوم | علمی طور پر تناقض اور تضاد اس وقت ہوتا ہے جب ثبوت
اور سند کے لحاظ سے دونوں باتیں مسلم ہوں۔ موضوع و محمول
ایک ہو۔ زمان و مکان ایک ہو مع دیگران شرائط کے جو
تناقض کے لیے کتابوں میں مذکور ہیں۔ محض دعوائے تعارض و تضاد قابل التفات نہیں ہوتا
سطحی ذہن سے کام لینے والے بعض حضرات کو قرآن کریم میں بھی اختلاف اور تضاد نظر آیا
ہے مگر دقیق و عمیق نظر سے کام لینے والوں کو کوئی تعارض و تضاد نظر نہیں آتا۔ دور جانے کی
اور مزید حوالے تلاش اور بیان کرنے کی ضرورت ہی نہیں صرف بخاری ص ۱۱۱ کا ایک
حوالہ ہی کافی ہوگا۔ حضرت سعید بن جبیرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص دناہ بن ارق

جو پہلے حضرت ابن عباسؓ کی مجلس میں حاضر ہو کر خوشہ چینی کیا کرتا تھا پھر اپنی کج فہمی اور
ضد کی وجہ سے غوارج کی شاخ ازرقہ کا رئیس بنا۔ ہامش بخاری ص ۱۱۱ و فتح الباری ص ۵۵۵
اور لسان المیزان ص ۱۱۱ میں ہے نافع بن الازرقی الخواری من رؤس الخوارج۔ وکان نافع
هذا من رؤس الخوارج والیہ تنسب الطائفة الازرقية۔ اھ) نے حضرت ابن عباسؓ
رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہا کہ:

اَلْحَبُّ اِجْدَی الْقُرْآنِ یعنی میں قرآن کریم میں ایسی چیزیں پاتا ہوں
اَشْیَاءٌ تَخْتَلِفُ عَلَیْكَ قَالَ فَكَلَّا جن میں مجھے اختلاف و تضاد معلوم ہوتا ہے مثلاً
اَنْصَابُ بَيْنَهُمْ وَلَا یَتَسَاءَلُوْنَ ایک مقام پر آتا ہے کہ قیامت کے دن لوگوں
وَاقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰی میں کوئی رشتہ ناطق نہ ہوگا اور نہ ایک دوسرے
بَعْضٍ یَسْأَلُ الْاُخَرَ سے سوال کریں گے اور دوسرے مقام پر ہے کہ ایک دوسرے
..... الخ پر متوجہ ہوں گے اور سوال کریں گے۔

پہلی آیت میں سوال کی نفی ہے جب کہ دوسری میں اثبات ہے اور دونوں میں تعارض
ہے اس شخص نے اپنی فہم کے مطابق مزید چار تضادات کا ذکر بھی کیا اور حضرت ابن عباسؓ
نے ان کا مفصل جواب دیا۔ (ملاحظہ ہو بخاری) اور پہلے تعارض کا یہ جواب دیا کہ نفی کا وقت
اور ہوگا اور اثبات کا وقت اور ہوگا تو تعارض نہیں (محصلہ) کیا واقعی یہ باور کر لیا جائے
کہ واقعی قرآن کریم کی آیات میں اختلاف و تضاد موجود ہے؟ الیاذ باللہ تعالیٰ کوئی مسلمان
اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ خود قرآن کریم کا اہل اور محکم فیصلہ یہ ہے۔ وَكُلُّكَانٍ مِنْ
عِنْدِ عَزِيزٍ اللّٰهِ لَوْ جَدُّوا فِیْهِ اِخْتِلَافًا كَثِیْرًا۔ (سورة النساء: ۸۲)
حالانکہ نفس الامر اور حقیقت میں اس میں اختلاف قلیل تو کیا سرے سے کوئی
اختلاف و تعارض اور تضاد ہے ہی نہیں، مگر کم فہموں اور کج فہموں کو اس میں کئی اختلافات
و تضادات نظر آئے اور آتے ہیں۔ کتب تفسیر میں اس کی بکثرت مثالیں موجود ہیں کہ بظاہر

فلاں آیت کا فلاں آیت سے تعارض معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت اور نفس الامر میں کوئی تعارض و تضاد نہیں ہے مفسرین کرام پہلے اس کی نشاندہی کرتے ہیں اور پھر اس کی تشریح کرتے ہیں اور کتب حدیث تو ایسے ظاہری تضادات سے بھری پڑی ہیں۔ مگر کوئی بھی ان کو ناقابل اعتبار نہیں ٹھہراتا بلکہ تطبیق دے کر تعارض کو رفع کیا جاتا ہے اور یہی اہل حق کا طریقہ ہے۔

محترم جناب می صاحب کا
طریقہ واردات

جناب اثری صاحب کی اس تنقیدی کتاب کا بیشتر حصہ دل کی بھڑاس نکالنے، ہلکی ٹھہب کو قائم رکھنے اور عناد کو اجاگر کرنے کے لیے وقف اور مختص ہے اور اس باطل دعویٰ پر مشتمل ہے کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی کتابوں میں تعارض و تضاد ہے۔ اثری صاحب کے تنقیدی انداز سے مندرجہ ذیل باتیں واضح ہوتی ہیں۔

۱۔ مثلاً یہ کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم ایک راوی کی ایک جگہ تضعیف کرتے ہیں اور دوسری جگہ خود ان سے روایت لیتے ہیں۔ جب ان کی اپنی باری آتی ہے تو راوی ان کے ہاں ثقہ ہو جاتا ہے اور جب دوسرے لوگ اس کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں تو وہ ضعیف ہو جاتا ہے۔ خاص طور پر محمد بن اسحاقؒ اور العلماء بن عبد الرحمنؒ وغیرہ کو احسن الکلام میں ان پر سخت جرح کرتے ہیں مگر دوسری کتابوں میں ان کی روایات سے استدلال کرتے ہیں۔

۲۔ جب ان کو خود ضرورت ہوتی ہے تو کتب اسماء الرجال سے روایت کی توثیق نقل کرتے ہیں اور جرحی کلمات نظر انداز کر دیتے ہیں اور اگر کسی راوی پر جرح نقل کرتے ہیں تو وہ لا یدفع بہ وغیرہ کا جملہ تو نقل کر دیتے ہیں مگر توثیق کا جملہ مثلاً یکتب حدیثہ وغیرہ نظر انداز کر دیتے ہیں۔

۳۔ ایک طرف تو وہ صحیحین اور مؤطا امام مالکؒ کی سب احادیث کو صحیح کہتے ہیں اور تنقید سے

بالا قرار دیتے ہیں اور ان کے تمام روایت کو ثقہ تسلیم کرتے ہیں اور دوسری طرف ان کی بعض احادیث پر تنقید کرتے ہیں۔

۴۔ چالیس سال تک پڑھانے کا دعویٰ کرنے کے باوجود بھی بعض روایت کے حالات سے بالکل بے خبر ہیں۔

۵۔ وہ کتابوں سے مفید مطلب حصہ تو اپنی تائید میں نقل کر دیتے ہیں اور بقیہ حصہ ترک کر دیتے ہیں۔

۶۔ ان کی کتابوں میں متعدد تضادات ہیں مثلاً ایک جگہ لکھتے ہیں کہ شاہنشاہ کا نام اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لیے جائز نہیں ہے اور دوسری طرف امام ابوحنیفہؒ کو شاہنشاہ بناتے اور بتلاتے ہیں حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم پر گرفت اور تنقید کرتے ہوئے اس قسم کی اور بھی کئی باتیں جناب اثری صاحب نے کی ہیں جن کا ہم بفضلہ تعالیٰ بالتفصیل جائزہ اور حقیقت قارئین کرام کے سامنے واضح کریں گے۔

اثری صاحب کے صد حیف
صد ہزار حیف

اثری صاحب نے اپنی اس تنقیدی کتاب کے ۱۸ تا ۲۵ میں حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی کتابوں سے ماخوذ چند اصول بیان کیے ہیں جن میں سے ہر ایک اصل کے پیچھے ٹکڑا امرت کی تائید موجود ہے اور ان اصولوں ہی کی روشنی میں حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے تصانیف فرمائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کسی قاعدہ کی خلاف ورزی نہیں کی۔ اگر کسی کو غلط سوچ یا جہالت کی وجہ سے خلاف ورزی نظر آتی ہے تو وہ اس کا اپنا قصور ہے۔ ص ۱۹ اور ص ۲۰ کے حاشیہ میں اثری صاحب نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ امام بخاریؒ کی جزاء القارۃ کے حوالہ سے مولانا صفدر صاحب نے جو عبارت پیش کی ہے وہ تمام محمد بن اسحاقؒ کی توثیق کے ضمن میں ہے۔ مگر صد حیف کہ ابن اسحاقؒ بصرہ بھی ضعیف اور متروک۔ (مصحف) مگر اثری صاحب کے صد حیف پر صد ہزار

حیف کو انہوں نے جمالت یا تجاہل مارفائد کا ثبوت دیا ہے۔ امام بخاری نے اس عبارت میں فرمایا: ان الزہری کان یتلقف المغازی من ابن اسحاق اور اخرج لی کتب ابن اسحاق عن ابیہ عن المغازی وخیرها فان تخت منہا کثیرا۔ کہ بہت بڑے مالکی عالم اسماعیل بن ابی اویس نے میرے آگے ابن اسحاق کی مغازی وغیرہاں جمع شدہ روایتوں کی وہ کتاب جو اس نے اپنے باپ سے نقل کی تھی کمول کر رکھ دی تو میں نے ان میں سے بہت سی احادیث منتخب کر لیں۔ (علی الاطلاق تمام کی تمام نہیں ہیں بلکہ ان میں سے منتخب کریں۔ مرتب)

اثری صاحب اس صد حیف کا اظہار تب کرتے کہ امام بخاری نے علی الاطلاق محمد بن اسحاق کی توثیق کی ہوتی اور اسکی تمام روایات کو لیا ہوتا حالانکہ وہ تو زیادہ تر مغازی کے بارہ میں فرمایا ہے ہیں اور یا پھر حضرت شیخ الحدیث صاحب دام محمد ہم نے ابن اسحاق کو بالکل ناقابل اعتبار قرار دیا ہوتا تو رب اثری صاحب حیف کا اظہار کرتے حالانکہ حضرت شیخ الحدیث صاحب تو مغازی میں محمد بن اسحاق کو امام کہتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو حسن الکلام ص ۲۲ طبع چہارم) اور امام بخاری نے بھی یہاں زیادہ تر بحث مغازی کے سلسلہ میں ہی کی ہے، انوار اثری صاحب کو اس پر صد حیف نہ ہو بلکہ ہر اہل علم و انصاف کو اثری صاحب کے اس صد حیف پر صد ہزار حیف ہے۔

صحیحین اور مؤطا امام مالک کی بعض روایات پر تنقید

کو صحیح قرار دیتے ہیں اور ان کو تنقید سے بالاتر سمجھتے ہیں اور دوسری طرف طلب ہاری اور تعصب میں ان کو ان کی بعض روایات کو تنقید کا نشانہ بناتے ہیں۔

اس سلسلہ میں حضرت والد محترم شیخ الحدیث صاحب دام محمد ہم سے جب پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ راستہ ہمیں بعض محدثین کو امام اور خود غیر مقلدین حضرات نے بتایا ہے جس

پر امام بخاری کا رد ہوتا ہے۔ ذیل کے حوالوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔

۱۔ امام ابن صلاح فرماتے ہیں کہ صحیحین کی روایات تلقی ائمت بالقبول کی وجہ سے صحیح ہیں:

سوی احرف یسیرۃ تکلم علیہا بغیر تھوڑے سے حروف (وکلمات) کے جن پر بعض اہل النقد من الحفاظ کالدرا قطنی بعض حفاظ ناقدین مثلاً امام دارقطنی وغیرہ نے تنقید وغیرہ وہی معنی خفہ عند اہل ہذا کی ہے اور علم حدیث جاننے والوں کے ہاں یہ الشان۔ (مقدمہ ابن الصلاح ص ۱۹) معروف ہیں۔

اس سے ظاہر ہوا کہ بعض حفاظ حدیث نے صحیحین کی بعض روایات پر تنقید کی ہے اگرچہ حافظ ابن حجر وغیرہ نے ان کے جوابات بھی دیئے ہیں مگر تنقید کا انکار تو نہیں کیا جاسکتا۔ بعض روایات پر تنقید ہوئی ہے۔

۲۔ امام ابن الصلاح کے حوالے سے یہی عبارت تدریب الراوی ص ۱۳۲ میں بھی موجود ہے۔

۳۔ امام ابن الصلاح کے حوالے سے لعلینہ یا عیار قاضی کوئی نے بھی نیل الاوطار ص ۲۲ میں نقل کی ہے۔

۴۔ علامہ طاہر بن صالح الحارثی نقل کرتے ہیں:

فما اخذ علیہما یعنی علی البخاری و یعنی بخاری و مسلم کی جن احادیث پر قابل اعتماد مسلم و قدح فیہ معتمد من الحفاظ حفاظ کی طرف سے جو مواخذہ اور گرفت ہوئی ہے فہو مستثنیٰ معاذکرنا لعدم الاجماع ایسی حدیثیں صحیح ہونے سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ ان علی تالیقہ بالقبول انتہی وہو احترام کی تلقی بالقبول پر ائمت کا اجماع نہیں ہے علامہ حسن۔ (توجیہ النظر ص ۹۵) جزائری فرماتے ہیں کہ یہ احراز عمد ہے

۵۔ امام نووی نے مقدمہ شرح مسلم ص ۱۱ میں فما اخذ سے بالقبول تک کی عبارت نقل کر کے آگے نقل کیا ہے وما ذلک الا ف مواضع قليلة۔ یعنی یہ تنقید کم مقامات میں ہوئی ہے (مگر ہوئی ہے مرتب)

۶۔ مشہور غیر مقلد عالم حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب روپڑی لکھتے ہیں کہ کسی حدیث کا

ان کتابوں میں ہونا جو بخاری و مسلم پر بطور تخریج لکھی گئی ہیں صحت کے لیے کافی ہے جیسے کتاب ابی عوانہ للاسفراسنی اور کتاب ابی یحییٰ اسماعیلی اور کتاب ابی یحییٰ زکریا وغیرہ یہ محدثین بخاری و مسلم کی احادیث کو اپنی اسناد سے روایت کرتے ہیں جن میں بخاری و مسلم کا واسطہ نہیں ہوتا اور ان کا مقصد بخاری و مسلم کی احادیث میں کمی بیشی کو بیان کرنا ہے مثلاً بخاری و مسلم کی حدیث میں کوئی محذوف ہو تو اس کو ذکر کر دیا۔ ۱۰ (رسالہ رفع البیان و آمین ص ۱۳۳) اس کے معلوم ہوا کہ بخاری و مسلم کی بعض احادیث میں کمی بیشی ہوئی ہے جس کو ان حضرات محدثین کو امام نے پورا کیا ہے جن کے نام اوپر بیان ہو چکے ہیں مثلاً مسلم کی روایت میں لا یرفعہما کا جملہ چھوٹ گیا ہے اور امام ابو عوانہ نے صحیح عوانہ میں یہ کمی پوری کی ہے پوری عبارت یوں ہے، وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَنْكَحَ وَهَبَتْ مَا يَنْكَحُ مَا تَرَ وَأَسْتَحْضَتْ
الْفَرْجَ لَا يَنْكَحُ مَا تَرَ... الخ۔ اور جب رکوع جانے یا رکوع سے سر اٹھانے کا ارادہ فرماتے تو رفع یدین نہ کرتے تھے۔

۷ دور حاضر میں غیر مقلدین حضرت کے استاذ العلماء (اور جناب اثری صاحب کے بھی استاد) مدرس عالم حضرت مولانا حافظ محمد صاحب گوندلویؒ اس نظریہ پر کہ صحیحین میں تدلیس ضرر نہیں گرفت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: مگر یہ قاعدہ ان احادیث میں چلتا ہے جہاں تنقید نہ ہوئی ہو۔ یہ قاعدہ ہر جگہ جاری نہیں ہوتا اور حدیث زیر بحث پر تنقید ہو چکی ہے۔

(خیر الکلام ص ۴۲)

۸ مولانا حافظ محمد صاحب گوندلویؒ کے شاگرد اور اس وقت غیر مقلدین کے تقریری مدت میں وکیل اعظم مولانا ارشاد الحق صاحب اثری اپنی اسی زیر نظر کتاب "مولانا سرفراز صفدر اپنی تصانیف کے آئینہ میں" ص ۲۸ پر اپنے استاد محترم کی تقلید کرتے ہوئے لکھتے ہیں صحیحین میں مدرس راویوں کی احادیث محمول علی السماع ہیں لیکن یہ قاعدہ ان احادیث کے بارے میں ہے جہاں تنقید نہ ہوئی ہو اور اس روایت پر تنقید ہو چکی ہے۔ ۱۰۔ اور

توضیح الکلام ص ۱۴۱ میں خیر الکلام ص ۱۸۹ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ اہمت نے مسلم کی ان روایات کو جن پر تنقید نہیں ہوئی صحیح تسلیم کیا ہے.... الخ۔

اس سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ صحیحین کی بعض روایات پر تنقید ہوئی ہے۔ جب ان کے نزدیک بھی صحیحین کی بعض روایات پر تنقید ہوئی ہے تو حضرت شیخ الحدیث صاحب دام محمد ہم پر اس بارہ میں تنقید سے پہلے اپنے اور اپنے استاد محترم کے نظریہ پر ہی غور کر لیتے اور اپنی عبارات ہی کی لاج رکھ لیتے مگر مولانا صفدر صاحب کی تصانیف کی قبولیت نے اثری صاحب کے پیٹ میں ایسا موڑ ڈالا کہ اپنی حالت بھی بھول بیٹھے جب اثری صاحب اور ان کے استاد محترم صحیحین کو صحیحین بھی مانتے ہیں اور ان کے نزدیک صحیحین کی بعض روایات پر تنقید ہوئی ہے تو پھر اگر کوئی اور ان کی نقل آتا ہے تو برداشت کرنی چاہیے اور اگر یہ جرم ہے تو پھر عذر

این گناہیست کو در شہر شمانیز کنند

۹ علامہ سیوطی تدریب الراوی میں علامہ ابن صلاح کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ امام مسلمؒ پر یطعن کیا گیا ہے کہ انہوں نے بعض روایات ایسی لائی ہیں جو شرط صحیح پر نہیں تو اس کے جوابات میں سے ایک جواب یہ دیا: الشانی۔ ان ذلک فی المتابعات والشواہد لاف الاصول۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ امام مسلم ان کمزور روایات کو اصول میں نہیں بلکہ متابعات اور شواہد میں لائے ہیں۔ (تدریب الراوی ص ۹۶) بات واضح ہے کہ کمزور روایات موجود ہیں مگر ان کو متابعات اور شواہد کے طور پر لایا گیا ہے۔
۱۰ علامہ سیوطی تدریب الراوی میں صحیح بخاری کو صحیح مسلم پر ترجیح کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک وجہ یہ ہے کہ بخاری میں متکلم فیہ راوی کم ہیں بہ نسبت مسلم کے ولا شك ان التخریج عن لم يتكلم فيه اصلاً اولی من التخریج عن لم يتكلم فيه، ان لم يكن ذلك الكلام قادماً.
(تدریب الراوی ص ۹۶)

اور کوئی شک نہیں کہ ان راویوں سے تخریج جن پر بالکل کلام نہیں ہوا، بہتر ہے نسبت ان راویوں سے تخریج کے جن کے بارے میں کلام کیا گیا ہے اگر یہ کلام قاصر (راوی کو ناقابل اعتبار بنانے کی حد تک) نہ ہو۔ **بَلَدٌ عَشْرٌ مِّنْ اُمَّلَةٍ**۔

ان حوالہ جات سے واضح ہو گیا کہ محدثین کو باوجود صحیحین ماننے کے ان کی بعض روایات پر کلام کرتے ہیں اور یہی کچھ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجد ہم نے کیا ہے۔ مگر اثری صاحب لکھ کر حضرت شیخ الحدیث صاحب ام مجد ہم کے پیچھے پڑ گئے اور یہ بھی نہ سوجھا کہ یہ لکھ خود مجھے اور میرے استاد محترم کو بھی لگے گی۔

سہ کہنے کو یہ اک بات تھی لفظوں کے تیر تھے

اثرات اس کے دیکھ دل پاش پاش دیکھ

یہاں ایک اور بات بھی ملحوظ خاطر رہے۔ مولانا عثمانی لکھتے ہیں:

ولایلمزم من اجماع الاممہ علی کو ذہا محدثین کو ائمہ کی مطلق میں صحیحین کی امارت
دای احادیث الصحیحین صحیحۃ حسب کے صحیح ہونے پر اجماع سے یہ لازم نہیں آتا کہ انکے
مصطلح الحدیث اجماع علی اہل بضوہا مضمون پر عمل کرنا بھی اجماعی امر ہے۔

(مقدمۃ فتح الملہم ص ۱۰)

یعنی اجماع علی الصحۃ اور امر ہے اور عمل کا معاملہ جدا ہے باوجود سند کے لحاظ سے صحت پر اجماع سے ان پر عمل کے لحاظ سے اجماع نہیں ہے۔ غیر مقلدین حضرات بھی صحیح حدیث صحیح حدیث کی رٹ لگانے کے باوجود طبقہ اولیٰ کی بعض روایات پر عمل نہیں کرتے گریں بہر خیر سے وہ پھر بھی اہل حدیث ہیں۔

موطا امام مالک امام ابن عبد البر موطا امام مالک مٹے کی ایک روایت کے بارے میں لکھتے ہیں: **هَذَا قَالَ مَالِكٌ فِي هَذِهِ الْحَدِيثِ أَحَدِي عَشْرَ رَكْعَةٍ وَغَيْرِهِ يَقُولُ فِيهِ أَحَدِي وَعَشْرِينَ**۔ (التمہید ص ۱۱۱)

اور امام زرقانی فرماتے ہیں: **قال ابن عبد البر ان الغلب عندی ان قولہ احدی عشر وہو**۔ (زرقانی ص ۲۱۵) اس سے ثابت ہوا کہ موطا امام مالک میں بھی بعض روایات وہم سے خالی نہیں ہیں۔ خود غیر مقلدین حضرات موطا امام مالک کی بیس رکعت تراویح والی روایت کو منقطع اور غیر صحیح قرار دینے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں اور اس کو نہ ماننے کی قسم کھائے ہوئے ہیں۔ اس نظریہ کے لحاظ سے صحیحین اور موطا امام مالک کی جو روایات تنقید اور وہم سے مبرا ہوں وہ بالکل صحیح ہیں اور اس پر اہمیت کا اجماع ہے یعنی اکثریت کے نزدیک وہ صحیح ہیں۔ خود اثری صاحب لکھتے ہیں: جبکہ اجماع کا لفظ کبھی اکثریت پر بولا جاسکتا ہے: (توضیح الکلام ص ۱۱۱)

اثری صاحب کے مغالطہ یا انکی شاطرانہ چال حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجد ہم کی ایک عبارت بار بار ذکر کر کے اثری صاحب اپنے علمی ذہن سے اس کا جو خود ساختہ مفہوم واضح کر رہے ہیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ

ہم اس عبارت کی وضاحت کر دیں حضرت دام مجد ہم نے تبرید النواظر میں فرمایا۔ ہم ایک اصولی بات عرض کر دیں وہ یہ کہ اس جواب کے قبل قول اور فہر دوم میں ہم نے جو حدیثیں پیش کی ہیں وہ طبقہ اولیٰ (یعنی بخاری، مسلم اور موطا امام مالک) کی ہیں جن کی سند پر کسی کو کلام اول جرح کرنے کا حضرات محدثین کو ائمہ کے نزدیک حق نہیں پہنچتا۔ (تبرید النواظر ص ۱۷۸) اس عبارت میں جن کی سند پر سے مراد وہ روایات ہیں جو حضرت دام مجد ہم نے پیش کی ہے کیونکہ جب حضرات محدثین کو ائمہ سے ان پر جرح ثابت نہیں تو کسی کو جرح کا حق نہیں ہے اور اگر جن کی سند پر سے مراد وہ کتابیں ہوں جیسا کہ اثری صاحب سمجھ رہے ہیں تب بھی حضرت دام مجد ہم کی عبارت کا وہ غور نہیں بنتا جو اثری صاحب بیان کر رہے ہیں اس لیے کہ حضرت دام مجد ہم نے فرمایا ہے کہ حضرات محدثین کو ائمہ کے نزدیک ان کی سند پر کسی کو جرح کا حق نہیں اور یہ واضح بات ہے کہ جن روایات پر یا ان کی اسناد پر حضرات محدثین کو ائمہ سے جرح

منقول نہیں ان پر جرح کا بعد میں کسی کو حق نہیں ہے۔ اس عبارت سے یہ کہاں ثابت ہو رہا ہے کہ ان کتب کی اسناد پر بالکل جرح کا حق نہیں۔ اگر یہ ہوتا تو حضرت دام مجہم نہ تو اپنی کتابوں میں ان کتب کی بعض روایتوں پر بحث کرتے اور نہ کسی کو حق دیتے حالانکہ جرح حضرت نے ان کتب کی بعض روایات پر جرح کی ہے حضرت دام مجہم نے اس جرح کا جواب دیا ہے یہ نہیں کہا کہ ان کتب کی اسناد پر جرح کا حق نہیں۔ اثری صاحب یا تو اس عبارت کو سمجھے ہی نہیں یا پھر عوام کو دھوکا دینا چاہتے ہیں۔

صحیحین اور مؤطا کی روایات پر تنقید کے بارہ میں اثری صاحب کے اعتراضات کی حقیقت گذشتہ اوراق میں اصولی طور پر ہم نے بحث کر کے اثری صاحب کے اعتراضات کا جواب دے دیا ہے مگر اثری صاحب کی تسلی کے لیے ان اعتراضات کے تفصیلی جوابات دیتے جا رہے ہیں جو اس بارہ میں اثری صاحب نے کیے ہیں۔

پہلا اعتراض محترم جناب اثری صاحب نے ص ۲۵ اور ص ۲۶ میں جو بحث کی ہے اس کے سندر جہ ذیل باتیں ظاہر ہوتی ہیں :

۱۔ مولانا صفدر صاحب صحیحین کی روایات کو صحیح بھی مانتے ہیں اور خزان السنن میں ایک روایت کو مضطرب قرار دیا ہے۔

۲۔ مضطرب روایت ضعیف ہوتی ہے۔

۳۔ صحیحین میں مرفوع روایت ہے اور غیر صحیحین میں موقوف روایت ہے تو مرفوع اور موقوف کے بارہ میں صحیحین اور غیر صحیحین کی روایات میں تعارض کا قول کیا ہے۔

۴۔ علامہ اصبہلی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ ان چار مقامات میں سے ایک مقام ہے جہاں نافع نے سالم کی مخالفت کی ہے۔ باقی تین روایات میں سے ایک روایت زہدین کی پیداوار میں عشر کے معاملہ میں اخاف کا مسئلہ ہے تو کیا علامہ اصبہلی کے کہنے پر بخاری کی اس روایت کو حضرت موصوف موقوف ہی تسلیم کریں گے؟ (مصل)

یہ سب باتیں اثری صاحب کے سطحی ذہن کی پیداوار ہیں یا پھر وہ صرف عوام کو مغالطہ دینا چاہتے ہیں۔ اصول حدیث کی وہ کتابیں جن کے حوالہ جات انھوں نے اپنی کتاب میں دیے ہیں۔ واقعی وہ کتابیں اگر اثری صاحب کے زیر مطالعہ رہی ہیں تو پھر یہ بات برملا کی جاسکتی ہے کہ وہ تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہوئے صرف عوام کو دھوکا میں مبتلا کر کے اپنے حسد کی آگ کو ٹھنڈا کرنا چاہتے ہیں ان باتوں کے ترتیب وار جوابات ملاحظہ فرمائیں :

پہلی بات : کہ صحیحین کی روایت کو مضطرب کہا ہے۔

الجواب : پہلے یہ بات گزر چکی کہ صحیحین کی بعض روایات پر حضرات محدثین کرامؒ نے کلام کیا ہے جن روایات پر کلام کیا ہے ان میں سے ایک قسم کی روایات وہ ہیں جن میں الفاظ کا تغیر (یعنی کمی بیشی) ہو گیا کہ علامہ سیوطیؒ تدریب الراوی میں لکھتے ہیں :

السادس۔ ما اختلف فيه بتغيير الفاظ المتن فهذا اكثر ما يترتب عليه قدح لا مكان الجمع او الترجيح انتهي۔ (تدریب الراوی ص ۱۱۱)

اور اسی قسم کی عبارت مقدمہ فتح الباری کے حوالہ سے محدث مبارک پوریؒ نے نقل کی ہے۔ (ابکار المنن ص ۲۵۵) اور مضطرب روایت کی تعریف یہ ہے : ماروی

على اوجه مختلفة متساوية في القوة (تيسير الحديث ملك وقواعد في علوم الحديث ص ۲۱)

اور علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں : الذي يروى على اوجه مختلفة متقاربة (تدریب الراوی ص ۱۱۱)

مضطرب کی تعریف اور صحیحین کی حکم فیہ روایات کی چھٹی قسم جو تدریب الراوی میں بیان ہوئی اہل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ صحیحین میں مضطرب روایات موجود ہیں۔

نیز ایک مقام میں جب علامہ نمبوتیؒ نے یہ فرمایا کہ یہ روایت باوجود اس کے کہ صحیحین میں ہے

اس کے باوجود مضطرب ہے تو محدث مبارک پوریؒ نے اس پر گرفت کرتے ہوئے فرمایا کہ نمبوتی

صاحب نے حدیث میں اضطراب ثابت کرنے کے جو وجوہ بیان کیے ہیں وہ درست نہیں کیونکہ

جمع یا ترجیح کا امکان موجود ہے۔ (ابکار المنن ص ۲۵۵) ان حوالہ جات سے یہ بات واضح

ہو جاتی ہے کہ صحیحین کی روایات میں بعض مضطرب روایات بھی ہیں مضطرب کا قول کرنا کوئی انوکھی بات نہیں بلکہ محدثین کرام کے قاعدہ کے مطابق ہے ورنہ مبارکپور جی صاحب یہ جواب نہ دیتے کہ وجہ درست نہیں۔ بلکہ یہ جواب دیتے کہ صحیحین کی روایات میں مضطرب سرے سے ہے ہی نہیں۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے جس روایت کے بارہ میں فرمایا کہ اس میں اضطراب ہے وہ روایت حضرت ابن عمرؓ سے بخاری میں ہے جس میں شرف نماز رکوع جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت تین دفعہ رفع یدین کا ذکر ہے اور حضرت ابن عمرؓ کی روایت بخاری میں ہے چار دفعہ رفع یدین کی ہے تین یہ اور چوتھی دفعہ تیسری رکعت کے لیے اٹھنے پر اور حضرت ابن عمرؓ کی روایت جزر رفع الیدین میں امام بخاریؒ ہی نے نقل کی ہے جس میں پانچ دفعہ رفع یدین کا ذکر ہے چار یہ اور پانچویں دفعہ سجدہ کے لیے۔ تو یہ اضطراب نہیں تو اور کیا ہے ؟ دوسری بات : اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب معترف ہیں اضطراب متن میں ہو یا سند میں موجب ضعف ہوتا ہے۔ (خزان السنن ۲۵۲)

الجواب : اثری صاحب نے یہ عبارت نہ جانے کس خزان السنن سے لی ہے اس لیے کہ حضرت دام مجدہم کے افادات والی خزان السنن کے ۲۵۲ پر تو یہ عبارت قطعاً نہیں ہے۔ اس پر ہم اثری صاحب سے یہی کہیں گے کہ مولانا صفدر صاحب کی کتابوں پر تنقید کے بھوت نے اثری صاحب کو اتنا مدبوش کر دیا ہے کہ ان کو اپنے آپ کی بھی ہوش نہیں رہی۔ خزان السنن کے مولانا صفدر میں تو یہ عبارت نہیں الیحدۃ پر یہ عبارت ہے ؟ اور اصول حدیث کا مسئلہ ہے کہ روایت مضطرب ضعیف ہوتی ہے اور اثری صاحب کے استاد محمد بن محمدؒ گوندلوی صاحب لکھتے ہیں پس اگر متن شاذ ہو یا اس میں کوئی علت ہو یا ارسال والقطاع کی صورت ہو تو یہ احادیث اگرچہ اول درجہ

کے ثقہ راویوں سے ہوں پھر بھی ضعیف ہوں گے۔ (خیر الکلام ۱۸۴) اضطراب بھی روایت میں علت ہوتی ہے اس لیے اسکی وجہ سے بھی ضعف ہوگا غواہ وہ روایت کسی کتاب میں ہو کیونکہ محدث گوندلوی نے قاعدہ علی الاطلاق بیان کیا ہے۔ صحیحین کی استناد نہیں کی تو قاعدہ کے مطابق اگر روایت پر ضعف کا حکم صادر ہوتا ہے تو اس میں حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کا کیا تصور ہے ؟

ضروری وضاحت اثری صاحب یا ان کا طبقہ کہیں یہ مغالطہ نہ دیں کہ صحیحین کی روایت کو ضعیف کہہ دیا اس لیے یہ وضاحت ضروری ہے کہ ضعف کے درجات ہیں علامہ سیوطی ضعیف کی تعریف کے تحت فرماتے ہیں : ضعف قسمہ ابن الصلاح الی اقسام کثیرہ باعتبار فقد صفة من صفات القبول الستة وهي الاتصال والعدالة والضبط والمتابعة في المستور وعدم الشذوذ وعدم العلة۔ (تدریب الراوی ص ۱۲۱) یعنی صفات قبول میں سے ہر ایک فقدان پر درجہ بدرجہ ضعف ثابت ہوگا اور علت کا پایا جانا بھی ضعف کا باعث ہے اور پہلے محدث گوندلوی کی عبارت گزر چکی کہ جس روایت میں علت ہو اگرچہ درجہ اول کے ثقہ راویوں سے ہو پھر بھی ضعیف ہوگی۔ ثقہ راویوں کے اعتبار سے صحیح ہوگی مگر علت کی وجہ سے ضعیف ہوگی۔ نیز یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ ضعف اضافی چیز ہے۔ ہر روایت اپنے سے مافوق کے لحاظ سے ضعیف ہوگی اور علت والی روایت اسی درجہ کی غیر علت والی روایت سے ضعیف ہوگی اور اسی پر ترجیح کا مدار ہے اور حضرت شیخ الحدیث دام مجدہم نے بھی یہی فرمایا ہے کہ۔ الفرض روایات اور روایات کے اتنے کثیر اور شدید اختلاف کی موجودگی میں قطعیت کے ساتھ کسی ایک شق کو متعین کرنا مشکل ہے۔ (خزان السنن ۲۵۲) یہ روایات ثقہ راویوں کے لحاظ سے بے شک اپنے مقام میں صحیح ہیں مگر اضطراب کی وجہ سے ان پر عمل مشکل ہے اس لیے ان روایات کی بہ نسبت دوسری صحیح روایات

کو لینا جن میں اضطراب نہیں زیادہ رائج اور بہتر ہے۔ تو یہ ضعف ان روایات کے اعتبار سے جو اسی درجہ کی ہیں اور ان میں اضطراب نہیں ہے۔

تیسری بات کو صحیحین میں روایت کو مرفوع بیان کیا گیا ہے اور دوسری روایات میں موقوف۔ اور مولانا صفدر صاحب نے صحیحین میں مرفوع کے مقابلہ میں موقوف ہونے کے قول کو ترجیح دی ہے۔

الجواب۔ یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ صحیح روایات صرف صحیحین ہی میں نہیں بلکہ اس درجہ کی روایات دوسری کتابوں میں بھی موجود ہیں تو اسی درجہ کی صحیح روایت کو صحیحین میں موجود کے برابر یا مفہوم میں مخالف ہونے کی وجہ سے متعارض قرار دیا جاسکتا ہے پھر حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجد ہم نے تو حضرات محدثین کرام، امام زرقانی اور علامہ اسیلی سے نقل کیا ہے تو اثری صاحب کا اصل اعتراض تو پھر ان حضرات محدثین کرام پر ہوا اور یہ قاعدہ بھی پیش نظر رہے کہ صحیحین کے ساتھ اسی درجہ کی دوسری روایات کے متعارض کی صورت میں صرف بخاری و مسلم میں روایت کا ہونا تقدیم کا سبب نہیں بلکہ خارج سے وجہ ترجیح کا اعتبار ہوگا۔ (قواعد فی علوم الحدیث ص ۱۷)

اس اعتراض سے قبل اگر اثری صاحب اپنے گھر میں جھانک لیتے تو یقیناً ان کو اس بھی بھیا نہ نظر نظر آتا۔ محدث مبارک پوری صاحب بحیرہ تحریر کے وقت ہاتھ کہاں تک اٹھائے جائیں پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

قلت لکن لا اختیار الشافعی حدیث نہیں کہتا ہوں کہ امام شافعی نے حضرت ابو حمزہ
ابن حمید وغیرہ رجھاوہو وغیرہ کی روایت کو اختیار کیا ہے تو اس کی وجہ
انہ اصح واثبت من حدیث ہے اور وہ روایت حضرت وائل کی حدیث
وائل - (ابکار المنن ص ۱۰۵) سے اصح واثبت ہے۔

محدث مبارک پوری صاحب حضرت وائل کی حدیث سے رجھاوہو وغیرہ کی روایت

کو اصح واثبت فرما رہے ہیں حالانکہ حضرت وائل کی روایت مسلم بیہوش کی اور حضرت ابو حمزہ کی روایت ابوداؤد صلیٰ اور ابن ماجہ صلیٰ وغیرہ کی ہے۔ اثری صاحب ذرا لٹھلٹھے دل سے غور فرمائیں کہ صحیحین کی روایات کے ساتھ ان کے برابر کی دوسری روایت کو اگر برابر قرار دینا جرم ہے تو صحیحین کی حدیث پر دیگر کتب کی روایت کو اصح واثبت کہنا کیا جرم ہوگا؟ چوتھی بات کو علامہ اسیلی کے کتب پر بخاری کی اس روایت کو بھی حضرت موموف موقوف ہی تسلیم کریں گے جو زمین سے پیدا ہونے والی اشیاء پر عشر کے بارہ میں احناف کی دلیل ہے؟

الجواب : اثری صاحب : روایت کے موقوف ہونے کی صورت میں بھی ہمارا استدلال درست ہے یہ نظریہ آپ لوگوں کا ہے کہ موقوفات مجاہد حجت نہیں ہیں اور ہمارے ہاں موقوفات صحابہ خصوصاً ایسی باتیں جو قیاس اور رائے سے معلوم نہ کی جاسکے وہ حجت ہیں۔ (ملاحظہ ہو حسانی ص ۱۲۱ و نورالانوار ص ۱۲۱) نیز علامہ اسیلی نے جو یہ فرمایا کہ چار مقامات میں نافع نے سالم کی مخالفت کی ہے۔ نافع موقوف اور سالم مرفوع بیان کرتے ہیں ان میں رفع یدین والی روایت اور عشر کے بارہ میں احناف کی استدلال روایت بھی ہے۔ اثری صاحب اگر علامہ اسیلی کی عبارت پر تھوڑا سا غور کریں تو یقیناً ان کو رفع یدین اور عشر والی روایات میں فرق نظر آجائے گا۔ رفع یدین والی روایت میں علامہ اسیلی کے قول کے ساتھ ساتھ امام مالک کا روایت نہ لینا بھی ہے جب کہ عشر والی روایت میں علامہ اسیلی کا قول ہی ہے جس کی صحت و قبح کے لحاظ سے جانچ پڑتال کی جاسکتی ہے۔

دوسرا اعتراض : رفع یدین کے بارہ میں بخاری کی مرفوع روایت کے بارہ میں اقوال نقل کر کے کہا ہے کہ یہ موقوف ہے اور مرفوع قرار دینے میں بخاری کے راوی عبدالاعلیٰ کی جانب غلطی کی نسبت کی ہے۔ (محصلہ)

الجواب | یہ اعتراض بھی اثری صاحب کے اصول حدیث کے قواعد سے آنکھیں بند کر لینے کا نتیجہ ہے یا محض دھوکا دینا ہے ورنہ اثری صاحب کو معلوم ہوگا کہ صحیحین کے اسناد کے انقطاع وارسال اور بعض رواۃ پر وہم کا حکم لگانے کے بارہ میں حضرات محدثین کرامؒ نے بحث کی ہے۔ اگر اثری صاحب آنکھیں کھول کر تدریب الراوی کی اس عبارت کو پڑھ لیتے تو یقیناً وہ یہ اعتراض نہ کرتے۔ علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں :

القسم الخامس ما حکوفیه یعنی صحیحین کی نظم فیہ روایات کی پانچویں قسم ہے علی بعض الرواۃ بالوہو فممنہ ما جس میں بعض ذات پر وہم کا حکم لگایا گیا ہے تو لا یؤثر ومنہ ما یؤثر۔ (تدریب الراوی ص ۱۳۱)

اس عبارت سے واضح ہے کہ حضرات محدثین کرامؒ نے صحیحین کے راویوں میں سے بعض کی جانب وہم کی نسبت کی ہے اور اس کے باوجود وہ صحیحین کو صحیحین ہی مانتے ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے بھی حضرت امام ابو داؤدؒ سے نقل کیا ہے کہ صحیح بات یہ ہے کہ روایت مرفوعہ نہیں بلکہ موقوف ہے اور علامہ ابن حجرؒ سے نقل کیا ہے کہ عبد الاعلیٰ راوی نے اسے مرفوع بیان کرنے میں غلطی کی ہے۔

اثری صاحب کو یہ اعتراض حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی بجائے امام ابو داؤدؒ پر کرنا چاہیے جنہوں نے الصحیح قول ابن عمرؓ لیس دمر فروع فرمایا ہے اور یا اعتراض علامہ ابن حجرؒ پر کریں جنہوں نے یہ بات اسماعیلی کی عن بعضہ شاذہ نقل کی ہے کہ غلطی عبد الاعلیٰ نے کی ہے۔ یا اعتراض اسماعیلی اور اس کے مشائخ پر کریں حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم تو ناقل ہیں اور ناقل کے ذمہ ثبوت نقل یعنی حوالہ ہوتا ہے وہ بفضلہ تعالیٰ انہوں نے بیان کیا ہوا ہے۔

اثری صاحب کا یہ کہنا کہ امام داؤدؒ کا قول الاشہد بالصواب قول عبد الاعلیٰ مولانا صفدر صاحب کی نظر سے ادھیل ہو گیا تو اس پر ہم یہی کہیں گے کہ امام ابو داؤدؒ اور

امام داؤدؒ کی تقابل کی صورت میں ترجیح امام ابو داؤدؒ کو ہوگی اور پھر یہ بات بھی ملحوظ ہے کہ امام ابو داؤدؒ الصحیح قول ابن عمرؓ لیس دمر فروع یقین کے ساتھ فرما رہے ہیں جو کہ اس بارہ میں ان کی تحقیق پر دال ہے جب کہ امام داؤدؒ نے الاشہد بالصواب کے الفاظ فرما رہے ہیں جو امام ابو داؤدؒ کے الفاظ کی بہ نسبت یقین کو ثابت کرنے میں یقیناً کمزور الفاظ ہیں۔

حیرانگی کی بات ہے کہ اثری صاحب اور ان کا طبقہ اپنی باری آئے تو صحیحین کی روایات کو راوی پر تدلیس کا الزام لگا کر رد کر دیں۔ (تحقیق الکلام ص ۸۴) اور صحیح مسلم کے راوی کے بارہ میں یوں کہ دیں قلت لاشک ان سلیمان التیمی ثقۃ لکنہ قد تقرر فی مقہ ان الثقۃ قد یدھم ویخلط (ابکار المنن ص ۱۵۱) اور جب دوسروں کی باری آئے تو قاعدہ کے مطابق بحث و نقد جو حضرات محدثین کرامؒ نے کیا ہو اس کے نقل کرنے پر بھی ملعن و تشنیع کی توپ کھول دیں اور پھر اثری صاحب پر بہت ہی حیرت ہے کہ انہوں نے حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی یہ عبارت نقل نہیں کی کہ : اور امام بخاریؒ نے ص ۱۲۰ میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (کہ اس روایت کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف ہے)

تیسرا اعتراض | اثری صاحب ص ۲۸ اور ص ۲۹ میں لکھتے ہیں مولانا صفدر صاحب نے صحیح مسلم کی روایت کو شاذ و منکر کہا ہے اور کہا ہے کہ علامہ ابن عبد الرحمن اس کا راوی ضعیف ہے۔ (محصلہ)

الجواب | محترم جناب اثری صاحب سے گزارش ہے کہ اگر صحیح مسلم کی روایت کو شاذ کہنا جرم ہے تو اس جرم میں آنجناب کے استاد محترم محدث گوندلویؒ بھی شریک ہیں وہ مسلم ہی کی روایت کے بارہ میں لکھتے ہیں خلاصہ کلام یہ ہوا کہ یہ جملہ وراذخا قرأنا فاصبحنا صحیح نہیں ہے بلکہ شاذ ہے۔ (خیر الکلام ص ۸۴)

اور خود اثری صاحب نے بھی اپنے استاد محترم کی تقلید کرتے ہوئے ان الفاظ کو شاذ کہا ہے۔ (توضیح الکلام ص ۲۳) اثری صاحب پر تعجب ہے کہ جو کام خود بھی کرتے ہیں اس کے کرنے پر دوسروں کو طعن دیتے ہیں۔

چوتھا اعتراض اثری صاحب ص ۳ پر لکھتے ہیں کہ خزائن السنن میں لکھا ہے کہ مؤطا امام مالک کی احادیث بلا استثناء سب صحیح ہے۔ اور اہل حدیث کا اتفاق ہے کہ اسکی سب روایات صحیح ہیں اور پہلے ہم باحوال نقل کر آئے ہیں کہ مولانا صاحب فرماتے ہیں بخاری مسلم اور مؤطا کی سند پر کسی کو جرح کرنے کا حق نہیں پہنچتا۔ ہم مقتدر علمائے احناف سے نقل کر چکے ہیں کہ اس حدیث پر جرح محض جہالت اور انتہائی تعصب کا شاخسانہ ہے۔ (محصّل)

الجواب اثری صاحب نے اپنے اس بیان میں دہل اور جہالت کی حد کر دی۔ ہم تو اثری صاحب کا کچھ شہرہ سننے تھے مگر جب ان کو پڑھنے کا موقع ملا تو وہ غیر مقلد کے غیر مقلد ہی نکلے۔ اگر اثری صاحب تعصب کی پٹی آنکھوں سے اتار کر بات کرتے تو یقیناً یہ لکھتے کہ مولانا صفدر نے علامہ سیوطی کا قول نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ فالصواب ان المؤطا صحيح لا يستثنى منه شيء۔ اور پھر اثری صاحب نے جو یہ کہا ہے کہ اہل حدیث کا اتفاق ہے کہ اس کی سب روایات صحیح ہیں یہاں بھی عربی عبارت کا یا تو ترجمہ کر ہی نہیں کر سکے یا جان بوجھ کر دہل سے کام لیا ہے۔ عربی عبارتوں سے واقف اہل الحدیث علی امام شافعی نے فرمایا کہ اہل حدیث کا اتفاق ہے کہ ان جمیع ما فیہ صحیح علی رأی اس میں تہنی روایات ہیں وہ امام مالک و غیرہ کی رائے کے مطابق صحیح ہیں۔

قارئین کرام اصل عبارت اور اس کا ترجمہ دیکھیں اور پھر اثری صاحب کے بیان کردہ ترجمہ کو دیکھیں اور اثری صاحب کی علمیت اور دیانت پر ان کو ضرور داد دیں۔ اثری صاحب

کایہ کننا کہ ہم باحوال نقل کر آئے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب فرماتے ہیں۔ بخاری مسلم اور مؤطا کی سند پر کسی کو جرح کرنے کا حق نہیں پہنچتا۔ اثری صاحب کے اس دہل اور جہالت کا جواب ہم ص ۳۹ پر دے چکے ہیں۔

اثری صاحب نے یہ بھی لکھا کہ ہم مقتدر علمائے احناف سے نقل کر چکے ہیں کہ اس حدیث پر جرح محض جہالت اور انتہائی تعصب کا شاخسانہ ہے اور حوالہ دیا ہے کہ توضیح الکلام میں ہم نے اس کی وضاحت کی ہے۔

اثری صاحب کی اس عبارت کو پڑھنے کے بعد ہم نے ان کی بے مغز کتاب توضیح الکلام کا محولہ صفحہ دیکھا اور اس میں درج کیے ہوئے اصل حوالے ان کتابوں سے دیکھے تو ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ اثری صاحب اور یہ شاطرانہ انداز۔ ہم اس کی کچھ وضاحت قارئین کرام کے لیے کرتے ہیں۔ علامہ زلیعی نے نصب الراية میں اس بات پر بحث کرتے ہوئے کہ **جسم اللہ الرحمن الخضر الرحیم**۔ سورۃ فاتحہ کی آیت ہے یا کہ نہیں۔ اس پر مسلم شریف کی ایک روایت نقل کی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ **جسم اللہ** سورۃ فاتحہ کی آیت نہیں ہے ان کی عبارت ہے: وهذا الحديث ظاهر في ان البسملة ليست بفاتحة الكتاب۔ اور امام ابن عبد البر کا قول نقل کیا کہ وہ فرماتے ہیں کہ علماء کی یہ حدیث جھگڑا کرنے والوں کے جھگڑنے کو ختم کرنے والی ہے اور اپنے مفہوم میں نص صریح ہے تاویل کا احتمال نہیں رکھتی اور میں سقوط بسملہ کے بارے میں اس سے زیادہ واضح حدیث نہیں جانتا۔ (نصب الراية ص ۳۳) اور پھر علامہ زلیعی نے **جسم اللہ** کو سورۃ فاتحہ کی آیت بتانے والوں کا اس روایت پر اعتراض اور ایک دوسری روایت جو دارقطنی کی ہے اس کو مسلم کی روایت کی تفسیر ثابت کر کے **جسم اللہ** کو سورۃ فاتحہ کی آیت قرار دینے کے نظریہ کا ذکر کیا اور فرمایا کہ دارقطنی کی روایت جس میں ضعف ہے کو اختیار کر بنے پر اور مسلم کی صحیح روایت کو ترک

کرنے پر قائل کو جہل اور تعصب نے ابھارا ہے کیونکہ وہ اس کے مذہب کے موافق نہیں ہے اور علامہ زملی نے بات کس بارہ میں کی اور اثری صاحب اس کو کہاں فرٹ کر رہے ہیں؟ اس کو اثری صاحب کے الفاظ ہی میں ہم کیوں نہ کہیں کہ بتلایے اس سے بڑھ کر اور کیا دھاندلی ہوگی۔ اور اثری صاحب کو جاہل کہنا تو بڑی گستاخی ہوگی البتہ ان کی اس جرات رندانہ کو ہم صرف انتہائی تعصب پر ہی محمول کر سکتے ہیں کہ جہاں الشیء عدیعی و دیصو۔ ہو سکتا ہے کہ اثری صاحب یوں کہہ دیں کہ علامہ زملی نے عبد الرحمن کی روایت کو صحیح کہا ہے حالانکہ مولانا صفدر صاحب نے علامہ بن عبد الرحمن کو لیس بالمتین کہا ہے تو ہم اس کی وضاحت کر دینا چاہتے ہیں کہ صحیحین کی روایات جبکہ ان کے مقابل اسی درجہ کی روایت نہ ہو وہ صحیح ہی ہوتی ہیں۔ اور سلم کی مذکورہ روایت کے مقابل داقلنی کی زور روایت ہے جو اس درجہ کی نہیں اس لیے سلم کی روایت صحیح ہی ہے اور جس روایت میں علامہ بن عبد الرحمن پر حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے جرح نقل کی ہے وہاں وہ اپنے سے اوٹ اور اثبات راویوں کی مخالفت کرتا ہے۔ اس لیے امام زملی کا قول اپنی جگہ اور حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی اس پر جرح اپنی جگہ دونوں باتیں محدثین کرام کے قاعدوں کے مطابق ہیں۔

اثری صاحب کی علمیت اور حیثیت ہم قارئین کرام کے سامنے نصب الزاری کی وہ عبارت

ترجمہ ملاحظہ کرنے کے بعد فیصلہ خود قارئین کرام کریں اور اثری صاحب کی علمیت کا اندازہ کریں:

حدیث العلاء هذا قاطع

تعلق المتن ازہین و ہوں

نص لا یجوز التاویل۔

(نصب الزاریہ ص ۳۳)

(توضیح الکلام ص ۱۲۱)

ہم اس ترجمہ کو اثری صاحب کی جہالت کہیں یا دیانت سے تھی دامن کیوں؟ اس بارہ میں ہم کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے۔ عربی سے واقفیت رکھنے والے قارئین کرام اس فیصلہ تک پہنچنے میں مدد کے محتاج ہیں۔ اس لیے قارئین کرام ہماری مدد فرمائیں کہ کیا فیصلہ کیا جائے؟

پانچواں اعتراض اثری صاحب ص ۳۱ پر لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے عمدة الانشا میں مسلم کی روایت پر مختلف اعتراضات کیے ہیں اور کہا ہے کہ یہ روایت وہم اور غلط ہے۔ (محصلہ)

الجواب کاش اثری صاحب دیانت سے کام لیتے اور یہ کہنے کی بجائے کہ حضرت مولانا صفدر صاحب نے اعتراضات کیے ہیں یوں کہتے کہ حضرات محدثین کرام سے اس روایت پر اعتراضات نقل کیے ہیں مگر اس دیانت کی توقع اثری صاحب اور ان کے طبقہ سے کرنا خود کو فریب دینا ہے۔

اثری صاحب، حضرات محدثین کرام نے ہی بتلایا ہے کہ صحیحین میں موجود روایات صحیح ہیں اور محدثین کرام نے ہی بتلایا ہے کہ مسلم کی یہ روایت شاذ ہے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم تو محدثین کرام ہی کے خوشہ چین ہیں۔

چھٹا اعتراض اثری صاحب ص ۳۱ تا ص ۳۲ پر لکھتے ہیں کہ مولانا صاحب نے خرائن السنن اور عمدة الانشا میں کہا ہے کہ سلم کی روایت

میں راوی کی غلطی سے عیسیٰ کا لفظ چھوڑ گیا ہے اور آگے لکھتے ہیں کہ بخیر خواہ

صحیح مسلم کی روایت کو غلط قرار دینا درست نہیں۔ کہاں یہ اصول کہ صحیحین کی جملہ روایات

بالاجماع صحیح ہیں اور کہاں یہ جہالتیں کہ بخاری کی فلاں روایت مضطرب ہے فلاں فلاں

مرفوع نہیں۔ الخ۔ (محصلہ)

الجواب اثری صاحب نے یہاں بھی دیانت کا دامن فضول چیز سمجھتے ہوئے

جھٹک دیا ہے ورنہ وہ ایسی باتیں ہرگز نہ کہتے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے محدثین کرام کی جانب سے روایت پر اعتراض کو ذکر کیا اور پھر محدثین کرام ہی سے چار جوابات نقل کیے ہیں۔

اثری صاحب کو یہ حق پہنچتا ہے کہ کہیں کہ فلاں جواب کمزور ہے یا وہ اعتراض کا جواب نہیں بنتا مگر یہ حق کس نے دیا ہے کہ ناقل کو نقل کی وجہ سے طعن کا نشانہ بنائیں اور تائید شروع کر دیں۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے جوابات نقل کیے ہیں ان میں وہ جواب بھی موجود ہے جو اثری صاحب کو پسند ہے کہ بعض حضرات نے تعدد واقعات پر ان مختلف روایات کو محمول کیا ہے۔ (خزائن السنن ص ۱۸۵) اسی طرح عمدۃ الالفاظ میں یہ لکھا ہے کہ اس تعارض کو رفع کرنے کے لیے ایک بات محققین نے یہ بیان کی ہے۔ (عمدۃ الالفاظ ص ۱۹) اتنی واضح بات کے ہوتے ہوئے بھی اثری صاحب نے جو کچھ کہا اس کو تعصب اور طبعی ذہن کی عکاسی نہ کہا جائے تو اور کیا کہا جائے ؟

مودودی صاحب کی کالت | اثری صاحب ص ۳۲ پر لکھتے ہیں ایک روشن خیال بزرگ شاید ان خیالات کی روشنی میں اثری صاحب نے اسی روشن خیال بزرگ سے لی ہے کہ اُمت مسلمہ کے لیے جو ذخیرہ رشد و ہدایت کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ تفاسیر، احادیث، فقہ اور جماعت صحابہ و سلف صالحین سب متفرق کر دیا جائے اور موجود دور میں بھولے بھٹکے مسلمانوں کے لیے رشد و ہدایت کا ایک ذریعہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی مدد ملے گی کہ ان سے متفرق کرنے کی ذمہ داری اثری صاحب پوری کر رہے ہیں۔ مُرتب نے کہہ دیا کہ بخاری کی تمام روایتیں صحیح نہیں تو اس کے جواب میں مولانا صفدر صاحب لکھتے ہیں۔ اس کا صاف لفظوں میں یہ مطلب ہوا کہ پوری اُمت مسلمہ جو صحیحین بخاری و مسلم کو صحیح کہتی ہے اور علی الخصوص بخاری کی جملہ روایات کو صحیح مانتی ہے وہ مودودی صاحب کے نزدیک شرفاء کے زمرہ سے خارج ہے پھر

منکرین حدیث کا کیا قصور ہے جو ایسی وہابی باتیں حدیث کے متعلق کہتے ہیں۔ (شوق حدیث ص ۱۵۸) اس کے بعد اثری صاحب لکھتے ہیں، اور یہی بات انہی الفاظ سے ہم حضرت مولانا سے کہنے کی جرات کرتے ہیں کہ جناب من صحیح بخاری و مسلم کی روایات پر یوں سخن سازی درست ہے تو منکرین حدیث کا کیا قصور ہے ؟

الجواب | افسوس کہ یہاں بھی اثری صاحب نے دلیل کا مظاہرہ کیا ہے۔ اگر مودودی صاحب کے الفاظ و نظریات اور حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کے الفاظ و نظریات میں ذرا سی ہم آہنگی بھی ہوتی تو اثری صاحب کو جرات کرنے کا نہیں بلکہ جرأت کرنے کا حق تھا کہ وہ یہ الفاظ کہتے مگر جب دونوں کے الفاظ و نظریات میں زمین و آسمان کا فرق ہے تو اثری صاحب کا حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کے بارے میں وہ الفاظ کہنا جو انہوں نے مودودی صاحب کے حق میں صرف تعصب اور عناد ہے اس کے سوا کچھ نہیں۔ مودودی صاحب کے الفاظ یہ ہیں کوئی شریف آدمی یہ نہیں کہہ سکتا کہ حدیث کا جو مجموعہ ہم تک پہنچا ہے وہ قطعی طور پر صحیح ہے مثلاً بخاری جس کے بارے میں اصح الکتاب بعد کتاب اللہ کہا جاتا ہے حدیث میں کوئی بڑے سے بڑا غلو کرنے والا بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس میں جو چھ سات ہزار احادیث درج ہیں وہ ساری کی ساری صحیح ہیں و بحوالہ الاعتصام ص ۳۳، ۳۴ مودودی صاحب کے الفاظ تو منکرین حدیث کے نظریات کے قریب تر ہیں مگر اثری صاحب محدثین کرام کے بیان کردہ قواعد کی روشنی میں کی گئی بحث و نقد کو بھی اسی زمرہ میں شامل کرنا چاہتے ہیں۔ اثری صاحب عرض ہے کہ اگر آپ اور آپ کا طبقہ صحیحین کو صحیح مانتا ہے اور اس کے باوجود ان کی بعض روایات کو بدلس، شاذ، مضطرب اور اس کے راویوں کا وہم کتاب ہے تو ان ہی باتوں کی وجہ سے حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم پڑھیں کا کیا معنی ؟ آخر اس سے مقصد سولے حد کے اور کیا ہے ؟ یا تو آپ لوگ صاف کہہ دیں کہ ہم صحیحین کو صحیح نہیں مانتے اس لیے ان

پر نقد کو درست کہتے ہیں یا صحیح مانتے ہیں اور ان کی کسی روایت پر نقد کو درست نہیں سمجھتے تو پھر طعن اور اعتراض کی گنجائش نکل سکتی ہے اور اگر تم صحیحین کو صحیح مان کر بھی ان کی بعض روایات پر نقد کرتے ہو تو پھر جب تمہارے نقد سے صحیحین کو صحیحین ماننے کے نظریہ پر زور نہیں پڑتی تو یقین جانتے اس سے حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجد ہم کو بے خبری کا طعن دینا کسی عقل مند اور ذی ہوش کا کام تو نہیں ہو سکتا البتہ تعصب سے ہمٹ کے نئے اثری صاحب کا معاملہ جدا ہے۔

اصطلاحات محدثین سے بے خبری کا طعن

پہلا طعن اثری صاحب ص ۱۲ پر عنوان قائم کرتے ہیں "اصطلاحات محدثین سے بے خبری" اور اس کے تحت لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے ازالۃ الريب ص ۱۲ میں یعقوب بن محمد بن عیسیٰ کے بارے امام ابو حاتم کا جو جملہ لکھا ہے کہ وہ میرے نزدیک عادل ہیں۔ اثری صاحب اس پر گرفت کرتے ہوئے دو باتیں لکھتے ہیں ایک یہ کہ امام ابو حاتم کے اصل الفاظ عندی عدل نہیں بلکہ هو علی یدی عدل ہیں اور مولانا صاحب نے هو عندی عدل لکھے ہیں۔ اور دوسری بات یہ لکھتے ہیں کہ امام ابو حاتم کے الفاظ نقل کرتے ہوئے مولانا صفدر صاحب نے هو عندی عدل تو لکھ دیا مگر اسکے بعد ادرکتہ فلم اکتب عندہ کے الفاظ نقل نہیں کیے۔ (محصلہ)

الجواب اثری صاحب نے پہلی بات جو کہی اس کا جواب انہوں نے خود ہی دیا ہے کہ امام ابو حاتم کے الفاظ عندی عدل میں مذکور اپنی عبارت میں دے دیا ہے کہ امام ابو حاتم کے الفاظ تہذیب ص ۳۹ میں علامہ ابن حجر نے نقل کیے ہیں۔ محترم اثری صاحب سے درخواست ہے کہ جب حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجد ہم نے تہذیب کے حوالے سے الفاظ نقل کیے ہیں اور تہذیب میں یہ الفاظ آپ عینک اتار کر بھی پڑھ سکتے ہیں بلکہ خود ان الفاظ کے تہذیب میں ہونے کا اقرار کر رہے ہیں تو پھر بے خبری کے طعن کا کیا

معنی؟ اگر اصل الفاظ عندی عدل نہیں بلکہ امام ابو حاتم کے صاحبزادے محمد عبدالرحمن کے بقول اصل الفاظ هو علی یدی عدل ہیں تو یہ اعتراض اثری صاحب کو علامہ ابن حجر پر کرنا چاہیئے جنہوں نے هو عندی عدل کے الفاظ لکھے ہیں اس کی وجہ سے حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجد ہم کو بے خبری کا طعن دینا کسی عقل مند اور ذی ہوش کا کام تو نہیں ہو سکتا البتہ تعصب سے ہمٹ کے نئے اثری صاحب کا معاملہ جدا ہے۔

اثری صاحب ص ۳۴ حاشیہ میں لکھتے ہیں مگر تہذیب میں تصحیف ہے ہماری اثری صاحب سے درخواست ہے کہ اثری صاحب قلم اٹھائیے اور مکرر ستر ہو جائیے علامہ ابن حجر کے اس اقدام کے خلاف جہاد پر کہ انہوں نے تصحیف کیوں کی اور اصل عبارت کو نقل کیوں نہیں کیا۔ ہم اثری صاحب کے اس جہاد کے میدان میں اترنے کے منتظر رہیں گے۔ (مترتب) اثری صاحب نے دوسری بات صرف اپنے حواریوں کو حکم دینے کے لیے لکھی ہے کہ مولانا صفدر صاحب نے هو عندی عدل کے ساتھ مذکورہ الفاظ ادرکتہ ولم اکتب عندہ کو چھوڑ دیا ہے اگر تہذیب کی عبارت پر غور کرتے تو خود اسی سے اس کے غلط ہونے کا اشارہ مل جاتا کہ وہ عدل ہے تو اس سے روایت کیوں نہ لی۔ کچھ تو ہے جس کی بناء پر صرف نظر کیا جا رہا ہے۔ (محصلہ)

الجواب اثری صاحب یا تو بالکل ہی جاہل ہیں یا یہاں بھی اپنے روایتی شاطرانہ انداز کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ اثری صاحب کی معلومات کے لیے عرض ہے کہ اگر بالبعد عبارت کے چھوڑنے سے پہلی عبارت کا مفہوم بدل جاتا ہے تو واقعی اس عبارت کا چھوڑنا جرم ہوتا ہے اور اگر اس چھوڑنے سے پہلی عبارت کا مفہوم نہیں بدلتا تو بعد والی عبارت کو چھوڑنا کوئی جرم نہیں ہے۔ اثری صاحب کو چاہیئے تھا کہ وہ بتاتے کہ اس عبارت کے چھوڑنے سے پہلی عبارت کا مفہوم تبدیل ہو گیا ہے اس لیے مولانا صفدر صاحب نے جرم کیا مگر یہ جرات تو اثری صاحب نہ کر سکے۔ خواہ مخواہ اعتراض کرنے پر کمر بستہ ہیں۔ اس

عبارت کے چھوڑنے سے قطعاً پہلی عبارت کا مفہوم نہیں بدلتا کیونکہ عندی عدل کی صورت میں واضح ہے کہ عادل تو ہیں مگر میں نے ان سے حدیث نہیں لکھی۔ (کیوں نہیں لکھی اس کی کوئی خارجی وجہ ہو سکتی ہے۔ مرتب) اور اگر بالفرض علی یدی عدل کے الفاظ ہوں جیسا کہ اثری صاحب کا اصرار ہے تب بھی بعد والی عبارت چھوڑنے سے پہلی عبارت کا مفہوم نہیں بدلتا۔ اس لیے کہ علی یدی عدل ایسے الفاظ ہیں جن کو حافظ عراقیؒ الفاظ توثیق بتاتے ہیں اور ابن حجرؒ عرصہ دراز تک ان کو الفاظ توثیق ہی سمجھتے رہے۔ (الرفع والتکمیل ص ۱۷۱) اور پھر بعد میں ان کو معلوم ہوا کہ یہ الفاظ جرح ہیں مگر بعد والی کلام ادرکتہ ولم اکتب عنہ نہ جرح ہے نہ تعدیل۔ لم اکتب عنہ کو لا یکتب حدیثہ کے برابر قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اس لیے کہ کتابت حدیث سے مماثلت راوی کے متروک الحدیث یا کذاب ہونے کی صورت میں ہے۔ (تدریب الراوی ص ۳۴۱) اور جب راوی پر ایسی جرح نہ ہو تو اس سے کتابت حدیث کی مماثلت نہیں ہے جیسا کہ وقوہا ہولیس بقوی یکتب حدیثہ۔ (تدریب الراوی ص ۳۴۱) جس راوی سے کتابت حدیث منع ہو وہ ساقط الاعتبار ہوتا ہے جبکہ یعقوب بن محمد اس درجہ کا راوی نہیں کہ اس کو ساقط الاعتبار قرار دیا جائے اس لیے کہ امام بخاریؒ نے اس سے اپنی صحیح میں روایت لی ہے۔ علامہ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

وقال المحاکم ثقة مأمون سکن بغداد وجهامات قال وروی البخاری فی صحیحہ عن یعقوب غیر منسوب ویشبه ان یکون منسوب۔ (تہذیب التہذیب ص ۳۹۷) اور امام حاکمؒ نے فرمایا کہ (یعقوب بن محمد) ثقہ ہے مأمون ہے بغداد میں رہا اور وہاں ہی وفات پائی اور فرمایا اور امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں کسی نسبت کے بغیر یعقوب سے روایت کی ہے اور بہتر بات یہی ہے کہ وہ یہی ہے۔

باقی رہا یہ سوال کہ اس سے حدیث کیوں نہیں لکھی تو اس کی وجہ اور بھی ہو سکتی ہے جیسا کہ اسی یعقوب بن محمد کے بارہ میں امام ابن عیینہؒ نے فرمایا کہ جب وہ ثقات سے روایت کرے تو تم اس کی روایت کو لکھو غیر ثقات سے کرے تو نہ لکھو۔ ہو سکتا ہے کہ امام ابوالقاسمؒ نے ثقات اور غیر ثقات دونوں سے روایت کرنے کی وجہ سے اس کی حدیث نہ لکھی ہو یا معاشرت کی وجہ سے کوئی اور وجہ ہو۔ جیسا کہ امام نسائیؒ کی عارث بن مسکینؒ سے اور امام برقانیؒ کی ابوالقاسمؒ سے سامنے بیٹھ کر روایت نہ لینا بلکہ چھپ کر روایت سننا معاشرتی چشمک کی وجہ سے تھا۔ ولم اکتب عنہ سے راوی ساقط الاعتبار نہیں ہوتا۔ اصول حدیث کی کتابوں میں بے شمار ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ کسی محدث سے کسی خارجی امر کی وجہ سے روایات نہ لکھی گئی ہوں۔

اثری صاحب کی تسلی کے لیے صرف ایک مثال ذکر کی جاتی ہے: وقال عمرو بن عون عن ہیشم سمعت من الزہری نحو من مائۃ حدیث فلم اکتبہا۔ (تہذیب التہذیب ص ۱۱۱) کیا اثری صاحب جرأت کریں گے کہ کہہ دیں کہ فلم اکتبہا کہہ کر ہیشمؒ نے امام زہریؒ کو ساقط الاعتبار قرار دیا ہے؟ اثری صاحب کا یہ کہنا کہ بہر حال تہذیب پر اکتفا بھی غلط (حاشیہ ص ۱۱۱) تو یہ انتہائی غیر عقلانہ جبارت ہے شاید انھوں نے اپنے استاد محترم محدث گوندلویؒ کی خیر الکلام بھی نہیں پڑھی جس میں جگہ جگہ وہ تہذیب کے حوالے دیتے اور اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

اثری صاحب ص ۱۳ پر لکھتے ہیں غور فرمائیے کہ اگر ہو علی یدی عدل کے معنی یہ ہیں کہ وہ میرے نزدیک عادل ہیں جیسا کہ مولانا صفدر صاحب یعقوب بن محمد کے بارے میں کہے گئے ان الفاظ کا یہی ترجمہ کرتے ہیں۔ الخ۔

اثری صاحب اس سے بڑا دہل اور کیا ہو سکتا ہے جس کا مظاہرہ آپ کر رہے ہیں؟ مولانا صفدر صاحب نے ہو علی یدی عدل کا ترجمہ نہیں کیا بلکہ تہذیب

کے والد سے نقل کردہ الفاظ ہو غندی عدل کا ترجمہ کیا ہے۔ اثری صاحب کی عقل پر حیرانگی ہے کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے الفاظ ایک کتاب (تذیب) سے نقل کیے ہیں اور اثری صاحب ان سے اس کا ترجمہ دوسری کتاب (الخرج والتعلیل) میں منقول الفاظ کا کرنا چاہتے ہیں۔ مگر ایسی بات کی توقع اثری صاحب جیسے مجذوب سے تو کی جا سکتی ہے حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم جیسے باہوش و حواس سے اس کی توقع ہرگز نہ کی جا سکتی ہے اور نہ کرنی چاہیئے۔

دوسرا طعن اثری صاحب ص ۳۲ پر لکھتے ہیں کہ حضرت مولانا صفدر نے لین الحدیث کا جو یہ ترجمہ کیا ہے کہ وہ حدیث میں ضعیف ہے اس کا یہ معنی قطعاً نہیں کیونکہ مراتب جرح و تعدیل بیان کرنے والوں نے لین الحدیث کو چھٹے اور ضعیف کے آٹھویں مرتبہ میں ذکر کیا ہے۔ (محصل)

الجواب محسوس ہوتا ہے کہ اثری صاحب انتہائی بدحواسی کا شکار ہیں یا انہوں نے عقل بچ کر چھوہارے کھالیے ہیں ورنہ وہ ایسی ہلکی ہلکی باتیں نہ کرتے۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے لین الحدیث کا جو معنی کیا ہے وہی اس کا معنی ہے ورنہ اثری صاحب نے تنقید کرنے اور ڈیڑھ صفحہ سیاہ کرنے کے باوجود ان الفاظ کا ترجمہ کیوں نہیں کیا؟ لین لان یلین سے ہے جس کا معنی ہے نرم، کمزور اور ضعیف جیسا کہ المنجد میں اللینۃ مصدر لان الضعف والاسترخاء۔ لہذا لین الحدیث کا ترجمہ حدیث میں نرم ہے۔ حدیث میں کمزور ہے اور حدیث میں ضعیف ہے ہر ایک درست ہے اس لیے کہ اردو میں یہ تمام الفاظ استعمال ہوتے ہیں حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے لین الحدیث کا ترجمہ کیا ہے اس کی اصطلاح بیان نہیں کی کہ اس کو ضعیف اصطلاحی کے مقابل رکھ کر اعتراض کیا جائے۔ اثری صاحب نے الفاظ کے ترجمہ کو غلط کہا ہے تو ان کی ذمہ داری تھی کہ وہ ان کی کتابوں سے اس کا غلط ہونا ثابت کرتے اس لیے کہ ترجمہ کا غلط یا صحیح ہونا تولد سے تعلق رکھتا ہے۔ اثری صاحب انہیں

تو کہنے لگے مگر یہ غور نہ کیا کہ خود انہوں نے توضیح الکلام ص ۶۴۴ میں اور ان کے استاد محترم محدث گوندلوی نے شریح الکلام ص ۵۸۲ میں لین کا معنی کمزور ہی کیا ہے وہ لکھتے ہیں لیسنہ الناسی من قبل حفظہ۔ امام نسائی دفیو نے اس کو حافظ کی بنا پر کمزور قرار دیا ہے۔ الخ جب اردو میں ضعیف اور کمزور دونوں استعمال ہوتے ہیں تو اثری صاحب کا اعتراض کسی غلطی سے آگاہ کرنے کے لیے نہیں بلکہ صرف اور صرف خبث باطنی کا اظہار ہے۔

پھر یہ بھی اثری صاحب کی جہالت ہے کہ وہ ضعیف کو صرف ایک اصطلاحی میں ہی سمجھ رہے ہیں حالانکہ روادۃ میں ضعف کے شدت اور نفقت کے تفاوت کے لحاظ سے ضعیف میں بھی درجات ہیں۔ (ملاحظہ ہو تدریب الراوی ص ۱۹۱، قواعد فی علوم الحدیث ص ۱۱) اگر اس سے بھی اثری صاحب کی تسلی نہ ہو تو پھر علامہ سیوطی کے ان الفاظ پر غور کریں (فیہ) ضعف (اوفی حدیثہ ضعف) ہذہ من مرتبۃ لین الحدیث وہی الاولی۔ (تدریب الراوی ص ۳۳۵)

تیسرا طعن اثری صاحب ص ۳۵ پر لکھتے ہیں کہ حضرت مولانا صفدر صاحب فرماتے ہیں کہ روایات سنن بھی علی شرط الشیخین ہیں اس لیے ان کا مرتبہ بھی وہی ہو گیا جو صحیحین کا ہے... الخ (خزائن السنن ص ۳۶)

اس پر گرفت کرتے ہوئے اثری صاحب لکھتے ہیں کہ یہ بات جو حضرت شیخ الحدیث صاحب فرما رہے ہیں اس سے اصول حدیث کا کوئی طالب علم اتفاق نہیں کر سکا کیونکہ صحیح حدیث کی اقسام بیان کرتے ہوئے اہل علم نے متفق علیہ پھر بخاری پھر مسلم پھر علی شرطہما... الخ کا درجہ رکھا ہے۔ (محصل)

الجواب یہ بات تو اثری صاحب نے اصول حدیث کی کتابوں سے پڑھ لی مگر اس کے ساتھ جو مزید کہا گیا ہے اگر اس کو اثری صاحب پیش نظر رکھتے تو دیانت کی دنیا میں اس طعن کی جسارت نہ کرتے۔ کتب اہادیث میں محدث کے

لحاظ سے مجموعی حیثیت سے واقعی یہ درجات ہیں اثری صاحب نے بیان کیے ہیں مگر یہ کسی نے نہیں کہا کہ صحیحین میں مذکور ہر روایت کو ہر حالت میں دوسری صحیح ائمہ پر ترجیح ہوگی بلکہ علامہ ابن حجر فرماتے ہیں :

وهذا التفاوت انما هو بالنظر الى الحيثية المذكورة اما لورجح قسم على ما فوقه بامور اخرى تقتضى الترجيح على ما فوقه فانه يقدم على ما فوقه اذ قد يعرض للمفوق ما يجعله فائقا كما لو كان الحديث عند مسلم مثلاً وهو مشهور قاصر عن درجة التواتر لكن حفت قرينة صار بها يفيد العلم فانه يقدم على الحديث الذي يخرجه البخاري اذا كان فردا وكما مطلقا لو كان الحديث الذي لم يخرجه من ترجمته وصفت بكونها اصح الاسانيد كما لا شك عن نافع عن ابن عمر فانه يقدم على ما انفرد

اثری صاحب نے کتابوں کے جو درجات بیان کیے ہیں ان میں یہ تفاوت مذکورہ حیثیت کو دیکھتے ہوئے ہے لیکن اگر کسی قسم کی ترجیح کا اتفاق کرنے والے دیگر امور کی وجہ سے اپنے سے بلند درجہ کتب والی روایت پر ترجیح دی جائے تو وہ ان امور کی وجہ سے مقدم ہو جائے گی کیونکہ کم درجہ کتب میں پائی جانے والی روایت کو ایسے اوصاف حاصل ہو جاتے ہیں جو اس کو اپنے سے بلند درجہ کتب کی روایت پر مقدم کر دے گی جیسا کہ اگر مسلم کی حدیث مثلاً حدیث تواتر سے کم ہو اور شور درجہ کی ہو لیکن ترجیح دینے والے قرائن پر مشتمل ہو تو وہ روایت ان قرائن کی وجہ سے مفید علم ہو جائیگی تو وہ اس روایت پر مقدم ہوگی جس کی بخاری فرد مطلق روایت کرتے ہیں اور اسی طرح اگر صحیحین امام بخاری و مسلم نے اصح الاسانید کے ساتھ وہ سند سے جیسا کہ مالک عن نافع عن ابن عمر روایت نہ لائی ہو تو اس اصح الاسانید کو اس روایت پر ترجیح ہوگی جس کو صرف بخاری یا صرف

بہ احدہما مثلاً لاسیما اذا كان في اسناده مقال۔ (شرح نخبۃ الفکر ص ۶۰) راوی ہو۔

اور علامہ سیوطی فرماتے ہیں :

قال الزركشي ومن هنا يعلم ان ترجيح كتاب البخاري على مسلم انما المراد به ترجيح الجملة لا كل فرد من احاديثه على كل فرد من احاديث الآخر۔ (تدريب الراوی ص ۱۲۴)

یعنی امام زکشیؒ نے فرمایا اور اس سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ بخاری کی کتاب کو مسلم پر ترجیح مسلم انما المراد به ترجیح الجملة لا كل فرد من احاديثه على كل فرد من احاديث الآخر۔ (بخاری کی احادیث میں سے ہر ایک حدیث کو دوسرے مسلم کی ہر ہر حدیث پر ترجیح ہے۔)

نیز بخاری و مسلم کو دیگر کتب پر ترجیح اس لیے ہے : لاتفاق العلماء بعدهما على تلقى كتابيهما بالقبول۔ کہ ان دونوں کے بعد علماء نے ان دونوں کی کتابوں کو سند قبولیت دینے پر اتفاق کیا ہے تو ترجیح کی وجہ تلقی بالقبول ہے اور یہ تلقی بالقبول کبھی قول کے ساتھ ہوتا ہے اور کبھی عمل کے ساتھ (انباء السکن ص ۱) اور روایات سنن پر امت کی اکثریت نے عمل کر کے تلقی بالقبول عمل کے ساتھ کر دیا تو ایسی حالت میں ان کا درجہ صحیحین کا کیوں نہ ہو واجب کہ وہ سند کے لحاظ سے بھی علی شرط الشیخین ہوں۔ کون سی چیز مانع ہے ؟ اور کس بنیاد پر اثری صاحب طعن کر رہے ہیں ؟ صرف یہ دیکھ کر کہ اصول حدیث کی کتابوں میں کتب حدیث کے مراتب بیان کیے گئے ہیں۔ اثری صاحب ! سنن کی روایات کو صحیحین کے مرتبہ میں کہہ دینے کی وجہ سے اس قدر غصہ سے لال پیلے ہونے کی ضرورت نہیں۔ بات دلیل سے ہونی چاہیئے۔ اور پہلے باحوال گزر چکا ہے کہ محدث مبارک پورؒ نے سنن کی روایت کو مسلم کی روایت سے اصح

واثبت لکھا ہے۔ (ابکار المنی ص ۱۱) یہاں آپ کو زیادہ غصہ حالانا چاہیے۔

اثری صاحب بے چارے اپنی ہی پیش کردہ عبارت کا مطلب بھی نہیں سمجھ سکے جو انھوں نے علامہ سیوطی کی تدریب الراوی ص ۱۲۱ سے نقل کی ہے: فائدة التقسیم المذكور تظہر عند التعارض والترجیح۔ اس مذکورہ تقسیم کا فائدہ تعارض اور ترجیح کے وقت ظاہر ہوتا ہے۔ (ص ۳۹) اگر اس تقسیم کے تحت اقسام میں سے کوئی ایک قسم دوسرے کے برابر نہیں ہو سکتی تو تعارض کا کیا معنی؟ اور پھر ترجیح کا کیا معنی؟ اس کا مطلب یہی ہے کہ بخاری اور مسلم کی روایات کا ایک دوسرے سے اور علیٰ شرط ہمارو روایات کا ان دونوں سے اور ان میں سے ہر ایک سے تعارض ہو سکتا ہے اور تعارض اسی وقت ہوگا جب کہ ہم مرتبہ ہوں ورنہ تعارض کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجد ہم نے سنن کی علیٰ شرط الشیخین روایات کو صحیحین کے مرتبہ کا کہا ہے تو اس میں اصول حدیث کے کسی قاعدہ کی خلاف ورزی نہیں کی جب کہ محدث مبارک پوری نے سنن کی روایت کو مسلم کی روایت سے مع واثبت کہا ہے۔ عند التعارض والترجیح کا مفہوم تو اصول اشاشی اور نور الانوار کے طلبہ بھی سمجھ سکتے ہیں مگر افسوس کہ اثری صاحب اتنی سمجھ سے بھی محروم ہیں۔

چوتھا متن اثری صاحب ص ۳۹ پر لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے مالک بن یحییٰ پر جرح کرتے ہوئے کہا ہے کہ امام بخاری فرماتے ہیں: اسکی حدیث میں نظر اور کلام ہے اور آگے علامہ ابن خلدون کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ امام بخاری کی اصطلاح ہے کہ جب وہ کسی راوی کے بارے میں فیہ نظر لیتے ہیں تو وہ انتہائی درجہ کا کمزور اور ضعیف ہوتا ہے۔ (محصلہ) اس عبارت پر گرفت کرتے ہوئے اثری صاحب انکیل کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ فی حدیثہ نظر اور فیہ نظر میں بہت بڑا فرق ہے۔ پہلے الفاظ میں راوی کی روایت پر جرح مقصود ہوتی ہے۔ راوی فی نفسه ثقہ اور صالح ہوتا ہے جبکہ دوسرے الفاظ میں راوی کی صداقت پر کلام ہوتا ہے۔ (محصلہ)

الجواب اثری صاحب نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ مولانا صفدر صاحب فی حدیثہ نظر اور فیہ نظر کے درمیان فرق کو بھی نہیں سمجھ سکے مگر یہاں بھی اثری صاحب خود جہالت کا شکار ہیں۔ امام بخاری تین قسم کے الفاظ استعمال فرماتے ہیں: فیہ نظر۔ فی حدیثہ نظر اور فی اسنادہ نظر۔ فی اسنادہ نظر اور فیہ نظر کے درمیان تو فرق ہے مگر فی حدیثہ نظر اور فیہ نظر کے درمیان کوئی فرق نہیں اس لیے کہ ان دونوں میں مقصود راوی پر کلام ہوتا ہے جب کہ فی اسنادہ نظر میں راوی پر کلام نہیں ہوتا بلکہ اس کی روایت پر کلام ہوتا ہے۔ حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی فرماتے ہیں۔

قول البخاری فی حق احمد من الرواة یعنی امام بخاری جب راویوں میں سے کسی کے بارے میں فیہ نظر میدل علی اندہ متہم فیہ نظر میدل علی اندہ متہم عندہ۔ (الرفع والتکمیل ص ۳۸۸) اور آگے چل کر لکھتے ہیں: حتی انه قال اذا قلت فی حدیثہ نظر فهو متہم واہ۔ (الرفع والتکمیل ص ۳۹۰) یہاں تک کہ انھوں (امام بخاری) نے فرمایا کہ جب میں فی حدیثہ نظر کموں تو وہ راوی متہم اور بہت کمزور ہوتا ہے۔

ان دونوں عبارتوں سے واضح اور صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ دونوں میں مقصود ایک ہی ہے کہ راوی پر کلام ہے۔ اور فی اسنادہ نظر کی اصطلاح کے متعلق مولانا لکھنوی لکھتے ہیں:

فی اسنادہ نظر قلت ہذہ عبارتہ برید ان الحدیث الذی میں میں کتابوں کو اس کی مراد یہ ہے کہ بیشک روای من اویس فی الاسناد وہ حدیث جو اویس سے روایت کی گئی ہے

الح اویس نظر . اویس تک اسناد کے بارہ میں اس میں نظر ہے .

اس عبارت سے واضح ہے کہ فی اسنادہ نظر میں کلام راوی پر نہیں بلکہ اس کی روایت پر ہوتی ہے . اثری صاحب خط کا شکار خود ہیں اور بے خبری کا طعن ہجرۃ شیخ الحدیث دام مجاہد کو دے رہے ہیں . اس کے بعد ضرورت تو نہیں مگر اثری صاحب کی تسلی کے لیے اور قارئین کرام کے اطمینان کے لیے ہم فی حدیثہ نظر اور فیہ نظر کا ایک ہی بات پر استعمال علامہ ذہبی سے نقل کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں :

قال البخاری، عثمان بن فائد القرشی امام بخاریؒ نے فرمایا عثمان بن فائد قرشی ہری بصری روی عنہ سلیمان فی حدیثہ ہے جس سے سلیمان نے روایت کی ہے اہل نظر (میزان الاعتدال ص ۱۵۳) کی حدیث میں نظر ہے .

اور علامہ ذہبیؒ آگے لکھتے ہیں :

قلت متهم بوضع هذه الاحاديث عثمان وقل ان يكون عند البخاري رجل فيه نظر الا وهو متهم . میں کہتا ہوں کہ ان احادیث کو وضع کرنے میں تم عثمان ہے اور امام بخاریؒ کے ہاں جو آدمی فیہ نظر ہو وہ کم از کم اس درجہ کا ہوتا ہے کہ متهم ہو . (میزان الاعتدال ص ۱۵۳)

امام بخاریؒ فی حدیثہ نظر فرما رہے ہیں اور علامہ ذہبیؒ اسی کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ جس کے بارہ میں امام بخاریؒ فیہ نظر کہہ دیں تو وہ متهم ہوتا ہے . اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک امام بخاریؒ کا فی حدیثہ نظر اور فیہ نظر فرمانا ایک ہی ہے یا قریب قریب ہے . علامہ ذہبیؒ ہی کی طرح حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجاہد نے فی حدیثہ نظر اور فیہ نظر کا مفہوم سمجھا اور ان کو استعمال کیا ہے اگر اس کو اصطلاح حدیث سے ناواقف قرار دیا جاتا ہے . تو اثری صاحب پہلے علامہ ذہبیؒ کے بارہ میں فتویٰ صادر فرمائیں کہ وہ اصطلاح حدیث سے ناواقف تھے ،

پھر بڑی خوشی کے ساتھ حضرت شیخ الحدیث دام مجاہد کے بارہ میں کہہ دیں اس وقت ہمیں کوئی اعتراض اثری صاحب پر نہ ہو گا جب محدثین کرام نے تعریف اور استعمال کے لحاظ سے فی حدیثہ نظر اور فیہ نظر کو ایک ہی یا قریب قرار دیا ہے تو اثری صاحب کا اس کی وجہ سے حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجاہد پر اعتراض و طعن صرف تعصب کا مظاہرہ اور اپنی جہالت کا ثبوت فراہم کرنا ہے .

اثری صاحب منکر پر لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے عوام بن حمزہ پانچواں طعن کے بارے امام ابن عیینہ کے الفاظ لیس جشی و اور امام احمد کے الفاظ لہ مناصب کہ وہ منکر الحدیث ہے کے ساتھ جرح نقل کی ہے اور اس کو جرح مفسر قرار دیا ہے حالانکہ یہ جرح مفسر نہیں ہے .

الجواب افسوس ہے اثری صاحب کی دیانت پر کہ انھوں نے احسن الکلام ص ۱۳۲ (جو کہ طبع سوم میں ص ۱۳۲ ہے) سے ان الفاظ کو تو نقل کر دیا مگر اسی صفحہ اور اسی بحث میں محدث مبارکپوری صاحب کے اسی اعتراض کا جواب دیا گیا ہے اس کے کیوں کر طرح آنھیں بند کر لیں اور وہی اعتراض نقل کر دیا . حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجاہد نے محدث مبارکپوری صاحب کی اپنی ہی ابکار المغن کی عبارت سے اس کا جواب دیا ہے کہ کیا مولانا کو اپنا لکھا ہوا یہ ارشاد دیا دہیں کہ جس راوی کے متعلق منکر الحدیث ہونے کا الزام ہو اس کی حدیث قابل ترک ہوتی ہے کیونکہ جرح مفسر ہے .

اگر اثری صاحب تعصب اور حد کا شکار نہ ہوتے تو اس جواب کے بعد دوبارہ اعتراض کو کے خواہ مخواہ کتاب کا حکم بھانے کے لیے اوراق سیاہ نہ کرتے .

اعتراضات کا شوق اسی بحث میں اثری صاحب نے کہا کہ ہم نے لیس جشی و کی ضروری بحث تو شیخ الکلام ص ۱۳۲ میں بیان کر دی ہے (محصلاً) ہم نے جب تو شیخ الکلام کا محمولہ صفحہ دیکھا تو اس میں لیس جشی و کی بحث تو درکنار

پورے فہم میں لیس حدیثہ و بشی کے الفاظ بھی نہیں ہیں۔ اس لیے ہم اثری صاحب ہی کی زبان میں کہتے ہیں کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی کتابوں پر اعتراضات کے شوق نے انہیں کتنا غافل کر دیا ہے۔ (ان فی ذلک لعبرة) اثری صاحب نے لیس حدیثہ کی بحث اپنی کتاب توضیح الکلام ص ۴۹۶ پر کی ہے جس کی جانب اس کتاب میں انہوں نے اشارہ کیا ہے اس بحث میں انہوں نے اپنی ذہانت اور علمیت کے عجیب گل کھلائے ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے احسن الکلام ص ۱۳ (اور طبع سوم کے ص ۱۴۲) پر عوام بن حمزہ پر میزان الاعتدال کے حوالہ سے امام یحییٰ بن معین کی جرح ان الفاظ سے نقل کی ہے کہ اس کی حدیث محض بیچ ہے۔ (اور میزان کے الفاظ یہ ہیں۔ لیس حدیثہ و بشی و میزان الاعتدال ص ۱۳) حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے جرح لیس حدیثہ و بشی کے الفاظ سے نقل کی اور اثری صاحب نے فضول مغر کھپائی کرتے ہوئے بحث لیس حدیثہ کی جھپڑی حالانکہ امام ابن حبان کے نزدیک لیس حدیثہ و بشی کے درمیان فرق ہے۔ لیس حدیثہ و بشی ان کی مراد قلیل الحدیث ہونا نہیں بلکہ اس سے مراد کچھ اور ہے جیسا کہ مولانا عبدالحی بکھنوی نے لکھا ہے: وقال الدوری عن ابن معین لیس حدیثہ و بشی وقال فی موضع آخر لیس بشقہ۔ (الرفع والتکمیل ص ۱۲) یعنی دوری نے فرمایا کہ رشید بن کریم کے بارہ میں امام ابن حبان نے کہا لیس حدیثہ و بشی کہ اس کی حدیث محض بیچ ہے اور دوسری جگہ فرمایا کہ وہ ثقہ نہیں ہے۔ اس سے صاف اور واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ لیس حدیثہ و بشی امام ابن معین کے نزدیک لیس بشقہ کے برابر ہے جب کہ لیس حدیثہ و بشی سے ان کے نزدیک مراد قلیل الحدیث ہونا ہے مگر اثری صاحب لیس حدیثہ و بشی کو لیس حدیثہ کے برابر قرار دے کر اپنا الوسیدھا کرنا چاہتے ہیں۔ اگر اثری

صاحب نے لیس حدیثہ و بشی اور لیس حدیثہ و بشی کے درمیان جہالت کی وجہ سے فرق نہیں کیا تو بھی قابل افسوس ہے کہ جاہل خود ہیں اور اصطلاح حدیث سے بے خبری کا طعن حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کو دے رہے ہیں اور اگر جان بوجھ کر دھوکا دینا چاہتے ہیں تب تو صمد ہا افسوس ہے کہ یہ سر اسر تھک رہے ہیں اور ایسی بات کسی مذہبی طبقہ کے رہنما کو زیب نہیں دیتی۔

اثری صاحب کی حواس باختگی | ضرورت تو نہ تھی کہ ہم اثری صاحب کی کتاب توضیح الکلام کے بارہ میں کچھ لکھتے ہیں مگر چونکہ انہوں نے اپنی اس کتاب میں اپنی کتاب توضیح الکلام میں تفصیلی بحث کرنے کے ایسے اشارے کیے ہیں جن سے شہرہ پاسکتا ہے کہ نہ جانے وہ کیسی انوکھی اور علمی تحقیق ہے جس کے بار بار حوالے دیتے جا رہے ہیں اس لیے ہم نے توضیح الکلام کی بعض ان باتوں کو بھی زیر بحث لایا ہے جن کے اشارے انہوں نے اپنی اس کتاب "مولانا سرفراز صفدر اپنی تصانیف کے آئینہ میں دیئے ہیں۔ اثری صاحب منکر پر لکھتے ہیں کہ لہ مناکب اور منکر الحدیث کے درمیان فرق کی تفصیل توضیح الکلام ص ۴۹۸ اور ص ۴۹۹ میں ہم بیان کر چکے ہیں۔

ہم نے جب ان کے محاورہ صفحات دیکھے تو اثری صاحب کی حواس باختگی ہمارا منہ چرلانے لگی۔ اثری صاحب نے اس مقام پر دو باتیں کی ہیں: ایک یہ کہ مولانا صفدر صاحب نے لہ مناکب اور منکر الحدیث کے فرق کو نہیں سمجھا اور دوسری بات یہ کہ مولانا صفدر صاحب نے محدث مبارک پوری پر اقرار باندھا ہے کہ انہوں نے منکر الحدیث کو جرح مفسر قرار دیا ہے۔ (مجلد)

پہلی بات کہ مولانا صفدر صاحب نے مناکب اور منکر الحدیث کے فرق کو نہیں سمجھا۔
الجواب | اثری صاحب نے یہاں بھی اپنی حواس باختگی اور جہالت کا ثبوت دیا،

اثری صاحب نے عنوان قائم کیا ہے لہ مناکیں اور منکر الحدیث کے درمیان فرق کے بارے میں اور ان ہی کے درمیان فرق ذکر نے کا لیں وہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کو دے رہے ہیں مگر افسوس کہ خود اثری صاحب نے اپنی پوری بحث اور بیان کردہ دلائل میں لہ مناکیں کی ذرا بھی بحث نہیں کی بلکہ روی المناکیں اور روی المناکیں اور فی حدیثہ نکاریہ کی خارج از بحث سے معفیات سیاہ کر دیئے روی المناکیں اور روی المناکیں اور فی حدیثہ نکاریہ کے الفاظ کے مفہوم اور لہ مناکیں کے مفہوم میں واضح فرق ہے۔ روی یا روی فعل ہیں اور فعل میں حدوث ہوتا ہے استمرار اور دوام نہیں ہوتا اس لیے ان صورتوں میں نکاریہ کا دوام نہ ہونے کی وجہ سے حکم اور ہے جیسا کہ نصب الراية کی اس عبارت میں بھی اشارہ موجود ہے جو اثری صاحب نے پیش کی ہے۔ اثری صاحب کی پیش کردہ عبارت ان ہی کے ترجمہ کے ساتھ اس طرح ہے :

لان من یقال منکر الحدیث لیس کیونکہ جسے منکر الحدیث کہا جائے وہ اس طرح کمن یقال فیہ روی احادیث نہیں جیسے روی احادیث منکر کہا جائے منکر لان منکر الحدیث وصف کیونکہ منکر الحدیث راوی میں ایسا وصف ہے فی الرجل یتحقق بہ الترتیب الحدیثہ جس سے اسکی حدیث متروک قرار پاتی ہے والعبارة الاخری تقتضی انہ وقع اور دوسری عبارت میں نکاریہ کا دوام لہ فی حین لادائمًا۔ (نصب الراية ص ۱۱۹) نہیں ہوتا ہے۔ (توضیح الکلام ص ۱۱۹) اس عبارت سے واضح ہے کہ منکر الحدیث راوی کے متروک الحدیث ہونے کا سبب ہے جب کہ روی احادیث منکر میں نکاریہ کا دوام نہ ہونے کی وجہ سے اسکا حکم اور ہے۔ اسی طرح فی حدیثہ نکاریہ میں نکاریہ قلیل ہے۔ نیز اس میں نکاریہ راوی کی صفت نہیں بلکہ اسکی حدیث کی ہے جبکہ منکر الحدیث وصف فی الرجل ہے

تو دونوں میں فرق ظاہر ہے اور لہ مناکیں میں مناکیر کا ثبوت راوی کے لیے ہے تو یہ اس کا وصف ہے اور لہ مناکیں میں مناکیر کثیر ہیں کیونکہ مناکیر جمع ہے اور صاحب مناکیر کثیر پر منکر الحدیث کا اطلاق ہوتا ہے جیسا کہ خود اثری صاحب نے البکار المنن کی جو عبارت پیش کی ہے اس میں بھی یہ الفاظ موجود ہیں : حتی نکش المناکیں فی روایتہ وینتھی الی ان یقال فیہ منکر الحدیث کہ وہ راوی مناکیر کو اس کثرت سے بیان کرے کہ بالآخر اس کو منکر الحدیث کہا جانے لگے۔ باقی رہا یہ سوال کہ امام احمد نے تو فرمایا لہ مناکیں ثلاثۃ اس سے مناکیر کی کثرت کیسے ثابت ہوتی ہے اور اسی بات کا دواویلا اثری صاحب نے کیا کرہائے ثلاثۃ کا لفظ چھوڑ دیا۔

تو اس کا آسان جواب یہ ہے کہ امام احمد کے نزدیک یقیناً ثلاثۃ اس معاملہ میں حد کثرت ہے ورنہ روی یا روی سے اس کو تعبیر کرتے جب انہوں نے جملہ اسمیہ لایا، تو اس سے یہی واضح ہوتا ہے کہ ثلاثۃ کی حد ان کے نزدیک کثرت کی ہے لہذا اس کو منکر الحدیث ہی کہا جاتا ہے جو صاحب مناکیر کثیر ہو۔ اثری صاحب کو چاہیئے تھا کہ دعویٰ کے مطابق دلیل پیش کرتے مگر جو اس بانٹگی کے عالم میں وہ اپنے عجیب علمی شگوفے چھوڑتے چلے گئے ہیں۔

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ امام احمد کی اصطلاح منکر الحدیث کے بارے میں باقی ائمہ جرح و تعدیل سے بالکل جدا ہے اور اس کا اعتراف خود مولانا صفدر صاحب کو ہے، اس لیے اگر امام احمد نے منکر الحدیث بالفرض کہا بھی ہے تو اس کو جرح مفسر قرار نہیں دیا جاسکتا کیونکہ منکر الحدیث امام احمد کی اصطلاح میں اس پر بولا جاتا ہے جو غریب حدیث لائے اور غریب حدیث صحیح بھی ہو سکتی ہے۔

(محصلہ توضیح الکلام ص ۱۱۹) اور مولانا سر فراز صفحہ اپنی تصانیف کے آئینہ میں ص ۱۱۹ اثری صاحب اگر جو اس بانٹگی کے عالم سے نکلیں تو کوئی ان سے کہے کہ حضرت

شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے یہ نہیں کہا کہ امام احمد نے اس کو منکر الحدیث کہا ہے تاکہ یہاں امام احمد کی اصطلاح لی جائے بلکہ وہ فرماتے ہیں کہ امام احمد اس کو صاحب مناہکیر کہہ رہے ہیں کہ وہ صاحب مناہکیر کثیر ہے جو بالاتفاق ائمہ محدثین کی اصطلاح میں منکر الحدیث کے برابر ہے حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے فرمایا ہے کہ امام احمد منکر الحدیث بتا رہے ہیں۔

محدث مبارک پوری پر
افترار باندھنے کا الزام
 اگر اثری صاحب ابکار المنن کی عبارت جو انھوں نے خود پیش کی ہے اگر وہ

الجواب
 عبارت پوری نقل کر دیتے تو مسئلہ حل ہو جاتا مگر انھوں نے عافیت اس کو ہضم کرنے میں ہی سمجھی۔ عبارت اس طرح ہے: **وینتهي الى ان يقال فيه منكر الحديث لان منكر الحديث وصف في الرجل يستحق به التراب** (ابکار المنن ص ۱۹۹) یعنی بکثرت مناہکیر روایت کرے حتیٰ کہ اسکے بارہ میں منکر الحدیث کہا جانے لگے کیونکہ منکر الحدیث آدمی میں ایسا وصف ہے جس سے اس کی حدیث متروک قرار پاتی ہے۔

اگر اثری صاحب اصول حدیث کی کتابوں میں دیکھ لیتے کہ جرح مفسر کس کو کہتے ہیں اور مبارک پوری صاحب کی عبارت بھی دیکھ لیتے تو دیکھنا فیصلہ وہی کرتے جو حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے فرمایا ہے حضرات محدثین کرام کے نزدیک جرح مفسر وہ ہوتی ہے جس میں راوی سے روایت نہ لینے کی وجہ اور سبب مذکور ہو اور یہاں بھی راوی کی روایت کو اس لیے ترک کیا جا رہا ہے کہ وہ منکر الحدیث ہے جس کی وجہ سے حدیث متروک قرار پائی جا رہی ہے وہ راوی کا وصف منکر الحدیث ہونا ہے تو اب اہل علم وادب

سے درخواست ہے کہ وہ خود فیصلہ کریں کہ یہ جرح مفسر ہے یا کہ نہیں؟ اور یہ عبارت ابکار المنن کی ہے یا نہیں؟ اس کے باوجود اگر اثری صاحب اس کو افترار قرار دیتے ہیں تو نہ جانے ان کے نزدیک حقیقت کس بلا کا نام ہے؟ اثری صاحب حقیقت سے آنکھیں بند کر کے ناحق مسلکی طرف داری کا نام تعصب ہے جس کا مظاہرہ جا بجا آپ نے فرمایا ہے۔

چھٹا طعن
 اثری صاحب ص ۱۱ پر لکھتے ہیں کہ مولانا صاحب نے سید بن عامر کے بارے حافظ ابن حجر کے قول **ربما وهم** اور امام ابو حاتم کے الفاظ **في حديثه بعض الغلط** نقل کر کے جرح کی ہے اور پھر مبارک پوری صاحب کے حامدین سلمہ کے بارے میں یہ قول کہ اس کا آخر عمر میں حافظہ تغیر ہو گیا تھا پس اس حدیث کو صحیح کہنا کوئی وزن نہیں رکھتا کو نقل کیا اور فی حدیثہ بعض الغلط کو تغیر کے برابر قرار دے کر اپنے لیے ایک مخلص نکال لیا۔ الخ۔ اور یہ بات کر رہا وہ وہ اور فی حدیثہ بعض الغلط کو تغیر کے برابر قرار دینا مولانا صفدر صاحب کی اصطلاحات حدیث سے بے خبری ہے۔ (محصلاً)

الجواب
 کاش کہ اثری صاحب میں عبارت سمجھنے کی کچھ صلاحیت ہوتی۔ ہم قارئین کرام کے لیے اس کی وضاحت کرتے ہیں تاکہ وہ اثری صاحب کی فہم فہم کے حدود اربعہ سے آگاہ ہو جائیں۔ ایک مقام پر حضرت محدث گوندلوی نے حضرت جابر بن عبد اللہ کے اثر کو صحیح قرار دیا ہے اس پر گرفت کرتے ہوئے حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے فرمایا کہ اس کی سند میں سید بن عامر ہے جس پر علامہ ابن حجر نے **ربما وهم** سے اور امام ابو حاتم نے فی حدیثہ بعض الغلط سے جرح کی ہے اس کے باوجود اس اثر کو صحیح قرار دینا کیسے درست ہو سکتا ہے حالانکہ محدث مبارک پوری صاحب نے حامدین سلمہ کے آخر عمر میں حافظہ کے تغیر ہونے کی وجہ سے اس کی روایت کے بارے لکھا ہے کہ اس حدیث کو صحیح کہنا کوئی وزن نہیں رکھتا۔

یہ بات حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے اپنی دلیل کے حشر کے طور پر بیان فرمائی ہے کہ جب ایک راوی کا حافظہ آخر عمر میں تغیر ہوتا ہے اور اس کی مروی روایات کو بقول مبارک پوری صاحب صحیح کہنا کوئی وزن نہیں رکھتا تو جس کے بارہ میں یہ کہا گیا ہو کہ اس کو اکثر وہم ہو جاتا تھا اور اس کی حدیث میں بعض غلطیاں ہیں اور یہ عمر کے کسی حصہ کے ساتھ بھی مقید نہیں تو یہ تو بدرجہ اولیٰ اس قابل ہے کہ اس کو صحیح کہنا کوئی وزن نہ رکھے۔ اس لیے محدث گوئد لوی کا پس یہ حدیث صحیح ہے کہنا کوئی وزن نہیں رکھتا۔

اثری صاحب یا تو اس عبارت کو سمجھ ہی نہیں سکے یا تجاہل مارفا سے کام لے رہے ہیں حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے اپنے لیے کوئی مخلص نہیں نکالا۔ البتہ مبارک پوری صاحب کی کھڑی کھوئی دیوار سے محدث گوئد لوی کا راستہ بند ہوتے ہوئے ضرور دکھایا ہے۔

اثری صاحب نے یہاں ایک اور دجل کا مظاہرہ کیا کہ ص ۳۱ پر لکھا کہ مولانا ظفر احمد عثمانی مرحوم نے انھار السن ۶۵ میں صراحت کی ہے کہ ربما وہم اور فی حدیث بعض الغلط دونوں الفاظ راوی کے ضعف کا باعث نہیں ہوتے۔ (مجلس مکرہم اثری صاحب سے یہ عرض کرتے ہیں کہ مسلکی حدیث میں آر پار کی مار کراپنے جاریوں کو بے شک خوش کرتے رہیں مگر ایسا دجل نہ کریں کہ خواہ مخواہ کوئی بات کسی بزرگ کی جانب منسوب کر دیں۔ اگر اثری صاحب کو انھار السن کی عبارت سمجھ نہیں آئی تھی تو کسی سے دریافت کر لیتے مولانا عثمانی فرماتے ہیں کہ لہ اوہام وغیرہ کی وجہ سے راوی درجہ ثقہ سے گزرتا نہیں مگر ان غیرہ ہر ارجح منہہ واثقہ اذا عارضہم او خالفہم یعنی معارضہ اور مخالفت کی صورت میں ایسے راوی پر دوسرا راوی جس میں یہ جرح نہ ہو وہ راجح اور اوثق ہوگا۔ (انھار السن ص ۶۶)

اور پھر مولانا عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بحث وہم لیسیر کے بارہ میں کی ہے جبکہ ربما وہم کے اثری صاحب کے کئے ہوئے ترجمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس کو وہم کشیں سمجھتے ہیں۔

اثری صاحب خود اپنی بے فکر کتاب میں ربما وہم کا معنی بسا اوقات کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں: اور عاقل ابن حجر لکھتے ہیں: صدوق ربما وہم کہ وہ صدوق ہے بسا اوقات اس سے وہم ہو جاتا تھا۔ (توضیح الکلام ص ۴۹۵)

اور بسا اوقات کا معنی ہے بہت دفعہ، اکثر مرتبہ (فیروز اللغات ص ۵۹) اگر اثری صاحب بسا اوقات کا معنی نہیں سمجھتے اور اس کو استعمال کیا ہے تو تعجب ہے اور اگر سمجھ کر استعمال کیا ہے اور اس کے باوجود ربما وہم کو وہم یسیر سمجھتے ہیں تو انتہائی تعجب ہے اور یہ صرف مسلکی تہمت اور تعصب کا شاخسانہ ہے۔ ربما وہم اور فی حدیثہ بعض الغلط قابل اعتبار جرح ہے کہ نہیں۔ اس بارہ میں کاش اثری صاحب مبارک پوری صاحب کو ہی پڑھ لیتے جو اس جرح کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ ابو حاتم محمد بن حبان بعض راویوں کو بھی ضعیف کہتے ہیں (ابکار اللہ ص ۱۵۱) تو گویا یہ قابل اعتبار جرح ہے اگر نہ ہوتی تو وہ کہہ دیتے کہ تو قابل اعتبار جرح ہی نہیں۔

اثری صاحب کی سمجھی اثری صاحب ص ۳۱ پر لکھتے ہیں لیکن جس کا حافظہ تغیر ہو گیا ہو تبہ حفظ کے بعد اس کی روایت قابل قبول نہیں ہوتی جیسا کہ تدریب الراوی ص ۲۴۲ اور دیگر اصول حدیث کی کتابوں سے ثابت ہے۔ (بلغظم)

اثری صاحب اس عبارت سے یہ واضح کرنا چاہتے ہیں جیسا کہ ان کی عبارت سے ظاہر ہے کہ تغیر حفظ کے بعد اس راوی کی روایت قابل قبول نہیں ہوتی۔ حالانکہ یہ بات ہرگز نہیں بلکہ تغیر حفظ کے بعد اس کی اس دور کی روایات قابل قبول نہیں ہوتیں جس دور میں

اس کو یہ عارضہ لاحق ہے اور یہی اصول حدیث کی کتابوں میں لکھا ہے اور اسی پر حضرات محدثین کو ائمہ کا عمل ہے اور امام بخاری کا بھی اس پر عمل ہے اسی لیے علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے جو روایات ان حضرات سے لی ہیں جن کا آخر عمر میں حافظہ تغیر ہو گیا تھا تو وہ روایات ان کے اختلاط کے عارضہ میں مبتلا ہونے سے پہلے کی ہیں۔ (انصار السنن ص ۱۸) تغیر حفظ کے بعد اس راوی کی تغیر کے دور ہی کی روایات ناقابل قبول ہوتی ہیں علی الاطلاق ناقابل قبول نہیں ہوتیں جب تک کہ اثری صاحب تاثر دے رہے ہیں۔

ساتواں طعن اثری صاحب ص ۱۲ پر لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب لکھتے ہیں جب حماد ثقہ ہیں تو ان کی روایت میں اختلاط سے کوئی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ محدثین نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ ان کو اختلاط کا عارضہ آخر عمر میں لاحق ہوا تھا اور ابراہیم نخعی کی روایتوں میں وہ خطا نہیں کرتے تھے۔ (احسن الکلام ص ۲۱۲) اور (طبع سوم ص ۲۹۹) بے اصولی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ بتلائیے جن ثقات کے بارے میں اختلاط کا حکم ہے ان کی روایات درست ہیں؟ اور پھر اثری صاحب مجمع الزوائد کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ حماد بن ابی سلیمان سے شعبہ ثوری اور مشام دستوائی کی روایات صحیح ہیں ان کے باقی شاگردوں نے اختلاط کے بعد سماع کیا۔ اور پھر آگے لکھتے ہیں کہ راوی سے روایت کے وقت اس کے شاگرد کو دیکھا جاتا ہے نہ کہ استاد کو۔ مگر مولانا صفدر صاحب نے یہ کہہ کر کہ امام نخعی سے اس کی روایات صحیح ہیں بے اصولی کا مظاہرہ کیا ہے اور انہی منقہ چلائی ہے۔ (محصّل)

الجواب اثری صاحب نے

ہم دعا لکھتے رہے وہ دعا پڑھتے رہے
ایک نقطہ نے ہیں محرم سے مجسم کر دیا

کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی عبارت سے ایک لفظ کی ایسی تبدیلی کی کہ پوری عبارت کا کلیہ بگاڑ کر رکھ دیا اور ایسا کرنے میں ہم اثری صاحب کو معذور سمجھتے ہیں کیونکہ یہاں ایک ایسی شخصیت کا نام آگیا ہے جس سے اثری صاحب اور ان کے طبقہ کو ایسی الرجی ہے کہ وہ نام سامنے آتے ہی ان کی حالت تغیر ہو جاتی ہے، ہوش و حواس گم ہو جاتے ہیں اور وہی تباہی کہنے میں مجبور ہو جاتے ہیں اور وہ شخصیت ہے سر لاج الامتہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کی جو حماد سے روایت کر رہے ہیں۔

اثری صاحب! احسن الکلام کی عبارت میں یہ الفاظ قطعاً نہیں ہیں کہ جب حماد ثقہ ہیں تو ان کی روایت میں اختلاط سے کوئی فرق نہیں پڑتا بلکہ احسن الکلام کی عبارت ہے جب حماد ثقہ ہیں تو اس روایت میں اختلاط سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ کیونکہ محدثین نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ ان کو اختلاط کا عارضہ آخر عمر میں لاحق ہوا تھا اور ابراہیم نخعی کی روایتوں میں وہ خطا نہیں کرتے تھے۔ (تہذیب التہذیب ص ۱۲۱) یہ روایت بھی امام ابراہیم نخعی سے ہے تو حضرت محدثین کرامؒ کی تصریح کے مطابق اختلاط سے اس روایت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کیونکہ محدثین کرامؒ کی تصریح سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ روایات ان کے اختلاط میں مبتلا ہونے سے پہلے کی ہیں۔ اور اختلاط کے دور سے پہلے کی روایات میں اختلاط سے کوئی فرق نہیں پڑتا ورنہ امام بخاریؒ ایسی روایات نہ لیتے جیسا کہ باحوال پہلے گزر چکا ہے۔ اثری صاحب لکھتے ہیں کہ بے اصولی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے بتلائیے جن ثقات کے بارے میں اختلاط کا حکم ہے ان کی روایات درست ہیں؟

اثری صاحب اگر آپ کو اس الرجی حالت سے باہر نکلنے کا موقع مل جائے تو یہ سوال آپ امام بخاریؒ سے کریں جنہوں نے مختلط راویوں کی ان کے اختلاط کے عارضہ سے قبل کی روایات قبول کی ہیں یا یہ سوال آپ علامہ ابن حجرؒ سے کریں جو امام بخاریؒ کا دفاع کرتے ہوئے ان کی جانب سے جواب دیتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے یہ روایات ان سے

اختلاف سے پہلے کی لی ہیں۔ مطلقاً مختلف کی روایات کو ناقابل قبول نہیں کہہ رہے جیسا کہ اثری صاحب سمجھتے ہیں۔ اگر اثری صاحب کو اعتراض ہے تو یہ اعتراض ان حضرات محدثین کرام پر کریں حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجد ہم تو ان حضرات ہی کی کتابوں سے خوشہ چین ہیں۔ اور بے اصولی کا فتویٰ بھی ان ہی حضرات پر لگائیں۔

اثری صاحب کہیں ایسا تو نہیں کہ بیٹی سناؤں تجھے اور کول ہو کو، آپ مخاطب تو حضرت شیخ الحدیث دام مجد ہم کو کر رہے ہو اور رگڑا لگانا تمام محدثین کرام کو مقصود ہو اور دل کی بھڑاس نکالنا ہو کیونکہ ان میں بھی تو کوئی غیر مقلد نہیں ہے اور اس بات کو اثری صاحب کی یہ کتاب پڑھ کر ہر اہل علم سمجھ سکتے ہیں۔

مولانا صفد صاحب کی الٹی منطق
یا اثری صاحب کی حواس باختگی؟
اثری صاحب لکھتے ہیں: مزید برآں مختلف راوی کے تلامذہ کے بارے میں دیکھا جاتا ہے کہ تلامذہ نے اختلاف سے پہلے سنا ہے اور کن نے اختلاف کے بعد مگر حضرت شیخ الحدیث صاحب حماد کے شاگردوں کی بات تو نہیں کرتے اس کے برعکس فرماتے ہیں اس کی ابراہیم غمی سے روایتوں میں خطا نہیں۔ (بلفظ) اور اس کو اثری صاحب الٹی منطق سے تعبیر کرتے ہیں۔

قادین کرام! اثری صاحب کی حواس باختگی ملاحظہ فرمائیں کہ اس بحث میں چند طریق پہلے سوالیہ لہجہ میں کہہ کر بتلائیے جن ثقافت کے بارے میں اختلاف کا حکم ہے انکی روایات درست ہیں؟ مختلف کی روایات کو غیر درست اور ناقابل قبول قرار دے رہے ہیں، کیونکہ سیاق و سباق سے ان کا استفہام انکاری ہی ہے تو اثری صاحب جب آپ کے نزدیک مختلف کی روایات قابل قبول ہی نہیں تو تلامذہ کو دیکھنا یا اس کے اساتذہ کو دیکھنے سے کیا فرق پڑتا ہے؟ اگر یہ بے اصولی اور الٹی منطق ہے تو یہ صرف حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجد ہم کے حصہ میں نہیں آئی بلکہ اس کے پہلے مرنجب تو علامہ ابن حجر ہیں

جن کے حوالہ سے حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجد ہم نے یہ بات کہی ہے۔ اب اثری صاحب پہلے علامہ ابن حجر کو اس رسی سے باندھیں پھر حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجد ہم کو بھی ان کے ساتھ گھسیٹتے چلے جائیں کسی کو شکوہ نہ ہو گا اور اگر اثری صاحب ایسا نہیں کرتے تو قارئین کرام یقین کر لیں کہ اثری صاحب کے نزدیک پرکھ کے ترازو الگ الگ ہیں یا پھر وہ صرف حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجد ہم کی کردار کشی کر کے دلی بھڑاس نکالنا چاہتے ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ اثری صاحب نے خود تو تفسیر الکلام ص ۱۴۱ پر یحییٰ بن یحییٰ کے بارے میں بحوالہ حافظ ابن حجر لکھا ہے: ثقافت فی الیث وتکلفوا فی سماعہ من مالک۔ کہ روایت کی روایت میں ثقہ ہے اور مالک سے سماع میں کلام کیا ہے مگر یہ روایت امام لیث ہی سے ہے۔ (بلفظ)

اثری صاحب! آپ نے یہاں کیوں الٹی منطق چلائی ہے؟ آپ یحییٰ بن یحییٰ کے شاگردوں کی بجائے اس کے اساتذہ سے روایت کے معاملہ میں کیوں بات کر رہے ہیں؟ اور خوش ہو رہے ہیں کہ یہ روایت امام لیث ہی سے ہے۔ آپ اس کے شاگردوں کو دیکھتے۔ اگر شاگردوں کی بات نہ کرنا بلکہ راوی کے استاد سے روایت کے معاملہ میں اس کی صفائی بیان کرنا بے اصولی اور الٹی منطق ہے تو اس کے مرتکب خود آپ بھی ہیں جب اس جرم کے دھبے آپ کے دامن پر بھی ہیں تو کسی دوسرے کو طعن دینے میں شرم محسوس کرنی چاہیئے۔

آٹھواں طعن اور اثری صاحب کی چالاکی
اثری صاحب ص ۱۲ پر رجالہ رجال الصبیح کا عنوان قائم کر کے دجل و تبلیس کا مظاہرہ کرتے ہوئے احسن الکلام کی ایک عبارت کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر نولی لٹریچر کر کے پیش کرتے ہیں "علامہ بیہقی کا رجالہ رجال الصبیح کہنا ہی امام بزار کی تردید کے لیے کافی ہے (احسن الکلام ص ۲۳۳) اور (طبع سوم ص ۲۱۱ مرتب) اثری صاحب

اس عبارت کو مدار بنا کر حاشیہ آرائی کرتے ہیں اور اپنی اثریاد تحقیق کی عمارت بلند کرتے ہوئے لکھتے ہیں: گویا حضرت موصوف باور کرار ہے ہیں کہ جس روایت کے بارے میں رجالہ رجال الصصحیح کہا گیا ہو تو وہ روایت صحیح ہوتی ہے حالانکہ یہ بھی اصول سے بے خبری کی علامت ہے۔ (محصلہ)

الجواب بے بنیاد عمارت پر خوش ہونا کسی عقل مند کا کام تو نہیں ہو سکتا مگر مجذوب اثری صاحب کو کھلی چھٹی ہے جو چاہیں کرتے پھر ہیں۔

قارئین کرام! حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی عبارت دیکھیں اور پھر اثری صاحب کی کانٹ چھانٹ اور حاشیہ آرائی دیکھیں معاملہ صاف ہو جائے گا حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے حضرت عبداللہ بن جعدہ کی روایت پیش کی ہے اور اس کے رواۃ کے بارہ میں علامہ بیہقیؒ کے حوالہ سے لکھا رجال احمد رجال الصصحیح وکرم سند احمد کی روایت کے راوی صحیح یعنی بخاری کے راوی ہیں۔ مرتب اس روایت کے بارہ میں امام بزارؒ کا ایک اعتراض تھا کہ اس روایت میں ابن جعدہ کی بجائے اصل میں ابن اکیمہؒ ہے جس کو امام زہریؒ کے بھتیجے نے غلطی سے ابن جعدہ کہہ دیا ہے۔ اس اعتراض کا حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے جواب دیا کہ ابن اکیمہؒ تو صحیح بخاری کے راوی ہی نہیں جب کہ علامہ بیہقیؒ فرما رہے ہیں رجالہ رجال الصصحیح تو صحیح بات یہی ہے کہ امام زہریؒ کے بھتیجے کو غلطی نہیں لگی بلکہ انھوں نے اصل الفاظ ہی نقل کیے ہیں۔ اس لیے کہ ابن اکیمہؒ تو بخاری کے راوی ہی نہیں تو علامہ بیہقیؒ کے رجال احمد رجال الصصحیح کہنے سے ہی امام بزارؒ کے اعتراض کا جواب ہو گیا۔ یہ تھا احسن الکلام کی عبارت کا مفہوم مگر اثری صاحب نے اپنی اثریاد دیانت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی کانٹ چھانٹ کے فنی کرتب کا ایسا مظاہرہ کیا کہ واقعی داد دینی پڑتی ہے کہ وہ اس میدان کے چیمپئن ہیں اور غیر متعلق خود کشید مفہوم لے کر اوراق سیاہ کرنے کے بے تاج بادشاہ

ہیں مگر دیانت کی دنیا میں دیکھا جائے تو ان بے چاروں میں عبارت سمجھنے کی صلاحیت بھی نہیں مگر شوق سوار ہو گیا ہے حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی مدلل کتابوں پر تنقید کا اس جیسے موق کے لیے ہی عربی کا یہ محاورہ ہے:

الْفُوفُ فِي الْعَمَاءِ وَامْتٌ فِي السَّعَاءِ

نواں طعن اثری صاحب ص ۱۲ پر لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے رجل لم جسدہ کا معنی مجہول راوی جو کیا ہے وہ نہ لغت صحیح ہے نہ ہی اصول حدیث کے مطابق ہے کیونکہ عن رجل عن ابن فلان وغیرہ الفاظ اگر روایت میں آئیں تو وہ راوی مبہم ہوتا ہے نہ کہ مجہول۔ (محصلہ)

الجواب اثری صاحب جیسے محقق پر غیر مقلد حضرات کو خوب ناز کرنا چاہیے جو ان کے مشن کو چارچاند نگار رہے ہیں۔ اثری صاحب کی خانہ ساز لغت اور اصول حدیث کی دوسے رجل لم جسدہ کا معنی مجہول راوی غلط ہو سکتا ہے مگر صاحب بصیرت حضرات کی مدونہ لغت اور اصول حدیث کی کتب کے یہ ترجمہ عین مطابق ہے۔

قارئین کرام! حضرات محدثین کرام کے ہاں صحابی کے علاوہ کسی اور راوی کے بارہ میں حالات معلوم نہ ہوں تو ایسے مجہول راوی کی تین اقسام ہیں: مجہول العین، مجہول الحال اور مبہم۔ یہ تینوں اقسام جہالت غیر اللہ تعالیٰ کی ہیں۔ دیکھئے افتاد السکن مثلاً تیسرے ص ۱۱۱ الحدیث ص ۱۱۱ اور شرح نخبۃ الفقہ ص ۱۱۱ اور یہ بات ابتدائی طالب علم بھی جانتا ہے کہ قسم کی اقسام میں سے ہر ایک قسم پر قسم کا اطلاق ہو سکتا ہے جیسا کہ کلمہ کو اعم فعل اور حرف تین تقسیم کرتے ہیں تو ان اقسام میں سے ہر ایک کو کلمہ بھی کہہ سکتے ہیں جب مبہم جہالت راوی کی اقسام میں سے ہے تو اس پر مجہول کا اطلاق کرنے میں کیا قیاحت ہے؟ مگر اثری صاحب بے چارے اتنی موٹی سی بات بھی سمجھنے کی صلاحیت سے محروم ہیں۔ علامہ بیہقیؒ نے فیہ رجل لم جسدہ فرمایا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے نزدیک اس راوی کی تعیین نہیں ہو سکی ورنہ وہ اس کا نام لیتے اور اثری صاحب

خود ص ۹۵ پر لکھتے ہیں میں اس سے انکار نہیں کہ ایسا راوی اگر معلوم نہ ہو تو وہ مجہول ہوتا ہے (بلفظ اعتراض کرنے سے قبل اثری صاحب کا یہ فریضہ تھا کہ وہ اس راوی کا معلوم ہونا ثابت کرتے اور اگر وہ راوی معلوم نہیں اور یقیناً معلوم نہیں تو ایسے راوی کو اثری صاحب بھی مجہول کہتے ہیں تو اعتراض کس بات پر؟ اثری صاحب نے لکھا کہ اہل علم نے بہات پرستقل کتابیں لکھی ہیں اور چند ایک کتابوں کے نام بھی گنوائے مگر اثری صاحب یہ جرات نہ کر سکے کہ ان کتابوں سے اس راوی کی تعیین کر سکیں تاکہ مولانا صفدر صاحب پر اعتراض کیا جاسکے ورنہ جس بات کے وہ خود قائل ہیں اس پر اعتراض چہ معنی دارد؟

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ جس روایت کی سندیں عن رجل کہا گیا ہو راوی کا نام نہ لیا گیا ہو تو اس کو ہم راوی کہتے ہیں مجہول نہیں۔ (مصلہ) اور پھر اثری صاحب لکھتے ہیں کہ تہذیب تقریب میں باب البہات بترتیب من روی عنہ کا عنوان لکھا جاسکتا ہے۔

ہم اثری صاحب سے گزارش کرتے ہیں کہ صرف عنوان دیکھنے پر اکتفا نہ کیا کریں عنوان کے تحت بھی دیکھ لیا کریں کہ صاحب نے کیا لکھا ہے ہم اسی تقریب کے حوالے سے عرض کرتے ہیں کہ صاحب تقریب علامہ ابن حجر عسقلانی نے بھی عن رجل کو مجہول سے تعبیر کیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں قیس بن وہب عن رجل من بنی سواہ عن عائشة مجہول۔ (تقریب ص ۶۲) باب البہات اور اسی طرح لکھتے ہیں موسیٰ بن عبیدہ عن موسیٰ بن سباع عن ابن عباس مجہول۔ (تقریب ص ۶۲)

مولیٰ بن سباع کا نام متعین نہ ہونے کی وجہ سے مجہول ہے۔ اب دیکھتے ہیں کہ اثری صاحب علامہ ابن حجر پر کیا فتویٰ صادر کرتے ہیں؟ نیز اثری صاحب کے عرض ہے کہ اگر رجل لم یسم کا حنی مجہول کرنا غلط ہے اور اصول ہے خبری ہے تو اس کے مترتب آپ کے استاد محترم محدث گوندلوی بھی ہیں وہ بھی اس کا یہی معنی کہتے ہیں انکی عبارت ملاحظہ ہو: رواہ الطبرانی فی الکبیر وہیہ رجل لم یسم۔ یہ حدیث طبرانی کی ہے اس میں ایک راوی ہے جس کا نام نہیں لیا گیا یعنی مجہول ہے جس میں مجہول راوی ہو وہ ضعیف ہوتی ہے۔ (شیر الکلام ص ۱۵۱)

اثری صاحب دیانت کا مظاہرہ کریں اور محدث گوندلوی کو بھی اصول سے بے خبری کی رشتی سے باندھیں اور مولانا صفدر صاحب کے ساتھ ان کو بھی جہاں تک گھسیٹ سکتے ہیں گھسیٹ جائیں اور غیر مقلد نہ حتی شاگردی ادا کریں۔

احسن الکلام ص ۲۲ (اور طبع سوم ص ۲۲) کی عبارت میں کتابت کی غلطی سے ہے کی بجائے ہیں لکھ دیا گیا تھا، اور کتابت کی غلطی کا قرینہ بھی موجود ہے کیونکہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجد ہم آگے لکھتے ہیں یہ قیدی کی حالت میں تھا، اور کون تھا؟ الخ۔ پہلی عبارت کے ساتھ متصل اس عبارت میں واحد ہے تو پہلی عبارت میں بھی واحد ہی ہے۔ کتابت کی غلطی سے ہیں لکھا گیا ہے اور احسن الکلام ص ۲۲ (طبع سوم ص ۲۲) کی عبارت میں ہے کہ اس میں مجہول راوی ہے۔ اس میں کتابت کی کوئی غلطی نہیں مگر اثری صاحب اس عبارت میں ہیں لکھ کر غلط بیانی سے کام لے رہے ہیں حالانکہ یہاں عبارت درست ہے اور اثری صاحب لکھتے ہیں پھر ستم بالائے ستم یہ کہ لکھتے ہیں مجہول راوی ہیں آخر واحد کو یہاں جمع کے معنی میں کس ضرورت کی بنا پر لیا گیا؟ اثری صاحب نہ کوئی ضرورت تھی نہ ہے صرف کتابت کی غلطی ہے جو معقول طریقہ سے بھی بتا کر آپ شکر یہ کاموقع دے سکتے تھے۔

اثری صاحب ص ۲۲ پر لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر نے رجالہ کا لھم **دسوال طعن** موثقون کا ترجمہ کیا ہے کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں اور رجالہ موثقون کا معنی کیا ہے سب راوی ثقہ ہیں اور بقیہ رجالہ موثقون کا معنی کیا ہے اس کے باقی راوی ثقہ ہیں۔ اثری صاحب لکھتے ہیں کہ یہ ترجمہ نہ لغت درست ہے، نہ ہی علامہ سیوطی کے اسلوب کے مطابق ہے۔ (مصلہ)

اثری صاحب نے فضول خارج از بحث پانچ صفحات سیاہ کیے اور مفت **الجواب** مفر کھپائی کر کے کتاب کا حجم بڑھایا۔ ہم یہاں اختصاراً اثری صاحب کے اپنے کیے ہوئے ترجمہ کی روشنی میں ان الفاظ کا ترجمہ کرتے ہیں اور فیصلہ قارئین کرام پر

چھوڑتے ہیں کہ وہ خود فیصلہ کریں کہ اس معنی میں کیا خرابی ہے؟ اور حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم پر اعتراض کرنے میں اثری صاحب کہاں تک حق بجانب ہیں؟ اس قاعدہ سے تو میزان الصرف اور علم الصیغہ کے طلبہ بھی واقف ہیں کہ مصدری معنی پہلے مثنیٰ میں لیا جاتا ہے اور پھر اس باب کی تمام گردانوں میں گردانوں کے مطابق لیا جاتا ہے جیسے اَکْرَحُ کا معنی ہے اس نے عزت کی۔ اور مَکْرَحُ کا معنی ہوگا عزت کیا ہوا، عزت دیا ہوا اور بامحاورہ ترجمہ اس کا باعزت بھی کر دیتے ہیں۔ اسی قاعدہ کی روشنی میں دیکھیں کہ وَثَقُ کا جو معنی اثری صاحب نے کیا ہے اس کے مطابق موثقون کا ترجمہ جو حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے کیا ہے درست ہے یا کہ نہیں؟ اثری صاحب لکھتے ہیں: وزهين بن عباد الواسي وثقة ابو حاتم۔ زهير رواي کو ابو حاتم نے ثقہ کہا ہے (توضیح الکلام ص ۲۱۴) اسی طرح وہ وثقة ابن حبان کا معنی کرتے ہیں اور ابن حبان نے ثقہ کہا ہے۔ (توضیح الکلام ص ۲۱۴) اور وثق کا معنی ثقہ کہا ہے۔ اثری صاحب کے استاد محترم محدث گوندلوی نے بھی کیا ہے۔ (خیر الکلام ص ۲۳۲)

موثقون اسی وثق سے اسم مفعول کا صیغہ ہے جس وثق کا معنی اثری صاحب اور ان کے استاد محترم نے ثقہ کہا ہے کیا ہے تو اس کے مطابق رجالہ موثقون کا معنی ہوگا اس کے رجال کو ثقہ کہا گیا ہے۔ اس کے رجال ثقہ کہے گئے ہیں اور اگر ان الفاظ کو بامحاورہ ترجمہ میں اس طرح تعبیر کر دیا جائے کہ اس کے رجال ثقہ ہیں تو کسی صاحب عقل و فراست کو تو کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا اور نہ یہ معنی لغت کے خلاف ہیں۔ اثری صاحب کو اگر اعتراض ہے تو وہ پہلے اعتراض اپنے آپ پر اور اپنے استاد محترم پر کریں جنہوں نے وثق کا معنی ثقہ کہا ہے کیا ہے پھر حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم پر بے شک کریں اس لیے کہ مصدری معنی پہلے ماضی میں منتقل ہوتا ہے اور

اپنے استاد محترم نے ماضی کا معنی کیا ہے تو پہلے اعتراض آپ پر اور آپ کے استاد محترم پر قائم ہوتا ہے اس لیے اسکا جو جواب آپ دینگے وہی جواب ہماری طرف سے بھی سچا ہوگا۔ قاعدہ کے مطابق ثبات مکمل ہو گئی اس سے زیادہ بحث کی ضرورت نہیں مگر ہم اثری صاحب سے گزارش کرتے ہیں کہ اگر آپ کو اپنا لکھا ہوا یاد نہیں تو ہم یاد دلا دیتے ہیں کہ جناب آپ نے توضیح الکلام میں جو فرمایا ہے اس کے ہوتے ہوئے حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم پر اعتراض کرنا کون سی عقل مندی ہے؟ اثری صاحب دسویں حدیث کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

علامہ ہبشیؒ اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں: رجالہ موثقون اس کے رجال کی توثیق کی گئی ہے۔ (توضیح الکلام ص ۲۱۴) اور آگے اسی بحث سے متعلق لکھتے ہیں: اس حدیث کے سب راوی صدوق اور ثقہ ہیں جیسا کہ علامہ ہبشیؒ اور علامہ سیوطیؒ کے قول سے عیاں ہوتا ہے۔ (توضیح الکلام ص ۲۱۴) اسی طرح اثری صاحب نے توضیح الکلام ص ۱۵۹ میں بھی حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کے بیان کردہ ترجمہ سب راوی ثقہ ہیں کو اپنی تائید میں پیش کیا ہے۔

اثری صاحب یہاں آپ کو علامہ ہبشیؒ کے الفاظ رجالہ موثقون سے سب راوی صدوق اور ثقہ کیسے عیاں ہو گئے؟ اور یہاں تمہاری یہ تحقیق کہ علامہ ہبشیؒ کے ان الفاظ سے مقصود عموماً فی الجملہ اس روایت کے راویوں کی توثیق کا اظہار ہوتا ہے کہاں چلی گئی؟ کیا تم نے خود علامہ ہبشیؒ کی غلط ترجمانی کی ہے؟ اور ان کے طلبہ کو نہیں سمجھا؟ اور مقصود غلط بیان نہیں کیا؟ ورنہ یہ تو بتایا جائے کہ تمہیں رجالہ موثقون سے سب راوی ثقہ عیاں ہو یا نہیں تو کوئی بات نہیں اور اگر کوئی دوسرا آدمی ان الفاظ کا ترجمہ سب راوی ثقہ ہیں کر دے تو طعن کی توپ کیوں چلائی جاتی ہے؟

اثری صاحب کا عجیب ترے جملہ | اہل علم کی توجہ کے لیے عرض ہے کہ اثری صاحب

من قرأ خلف الامام فليقرأ بفتح فاء
الكتاب کا ترجمہ کرتے ہیں کہ جو امام کے پیچھے نماز پڑھے اسے چاہیے کہ سورۃ فاتحہ
پڑھے (صفحہ ۱۷۱) عربی سے واقفیت رکھنے والے حضرات ضرور اثری صاحب کو
اس ترجمہ پر داد دیں۔

اثری صاحب نے مسئلہ پر اعتراض کیا تھا کہ لین الحدیث کا معنی حدیث میں وہ
ضعیف ہے درست نہیں اور خود فی توثیق بعضہم لینا میں لینا کا معنی کمزوری
کر رہے ہیں۔ (حاشیہ صفحہ ۱۷۱) اثری صاحب نے اس عنوان کے تحت بالکل خارج از بحث
سے کئی صفحات صرف کتاب کا حجم بڑھانے کے لیے سیاہ کیے ہیں۔

گیا رہواں طعن اور اثری صاحب کی چکر بازی | اثری صاحب منہ پر عنوان قائم کرتے ہیں۔ سند
جید سے روایت محفوظ ہوتی ہے۔ اس کے تحت
سماع الموقی کی ایک عبارت جو فتح الباری کے حوالہ

سے نقل کی گئی ہے۔ اس طویل عبارت کا ایک ٹکڑا پیش کر کے اور بریکٹ کی عبارت
کو بھی بغیر بریکٹ کے ذکر کر کے اپنا خود کشیدہ مفہوم نکالتے ہیں اور پھر تدریب الراوی
وغیرہ سے محفوظ روایت کی اصطلاح بیان کر کے اعتراض کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے
ہیں مگر کتنے افسوس کا مقام ہے کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب محدثین کے اس سلسلہ
اصول کے برعکس فرماتے ہیں کہ جب سند جید اور حسن ہے تو یہ محفوظ ہی ہے صاف
کیوں نہیں کہہ دیتے کہ شاذ کا وجود ہی نہیں ہے۔ (محصلاً)

الجواب | ہم اس سے زیادہ کیا کہہ سکتے ہیں کہ اثری صاحب کو احناف خولیا
ہو گیا ہے بعض بیماریوں کو مایوس کیا ہوتا ہے مگر اثری صاحب کو احناف
خولیا ہے جس کی وجہ سے ان کو کسی حنفی کی صحیح بات بھی قابل اعتراض نظر آتی ہے۔

قارئین کرام! سماع الموقی میں حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے فتح الباری
کی عبارت پیش کی جس میں علامہ ابن حجرؒ نے فرمایا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
سے بھی ایک روایت ہے جس کی امام احمدؒ نے جید، اور حسن اسناد کے ساتھ تخریج کی
ہے جس میں ہے کہ قلیب بدر والوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خطاب کیا تھا تو جب
آپؐ سے کہا گیا یا رسول اللہ کیا یہ سنتے ہیں؟ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ ہاں سنتے ہیں اور
اس روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں ما انتہما باسمع لما اقول منہم (یعنی جو میں
ان سے کہہ رہا ہوں تم ان سے کوئی زیادہ اس بات کو نہیں سُن رہے۔ مرتب) اس
پر علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اگر یہ الفاظ محفوظ ہوں (یعنی مدرج یا شاذ نہ ہوں۔ مرتب)
تو پھر یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت عائشہؓ نے سماع موقی کے انکار سے رجوع کر لیا
تھا۔ اثری صاحب نے بریکٹ کی عبارت کو آگے پیچھے کی عبارت سے جوڑ کر اپنی بھرپور
دیانت داری کا مظاہرہ کیا ہے۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے عبارت کو اس طرح ذکر کیا ہے:
(۵) اگر حضرت عائشہؓ کی اس روایت میں سماع کا لفظ محفوظ ہے (اور جب بقول انکے
سند جید اور حسن ہے تو قرین قیاس یہی ہے کہ یہ لفظ محفوظ ہی ہے۔ مصدق) تو پھر یہ
روایت اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت عائشہؓ نے انکار سماع موقی سے رجوع
کر لیا تھا۔ الخ۔

قارئین کرام! اس عبارت میں واضح ہے کہ علامہ ابن حجرؒ اس عبارت کے
چند الفاظ کے محفوظ ہونے کے بارہ میں شک کا اظہار کر رہے ہیں تو اس پر حضرت
شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے فرمایا کہ جب علامہ ابن حجرؒ خود اس روایت کی
سند کو جید اور حسن کہتے ہیں تو قیاس یہی چاہتا ہے کہ یہ الفاظ محفوظ ہی ہیں۔ اس
لیے کہ جید اور صحیح کو بعض محدثین کرامؒ نے برابر قرار دیا ہے اور بعض معمولی فرق کرتے

ہیں۔ (تدریب الراوی ص ۱۴۱) اور حسن وہ ہے جس میں صحیح کی باقی تمام شرائط پائی جائیں صرف ضبط میں کچھ کمی ہو۔ (شرح نخبۃ الفکر ص ۱) اور صحیح روایت وہ ہوتی ہے جس کے تمام راوی تمام الضبط اور عادل ہوں، سند متصل ہو اور اس میں نہ کوئی علت ہو اور نہ شذوذ ہو۔ (شرح نخبۃ الفکر ص ۱۴۱) جب صحیح کا شذوذ سے خالی ہونا ضروری ہے تو جید اور حسن کا بھی شذوذ سے خالی ہونا ضروری ہے اور جب علامہ ابن حجر خود سند کو جید اور حسن کہہ رہے ہیں تو پھر ان الفاظ کے شاذ ہونے کا احتمال نہیں رہتا بلکہ قیاس ہی چاہتا ہے کہ یہ الفاظ محفوظ ہی ہیں۔

یہ تھی اصل بات جس کو اثری صاحب اپنی کم فہمی کی وجہ سے کیا سمجھ بیٹھے اور خواہ مخواہ اعتراض کر دیا ان کو شاید صرف اصول حدیث کی کتابوں سے یہ نظر آیا کہ محفوظ کا مقابل شاذ ہوتا ہے مگر یہ نظر نہیں آیا کہ صحیح کا شذوذ سے خالی ہونا ضروری ہے۔ نیز صحیح اور جید اور صحیح اور حسن میں معمولی فرق تو ہے مگر شذوذ سے خالی ہونے کی شرط تینوں کے لیے ہے اور اس کو محدث گو ندوئی نے بھی خیر الکلام کے مقدمہ میں لکھا ہے۔ نیز اثری صاحب کے استاد محترم محدث گو ندوئی لکھتے ہیں۔ غلام کلام یہ ہوا کہ یہ جملہ واذا قرأ فانصتوا صحیح نہیں بلکہ شاذ ہے۔ (خیر الکلام ص ۱۴۱) اثری صاحب یہاں بھی کہہ دیں کہ شاذ کا مقابل تو محفوظ ہوتا ہے اور محدث گو ندوئی صاحب شاذ کے مقابل صحیح کہہ کر محدثین کے اس سلسلہ اصول کے برعکس فرماتے ہیں اور اصول سے بے خبری کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔

اصول حدیث کا فن مشکل ترین فن ہے جس کو سمجھنے کے لیے عقل و ہوش کی ضرورت ہے اور وہ اثری صاحب کے ہاں عنقاہ ہے۔ اس لیے ہم اثری صاحب کے کہیں گے کہ

ان مسائل میں بے کچھ ظرف نگاہی رکاز یہ حقائق ہیں تمنا کے لب بام نہیں

دلواروں پر اور نیچے اشتہارات لگا دیے جاتے ہیں جب وہ پھٹ جاتے

لطیف میں تو کسی اشتہار کا کوئی لفظ اور دوسرے کا کوئی لفظ نظر آتا ہے اور عجیب سا مضمون بن جاتا ہے۔ اسی طرح کی صورت حال ایک دفعہ لاہور ایک دیوار پر دیکھنے میں آئی کسی مدرسہ کی چندہ کی اپیل کا اشتہار، ایک فلمی اشتہار اور ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے طبیر کا اشتہار اور نیچے لگے ہوئے تھے اتفاقاً پھٹ گئے یا کسی منچلے نے جان بوجھ کر خاص ترتیب سے ان کو پھاڑا تو ان کے حروف یوں دکھائی دینے لگے:

”ڈاکٹر اسرار احمد اور سلطان راہی کو انجمن کے ہمراہ جامع مسجد میں حیرت انگیز

مکتب دیکھیں اور ثواب دارین حاصل کریں“

اسی قسم کی صورت حال جناب اثری صاحب نے بریکٹ کی عبارت کو آگے پیچھے کی عبارت سے جوڑ کر پیدا کر دی مگر اشتہارات کے ساتھ نو کار ڈائی کسی منچلے نے کی ہوگی مگر حضرت شیخ الحدیث دام مجدہم کی عبارت کے ساتھ یہ کاروائی خیر سے ممتاز عالم دین، خدمت حدیث اور مسلک سلف کی نشر و اشاعت کرنے والے ادارہ کے سربراہ اور مسلک اہل حدیث کی ممتاز اور مایہ ناز شخصیت جناب اثری صاحب کر رہے ہیں۔

اثری صاحب کی جانب سے | اثری صاحب نے پہلے صحیحین اور اس کے راویوں کے بارہ میں تنقید کرنے کے الزام کی بڑھکیں ماریں

اور پھر اصطلاحات محدثین سے بے خبری کے نقلی استول سے بچو کے فائر کر کے افزائری مچانا چاہی۔ مگر ناکامی محسوس کرتے ہوئے پھر ان ہی بڑھکوں سے میدان مارنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں اور ص ۱۵۷ پر عنوان قائم کیا "صحیحین کے راویوں پر جرح اور اس کے تحت لکھتے ہیں: آپ پہلے حضرت مولانا صفدر صاحب کے الفاظ پڑھ آئے ہیں کہ بخاری، مسلم کی سب حدیثیں بالا جماع صحیح ہیں۔ پھر اپنے اس مسلمہ اصول کی دھجیاں حضرت موصوف نے کس طرح اڑائیں اس کی تفصیل بھی آپ پڑھ آئے ہیں۔ (بلفظہ)

اثری صاحب! بفضلہ تعالیٰ حضرت موصوف نے نہ کسی قاعدہ کی خلاف ورزی کی ہے اور نہ اصول کی دھجیاں اڑائی ہیں۔ البتہ آپ جیسے حضرات

کے ہوش و حواس اور نیندیں ضرور اڑادی ہیں جس کا نمایاں اظہار آپ کی اس کتاب سے ہو رہا ہے اور جس کی وجہ سے آپ حضرت شیخ الحدیث دام مجاہد کی صحیح عبارات پیش کرنے کے قابل بھی نہیں رہے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجاہد کی اصل عبارت آپ نے ص ۲۴ پر نو پیش کی مگر یہاں ص ۱۵۷ میں گم گشتہ حواس کیوں ہو گئے؟ حضرت دام مجاہد کی اصل عبارت اس طرح ہے: اصول حدیث کی رو سے بخاری شریف اور مسلم شریف کو صحیحین سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ (احسان الباری ص ۱۴) اُمت کا اس پر اجماع و اتفاق ہے کہ بخاری و مسلم دونوں کی تمام روایتیں صحیح ہیں۔ (احسن الکلام ص ۲۳۲)

اور ہم نے اصول حدیث ہی کی رو سے اور محدث گوئی کی عبارت سے پہلے بیان کر دیا کہ بخاری و مسلم کی بعض روایات پر تنقید ہوئی ہے اس لیے آپ کا اعتراض اصول حدیث سے بے خبری کا آئینہ دار ہے۔ اثری صاحب لکھتے ہیں اسی طرح ان کا فرمان تو یہ ہے صحیح بخاری کے سب راوی ثقہ ہیں۔ (کما مر)

جی ہاں اثری صاحب، حضرت دام مجاہد نے یہ فرمایا ہے مگر آپ

جو طعن دے رہے ہیں کہ اس کی مخالفت کی ہے تو حضرت دام مجاہد کی کتابوں میں سے کسی ایک مقام سے ثابت کر دیں کہ حضرت دام مجاہد نے بخاری کے راوی کو غیر ثقہ اور ساقط الا اعتبار قرار دیا ہو۔ برابر کی احادیث میں ترجیح کے لیے ایک راوی کو بر نسبت دوسرے کو ضعیف کہنا اور بات ہے اور بالکل ضعیف قرار دے کر ساقط الا اعتبار قرار دینا اور بات ہے۔ اگر کسی اور پر اعتبار نہ ہو تو اپنے استاد محترم محدث گوئی پر ہی اعتبار کر لیں۔ وہ لکھتے ہیں: اور بعض وقت ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک راوی فی نفسہ ثقہ ہوتا ہے مگر دوسرے راوی کی نسبت کم درجہ ہوتا ہے تو اس درجہ کی کمی کا اظہار ضعیف کہنے سے کر دیتے ہیں۔ (خیر الکلام ص ۲۳۲، ۲۳۳) یہ آپ کی اخلاقی ذمہ داری تھی کہ آپ حضرت شیخ الحدیث دام مجاہد کی کتابوں سے کسی ایک مقام سے ثابت کیا ہوتا کہ حضرت دام مجاہد نے بخاری کے کسی راوی کو ساقط الا اعتبار ضعیف قرار دیا ہے تاکہ آپ کے دعویٰ کی کچھ تو تصدیق ہو جاتی۔

اثری صاحب آگے لکھتے ہیں: نیز یہ بھی کہ بخاری و مسلم اور موطا کی سند پر کلام کا کسی کو حق نہیں۔ ... الخ۔

اثری صاحب، اصول حدیث کی رو سے جھوٹ کی وجہ سے ثقاہت | باقی نہیں رہتی اور کسی کی بات کو ایسے بدل کر پیش کرنے والے کی روایت بھی قابل اعتبار نہیں رہتی جس سے مفہوم بدل جائے۔ آپ ماشاء اللہ مذہب

حدیث اور مسلک سلف کی نشر و اشاعت کرنے کے دعویدار ادارہ کے سربراہ ہیں، اس لیے کچھ تو خیال کرنا چاہیے، کم از کم عبارت تو صحیح پیش کر دینی تھی۔ اس کے بارہ میں ہم نے ص ۲۹ پر تفصیلی بحث کر دی ہے۔

اثری صاحب کا فرضی منطقی نتیجہ | اثری صاحب لکھتے ہیں: مزید اس کے ساتھ حضرت مولانا صاحب کا اپنا مسئلہ اصول بھی پیش نگاہ رہے کہ ہم نے توثیق و تضعیف میں جہورائے جرح و تعدیل اور اکثرائے حدیث کا ساتھ اور دامن نہیں چھوڑا۔ (احسن الکلام ص ۱۱۱، (طبع سوم ۱۱۵۵ء) ہم ان کی یہ پوری عبارت پہلے نقل کر آئے ہیں۔ اس کا منطقی نتیجہ یہی ہے کہ اگر راوی کو جہور نے ثقہ کہا ہے تو ہم توثیق نقل کریں گے اور اگر جہور نے ضعیف کہا ہے تو اس کی تضعیف نقل کریں۔ (ملفوظ)

الجواب | اثری صاحب، یہاں پوری عبارت نقل کرنے میں کیا قباحت تھی، پہلے تو کر دی کہ کون پیچھے اوراق پلٹ کر دیکھے گا کہ کیا عبارت تھی اب نہیں نقل کی کہ چوری پکڑے جانے کا اندیشہ ہے۔

قارئین کرام! حضرت شیخ الحدیث دام مجدہم کی جو عبارت اثری صاحب نے پہلے پیش کی جس کی جانب اب وہ اشارہ کر رہے ہیں وہ عبارت یہ ہے: ہم نے بعض مقامات پر ائمہ جرح و تعدیل اور جہور محدثین کرام کے مسئلہ اور طے شدہ اصول اور ضوابط کے عین مطابق ثقہ راویوں سے متعلق ثقاہت اور عدالت کے اقوال تو نقل کر دیئے ہیں لیکن اگر بعض ائمہ کا کوئی جرحی کلمہ ملا ہے تو وہ نظر انداز کر دیا ہے اسی طرح اگر کسی ضعیف اور کمزور راوی کے بارے میں کسی امام کا کوئی توثیق کا جملہ ملا ہے تو اس کو بھی درخور اعتناء نہیں سمجھا کیونکہ فن رجال سے ادنیٰ واقفیت والے حضرات بھی بخوبی اس امر سے واقف ہیں کہ کوئی ثقہ جس پر جرح کا کوئی کلمہ منقول نہ ہوا ایسا

ضعیف جس کو کسی ایک نے بھی ثقہ نہ کہا ہو کبریت احمد کے مترادف ہے۔ صحابہ کرام کا رتبہ کس سے بخفی ہے اور النصحاء کلمہ کلمہ عدول کے جملہ سے کون اہل علم و ادب ہے؟ مگر فراج اور روافض کا نظریہ بھی ان کے بارے میں پوشیدہ نہیں ہے۔ بایں ہمہ ہم نے توثیق و تضعیف میں جہورائے جرح و تعدیل اور اکثرائے حدیث کا ساتھ اور دامن نہیں چھوڑا۔ (احسن الکلام ص ۱۱۱، (طبع سوم ۱۱۵۵ء)

ہم نے یہ طویل عبارت پوری ذکر کرنا اس لیے مناسب سمجھا کہ قارئین کرام کے سامنے اثری صاحب کا منطقی نتیجہ واضح ہو جائے۔ حضرت دام مجدہم تو اس عبارت میں فرما رہے ہیں کہ ہم نے جہور محدثین کرام کے مسئلہ اور طے شدہ اصول اور ضوابط پر عمل کیا ہے اور انفرادی آراء کو درخور اعتناء نہیں سمجھا اور اسی سلسلہ میں فرما رہے ہیں کہ ہم نے جہور کا دامن اور ساتھ نہیں چھوڑا جس کا منطقی نتیجہ یہ ہے کہ جہور محدثین کرام اور اکثرائے حدیث کے اصول و ضوابط پر عمل کیا ہے ان کی خلاف ورزی نہیں کی مگر اثری صاحب اپنا فرضی منطقی نتیجہ یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ اکثر نے ثقہ کہا ہو تو ثقہ کہیں گے ورنہ نہیں، اور اکثر نے ضعیف کہا ہو تو ضعیف کہیں گے ورنہ نہیں۔ حالانکہ یہ دعویٰ نہ حضرت امجدہم نے کیا ہے اور نہ ہی یہ اصولوں میں سے ہے کہ جرح و تعدیل کرنے والوں کی قلت و کثرت کا لحاظ ہوگا یا ثبوت گوندی صاحب خود لکھتے ہیں کہ جرح و تعدیل میں تعارض ہو تو اس میں تین قول ہیں:-

۱) جرح مقدم ہے۔ ۲) اگر تعدیل کرنے والے زیادہ ہوں تو ان کا اعتبار ہوگا علامہ خطیب فرماتے ہیں یہ صحیح نہیں۔ ۳) یہ دونوں قول متعارض ہونگے کسی خارجی دلیل سے ایک کو دوسرے پر ترجیح ہوگی۔ پہلا قول صحیح ہے مگر اس کا مطلب یہ ہے کہ جرح مفسر ہو تو تعدیل پر مقدم ہوگی۔ (اخیر الکلام ص ۱۱۱)

اور اسی نظریہ کو حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے احسن الکلام میں بیان کیا ہے اور تدریب الراوی ص ۲۴ سے اس نظریہ پر غور و پیش کیا ہے کہ اگر راوی میں جرح

مفسر اور تعدیل جمع ہو جائیں تو جرح مقدم ہوگی اگرچہ تعدیل کرنے والوں کی تعداد زیادہ بھی کیوں نہ ہو فقہاء اور ارباب اصول حدیث کے نزدیک یہی صحیح ہے اور غلطیاب بغدادی نے جمہور علماء سے یہی نقل کیا ہے۔ (احسن الکلام ص ۱۳۲) اس عبارت کے ہوتے ہوئے بھی اثری صاحب اگر اپنا فرضی منطقی نتیجہ نکال رہے ہیں تو یہ توجیہ القول بما لا ینضی بہ القائل کا مصداق ہے جس کی عقل و ہوش کی دنیا میں کوئی حیثیت نہیں ہو سکتی۔

اور اگر بالفرض یہی مطلب ہو جو اثری صاحب لے رہے ہیں تو اثری صاحب کے چاہیے کہ اب تک جتنے بھی ائمہ جرح و تعدیل گزرے ہیں خواہ ان کے اقوال مطبوعہ ہیں یا نہیں ان تمام کے اقوال کو جمع کر کے پھر ان میں سے جمہور اور قلیل کا تعین کر کے پھر اعتراض کریں کہ اتنے جرح کرنے والے ہیں اور اتنے تعدیل کرنے والے ہیں اور مولانا مفسر صاحب نے جمہور کی مخالفت کی ہے چند ایک کتابوں سے نقل کر کے اعتراض کرنے کی کوئی وقت نہیں ہے۔

امام محمد بن مبارک اثری صاحب ص ۱۵ پر یہی عنوان جو ہم نے قائم کیا ہے قائم کر کے لکھتے ہیں کہ امام محمد بن مبارک صحاح ستہ کے راوی ہیں اور مولانا مفسر صاحب نے اس کے بارہ میں علامہ ذہبی کے یہ الفاظ احادیثہ تستحق نقل کر کے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (محمل)

الجواب اثری صاحب یہاں یہ بات گول کر گئے کہ جس روایت کے بارہ میں یہ الفاظ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے نقل کیے ہیں وہ روایت صحیحین کی نہیں بلکہ دارقطنی وغیرہ کی ہے مگر راوی صحیحین کا ہے۔ حضرات محدثین کرام نے صحیحین کو جو صحیحین قرار دیا ہے اس کی وجہ ان راویوں کے علاوہ حضرات شیعین امام بخاری اور امام مسلم کا حدیث لینے میں احتیاط و اہتمام اور ائمتہ کی

اکثریت کا ان کو سند قبولیت دینا بھی ہے۔ اس لیے صحیحین میں ہوتے ہوئے ان راویوں کی حیثیت اور ہوگی دگرگراؤ صاحب اور ان کے طبقہ کے لیے صحیحین میں ہوتے ہوئے بھی ان راویوں پر جرح درست ہے جیسا کہ پہلے باحوالہ گزر چکا ہے۔ اگر یہ راوی صحیحین کے علاوہ کسی اور کتاب میں ہوں تو ان کا وہ حکم نہیں ہوگا جو صحیحین میں ان کا ہے جیسا کہ علامہ ابن حجر فرماتے ہیں:

لا یلزم من کون الامام محتاجاً به یعنی صحیح کا راوی ہونے سے یہ لازم نہیں
روایۃ فی الصحیح ان یکون الحدیث آتا کہ اس سے مروی ہر روایت
الذی ینوی بد صحیحاً۔ (اصول ابن حجر ص ۱۵۸)
اور علامہ زلعی فرماتے ہیں:

لا یلزم من کون الراوی محتاجاً به یعنی کسی راوی سے صحیح میں احتجاج کیا گیا
فی الصحیح انه اذا وجد فی ای ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ جس
حدیث کان ذلک الحدیث علی حدیث میں بھی ہوگا اس کی حدیث صحیح
مشرعہ۔ (نصب الراية ص ۳۴۲) کی شرط پر ہوگی۔

اور یہ بات نصب الراية کے اسی حوالہ سے اثری صاحب نے بھی اپنی ہی تفسیری کتاب کے ص ۴۳ میں ذکر کی ہے۔ اس بحث سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ صحیحین کے راوی جرح سے بالا اور متشی نہیں ہیں مگر ایسی جرح ان پر درست نہیں جو ان کو عدالت اور ثقاہت کے درجہ سے ساقط کر دے۔

اور راویوں پر یہ جرحیں اس لیے ہوتی ہیں تاکہ احادیث کے تعارض کے وقت کسی ایک کو ترجیح دی جا سکے۔ اسی لیے تو حضرات محدثین کرام فرماتے ہیں کہ صحت کے درجہات ہیں اور بعض بعض کی برابرت اصح ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے بھی دیگر صحیح اور مرفوع احادیث کے مقابل ہونے کی وجہ سے اس پر

یہ جرح کی ہے۔ اگر اثری صاحب نے احادیثہ تستنکی کا مفہوم ثقہ کے مقابلہ کا ضعیف سمجھا ہے تو یہ ان کی اپنی غلطی ہے۔

پھر یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ امام محمد بن مبارک پر جرح کا انکار تو محدث گوندلوی بھی نہیں کر سکے۔ وہ بھی اس کے بارہ میں لکھتے ہیں: اب اس پر جو جرح غیر مفسر ہے کہ اس کی حدیثیں منکر شمار ہوتی ہیں توثیق کے بعد قابل التفات نہیں۔ (خیر الکلام ص ۲۲) محدث گوندلوی صاحب نے بھی کمال کر دی۔ یہاں فرماتے ہیں کہ جرح غیر مفسر قابل التفات نہیں مگر پہلے فرما چکے ہیں: یہ جرحیں اگرچہ ہمیں ہر گز ان سے راوی مرتبہ سے گریز ہے اس لیے غلط کی نسبت میں ان کا ذکر کرنا ٹھیک ہے۔

(خیر الکلام ص ۱۸۸، ۱۸۹)

یاد رہے کہ احادیثہ تستنکی کے الفاظ لہ مناکیں کے درجہ کے نہیں ہیں کیونکہ اگر مناکیر زیادہ ہوتیں تو یہ صحیحین کے راوی ہو ہی نہیں سکتے تھے۔ یہ الفاظ روی المناکین اور روی المناکین کے درجہ کے ہیں۔ جن کے درمیان اور منکر الحدیث کے درمیان فرق ہے۔ (ملاحظہ ہو ارفع و التکیل ص ۱۸) جبکہ لہ مناکیں اور منکر الحدیث ایک درجہ کے ہیں۔ (ارفع و التکیل ص ۱۹) اثری صاحب ص ۵۲ پر لکھتے ہیں: ہمارا سوال یہ ہے کہ کیا جمہور نے اسے ضعیف کہا؟ مولانا اس پر جرح نقل کر رہے ہیں۔

الجواب اثری صاحب کا یہ سوال ان کے اپنے فرضی نتیجہ کی وجہ سے ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔ ہم سوال کرتے ہیں کہ کیا حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے جمہور محدثین کے مسئلہ اصولوں میں سے کسی قاعدہ کی ملامت کی ہے؟ کو آپ طعن دے رہے ہیں۔ اور پھر حضرت شیخ الحدیث صاحب نے تو ضعیف کہا ہی نہیں ہے۔ اگر تم احادیثہ تستنکی کا مطلب ثقہ کے مقابلہ کا

ضعیف سمجھے ہو تو یہ تمہارا اپنا قصور ہے اپنی اصلاح کریں۔

اثری صاحب لکھتے ہیں کیا یہ بخاری و مسلم بلکہ صحاح ستہ کا راوی نہیں؟

الجواب کیا حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے دعویٰ کیا ہے یا حضرات محدثین کرام کا مسئلہ اصول ہے؟ صحیحین کے راوی جرح سے مستثنیٰ ہیں اور کیا یہ ایسی جرح ہے کہ اس کی وجہ سے راوی کو صحیحین کا راوی قرار دینا مشکل ہو جائے؟ جب دونوں باتیں نہیں تو پھر ایسے فضول سوال کا کیا معنی؟ اثری صاحب نے یہاں حوالہ دیا کہ ہم نے اس جملہ کی وضاحت توضیح الکلام ص ۲۲۶-۲۲۷ میں کر دی ہے، اگر قارئین کرام میں سے کوئی ۲۲۷ دیکھ لے تو اثری صاحب کے اپنے سوال کا جواب وہاں موجود ہے وہاں لکھا ہے: ثانیاً احادیثہ تستنکی کے الفاظ اہل علم کے نزدیک اس درجہ کی جرح نہیں کہ راوی کو ضعیف قرار دیا جائے۔ الخ۔

امام مکحول شامی اثری صاحب ص ۵۲ پر یہی عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ امام مکحول صحیح کلم اور سنن اربعہ کے راوی ہیں اور مولانا صفدر صاحب نے لیس بالمعتین کے الفاظ سے ان پر جرح نقل کی ہے۔ (محصلہ) نیز لکھتے ہیں مگر ہمارا سوال یہ ہے کہ کیا جمہور نے امام مکحول پر کلام کیا؟ کہ حضرت صاحب ان پر جرح نقل کر رہے ہیں۔

الجواب اثری صاحب اپنے فرضی منطقی نتیجہ پر مدار رکھتے ہوئے ہی یہ اعتراض کر رہے ہیں جس کا جواب پہلے ہو چکا ہے اور یہ روایت بھی صحیحین کی نہیں بلکہ دارمی وغیرہ کی ہے جس کے بارہ میں حضرت دام مجدہم نے جرح کی ہے۔

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے تسکین الصدور میں لکھا ہے کہ اگر جمہور کی جرح مفسرہ ہو تو لیس بالمعتین سے عدالت ساقط نہیں ہوتی۔ **الجواب** اثری صاحب کیا حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے امام مکحول

کے بارہ میں کہا ہے کہ لیس بالمتین کی وجہ سے اس کی عدالت ساقط ہو گئی ہے کہ آپ تسکین الصدور کی عبارت پیش کر رہے ہیں۔ اگر انھوں نے ایسا کہا ہی نہیں تو تسکین الصدور کی عبارت پیش کئے تو آپ نے خود اپنے اعتراض کا جواب حضرت امام مجہم کی جانب سے دے دیا ہے۔ نیز حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجہم نے محدث مبارکپوری کی ابکار المنن کے حوالہ سے امام کھول کا مدس ہونا ثابت کیا ہے۔ نیز مبارکپوری صاحب کھول کو کثیر الارسال لکھتے ہیں۔ (تحفۃ الاحوذی ص ۵۳) اور آپ لوگ تو قتادہ جیسے ثقہ حافظ اور ثبوت راویوں کی صحیحین میں ہوتے ہوئے بھی مدس روایت تسلیم نہیں کرتے تو یہاں امام کھول کی مدس غیر صحیحین کی روایت میں ان کی صفائی کیوں دے رہے ہیں؟ کیا اس کو احناف بخولیا قرار نہ دیا جائے؟

عبدالرحمن بن ثروان اثری صاحب ۵۳ پر لکھتے ہیں کہ عبدالرحمن بن ثروان صحیح بخاری اور سنن کے راوی ہیں مگر مولانا صفدر نے امام احمد سے نقل کیا ہے کہ اس سے احتجاج درست نہیں۔ (مجموع)

الجواب جس روایت کے بارہ میں یہ جرح حضرت شیخ الحدیث صاحب امام مجہم نے کی ہے یہ روایت بھی صحیحین کی نہیں بلکہ کتاب القراءة وغیرہ کی ہے اور عبدالرحمن بن ثروان پر جرح تو محدث گوندلوی نے بھی تسلیم کی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں یہ پانچ آثار ہیں ان کی اسانید کے مندرجہ ذیل روایات پر جرح کی جاتی ہے۔ لیث بن سلیم، عبدالرحمن بن ثروان اور شریک۔ (خیر الکلام ص ۳۲۹) پھر اس کے محدث گوندلوی نے ان کے بارہ میں تبدیلی کلمات بھی نقل کیے ہیں مگر یہ قطعاً نہیں کہ اس بخاری کا راوی ہونے کی وجہ سے وہ جرح سے مستثنیٰ ہے بلکہ انھوں نے تو یہاں تک فرمایا کہ ان آثار میں اگرچہ کچھ ضعیف ہے مگر مجموعی طور پر ان سے احتجاج درست ہے۔ (خیر الکلام ص ۳۳۱)

اثری صاحب! ذرا اپنے استاد محترم کو بھی اپنی مخصوص غیر مقلدانہ زبان سے قرآن میں کہ انھوں نے کیوں تسلیم کر لیا کہ اس پر جرح ہے اور اس کے اثر میں ضعیف ہے۔ اور محدث مبارکپوری فرماتے ہیں کہ عبدالرحمن بن ثروان صدق رجحاً خالف (تحفۃ الاحوذی ص ۳۲) یہاں بھی اثری صاحب نے اپنے اسی فرضی منطقی نتیجہ کے پیش نظر ہی زبان بڑھکائی غور فرمائیے جمہور کیا فرماتے ہیں اور حضرت صاحب امام احمد کے ایک قول کے مطابق کیا فیصلہ صادر فرماتے ہیں اس سے بڑھ کر بے انصافی اور کیا ہوگی؟ — اثری صاحب یہ بے انصافی ہے یا نہیں مگر اس سے بڑھ کر کوئی بے انصافی نہیں ہو سکتی کہ کسی کی عبارت سے خود فرضی منطقی نتیجہ نکال کر طعن اعتراض کرنا اور یہ اعتراض عقل و دہش کی دنیا میں کوئی وقت نہ لکھتا ہے۔ آپ ایک طبقہ بیشک اس پر خوش ہوتے ہیں۔ یہاں بھی بحث آثار اور روایات میں ترجیح دینے کی ہے اس لیے اس کے بارہ میں اس کے مناسب جرحی الفاظ نقل کیے ہیں مگر اثر کے ضعف کا مدار اس پر نہیں بلکہ شریک پر ہے۔ جیسا کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجہم نے خود لکھا ہے لیکن اس روایت کا مرکزی راوی شریک ہے۔ (احسن الکلام ص ۱۲۱) امام احمد سے جرحی الفاظ نقل کرنے میں یہ ثابت کرنا ہے کہ یہ راوی بالاتفاق غیر جرح نہیں بلکہ اس پر جرح موجود ہے جس کی وجہ سے وہ دوسرے ثقہ راویوں کی نسبت اس کا درجہ محض میں گر گیا اور یہ بات اگر جرح و تعدیل کے مسئلہ اصول کے مطابق اور محدث گوندلوی صاحب کے اقرار کے مطابق ہے مخالف نہیں۔

علاء بن عبدالرحمن اثری صاحب لکھتے ہیں کہ علاء بن عبدالرحمن صحیح مسلم ہو طاب امام مالک اور سنن اربعہ کے راوی ہیں اور مولانا صفدر صاحب نے ان کو ضعیف اور ان کی روایت کو منکر قرار دیا ظلم کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ (مجموع)

الجواب حضرت شیخ الحدیث صاحب نے امام عبدالبر سے نقل کیا کہ علاء اس روایت میں تفریق ہے اور پھر لکھا ہے یہ روایت بلاشبہ شاذ ہے کہ ضعیف راوی تمام ثقات کی روایت کے

خلاف کرتا ہے (احسن الکلام ص ۲۴۵) اگر مسلم کے راوی پر جرح اور اسکی روایت کو شاذ قرار دینا ظلم کی انتہا ہے تو براہ کرم حضرت شیخ الحدیث صاحب کے ساتھ ساتھ اثری صاحب اپنے آپکو اور اپنے استاد محترم کو اس ٹکڑے میں کھڑا کر کے فرد جرم عائد کر کے یکساں نراؤں کیونکہ آپکے استاد محترم اور آپ نے مسلم کی روایت و اذکاراً فاضلاً (جو سلیمان بنی حضرت قتادہ سے روایت کرتے ہیں) کے بارہ میں یہ لکھا ہے کہ یہ شاذ ہے۔ (گو حوالہ ابوداؤد کا دیا ہے مگر یہ روایت مسلم میں بھی ہے اور آپ نے خود اعتراف کیا ہے کہ اگرچہ مسلم ص ۱۴۷ میں امام مسلم نے اس کی تصحیح کی۔ (توضیح الکلام ص ۲۴۶) اب مسلم اور ابوداؤد کی روایت کو غیر صحیح اور شاذ قرار دینا بھی کیا تمھارے ہاں جرم ہے یا نہیں؟

اثری صاحب! میرے استاد محترم نے تو امام مسلم کا دامن بچا دیا اور کچھ دیا کہ امام مسلم نے مقدمہ میں یہ بتلایا ہے کہ وہ استشہاد میں حکم فیہ راوی کو لے لیتے ہیں لہذا ان کا مسلم میں آجانا جبکہ ان پر تنقید بھی ہوئی ہے، اٹھامت کا ثبوت نہیں ہے۔ (احسن الکلام ص ۲۹۹) مگر آپ نے اور آپ کے استاد محترم محدث گوندلوی صاحب نے تو صاف اور واضح لکھا کہ صحیح نہیں بلکہ شاذ ہے۔ کیا آپ لوگ مسلم شریف کو صحیح نہیں مانتے؟ اگر مانتے ہیں تو صحیح ماننے کے باوجود اس کی روایت کو غیر صحیح اور شاذ قرار دینا کیا معنی رکھتا ہے؟ کیا یہ دو غلاظتیں نہیں؟

اثری صاحب جو آپ کے ہاں ظلم کی انتہا ہے اس میں آپ اور آپ کے استاد محترم زیادہ مجرم ثابت ہو رہے ہیں اس لیے ذرا روایتی انداز میں ان کی اور اپنی بھی خاطر کریں تاکہ کَوْخُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَأَقْوَمَ إِلَى الْاَلِيَةِ پر عمل ہو جائے اور ظلم کے خلاف آپ انصاف کا پرچار کرنے کے ہیرو بن جائیں۔ ورنہ ہیر و کے بروزن لفظ سے زیادہ آپ کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

مسئلہ اثری صاحب لکھتے ہیں کہ ولید بن مسلم بخاری و مسلم بلکہ صحاح ستہ کے معروف راوی ہیں مگر مولانا صفدر صاحب نے اس پر جرح کی ہے۔ (محصلاً)

الجواب ولید بن مسلم پر جرح تو محدث مبارکپوری نے بھی کی ہے وہ لکھتے ہیں: ثقة لکنہ کثیر التذلل والنسب۔ (تحفة الاحوذی ص ۳۳) حضرت شیخ الحدیث صاحب

نے جس روایت کے بارہ میں جرح کی ہے وہ صحیحین کی نہیں بلکہ دارقطنی وغیرہ کی ہے اور اس کے بارہ میں جو جرح حضرت شیخ الحدیث صاحب امجد ہم نے نقل کی ہے وہ جرح محدث گوندلوی نے خیر الکلام ص ۲۱۸ میں ان خود اثری صاحب نے توضیح الکلام ص ۱۱۱ میں نقل کر کے آگے تبدیل کلمات بھی نقل کیے ہیں مگر اثری صاحب پر افسوس ہے کہ اس کے باوجود وہ کہتے ہیں کہ ایسے بالاتفاق ثقہ اور بخاری و مسلم کے راوی پر حضرت مولانا صفدر صاحب جرح کرتے ہیں جب انہر جرح و تعدیل سے جرح نقل کی ہے تو بالاتفاق ثقہ کیسے ہو گئے؟ حالانکہ

امام احمد نے فرمایا: اختلطت علیہ احادیث ما سمع وما لم یسمع۔ (تذیب التذیب ص ۱۵۵) تو امام احمد نے تصریح فرمادی کہ اس کی روایتیں غلط ملط ہو چکی ہیں مسووع وغیر مسووع میں کوئی تمیز نہیں۔ تو اس تصریح کے بعد کیسے اس کی روایت پر مدار رکھ کر قرآنی آیات و مرفوع احادیث کے مقابل پیش کیا جا سکتا ہے؟

یہاں بھی اثری صاحب نے اپنے فرضی منطقی نتیجہ کی بدولت کہہ دیا کہ مولانا صفدر صاحب نے اپنے مسلم اصول رک ہم نے جرح و تعدیل میں جو مدار کا دامن نہیں چھوڑا

کے خلاف ولید بن مسلم پر جرح کی ہے۔ اثری صاحب جرأت کو لے اور بتاتے کہ کس اصول اور ضابطہ کی خلاف ورزی کی ہے جو اصول و ضوابط حضرات محدثین کو امام

نے فرمائے ہیں اپنے فرضی منطقی نتیجہ پر مدار رکھ کر بیشک جو چاہیں کہتے پھریں۔

اثری صاحب ص ۵۴ پر لکھتے ہیں کہ عبید اللہ بن عمرو الرقی

صحیح بخاری و مسلم کے معروف راوی ہیں اور مولانا

صفر صاحب نے اس پر جرح نقل کی ہے۔ (محصلہ)

الجواب | یہ روایت بھی صحیحین کی نہیں بلکہ کتاب القراءۃ وغیرہ کی ہے اور اس میں بھی دو راویوں کے تقابل کی صورت ہے ایک جانب یوسف بن عدی ہیں اور دوسری جانب عبید اللہ بن عمرو الرقی ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب دایم مجہم نے فرمایا کہ یوسف بن عدی ثقہ ہیں جبکہ عبید اللہ بن عمرو الرقی کے بارہ میں المہمذونین سے جرح منقول ہے اس لیے روایت کے الفاظ میں کمی بیشی کا الزام یوسف بن عدی پر لگانے کی بجائے عبید اللہ بن عمرو الرقی پر لگایا جائے اور پہلے محدث گوندلوی کے حوالہ سے گزر چکا کہ یہ جرحیں اگرچہ مبہم ہیں مگر ان سے راوی مرتبہ سے گرجاتا ہے اس لیے غلط کی نسبت میں ان کا ذکر کرنا ٹھیک ہے۔ (خیر الکلام ص ۱۸۹) ترجیح کے لیے ثقہ راویوں میں سے بعض کو بعض پر ترجیح دینے کا یہی اصول ہے کہ غیر مجروح اور کم جرح والے کو شدید جرح والے پر ترجیح دیجاتی ہے اور اس سے کتب حدیث بھری پڑی ہیں۔ اس لیے حضرت شیخ الحدیث صاحب دایم مجہم نے کسی اصول اور ضابطے کی خلاف ورزی نہیں کی۔

سعید بن عامر الضبعی | اثری صاحب لکھتے ہیں کہ سعید بن عامر الضبعی صحیحین کے راوی ہیں اور مولانا صفر صاحب نے اس پر جرح نقل کی ہے۔ (محصلہ)

الجواب | یہ روایت بھی صحیحین کی نہیں بلکہ سنن الکبریٰ وغیرہ کی ہے اور یہاں بھی تقابل کی صورت ہے کہ ایک راوی سعید بن عامر خلف الامام کا جملہ نقل کرتے ہیں جب کہ دوسرے راوی یحییٰ بن سعید اور معاویہ بن ہشام جب نقل کرتے ہیں تو خلف الامام کا جملہ نقل نہیں کرتے تو اب اس کمی بیشی کی ذمہ داری کس پر ڈالی جائے؟ تو حضرت شیخ الحدیث صاحب دایم مجہم نے فرمایا کہ سعید بن عامر کے بارے

جرح موجود ہے بلکہ خود اثری صاحب نے بھی تذکرۃ الحفاظ کے حوالے سے بیان کر دیا کہ فی حدیثہ بعض الغلط اور محدث بار کو روای اس راوی کے بارے میں فرماتے ہیں وقال ابو حاتم و یحییٰ و تھمہ الا حادی بیہ ۱۲۱ اب ثقہ ہونے کے باوجود ترجیح کیلئے یہ جرح ہے جس سے انکی عدالت و قناعت تو بالکل نہیں ہوتی مگر انکی روایت کا درجہ محبت میں کم ہو جاتا ہے ایسے اسکے مقابل دوسرے راویوں کی روایت کو ترجیح ہوگی۔ اثری صاحب کے استاد محترم محدث گوندلوی لکھتے ہیں پھر ثقہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ثقہ ہونے میں سب برابر ہوں۔ (خیر الکلام ص ۲۳)

اثری صاحب نے بعض اور نام بھی گنوائے ہیں کہ ان ان حضرات پر بھی مولانا صفر صاحب نے جرح نقل کی ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ حضرت صاحب دایم مجہم نے المہمذونین کے کسی بھی اصول اور ضابطے کی خلاف ورزی نہیں کی بلکہ ان کے اصول ہی کی روشنی میں سب کچھ کیا ہے۔

اثری صاحب مزید لکھتے ہیں کہ مولانا صفر صاحب نے نقل کیا ہے کہ امام اوزاعی کی زہری سے تمام روایتیں ضعیف ہیں۔ (محصلہ)

الجواب | پہلے یہ بات گزر چکی ہے کہ بعض دفعہ کوئی راوی کسی شیخ سے روایت لینے میں تکلم فیہ ہوتا ہے۔ باقی کے معاملہ میں ثقہ ہوتا ہے جیسا کہ اثری صاحب کی توضیح الکلام ص ۱۳۲ کے حوالہ سے گزرا کہ یحییٰ بن بکیر جب لیت سے روایت کرتے تو ثقہ ہے مگر امام مالک سے اس کے سماع میں حضرات المذکر ائمہ نے کلام کیا ہے۔ الخ۔ اس سے اس کی حیثیت صرف اسی معاملہ میں متاثر ہوتی ہے یہاں بھی امام اوزاعی کی امام زہری سے لی گئی روایات کے بارہ میں ہے کہ وہ روایات ضعیف ہیں اور اس بات کو حضرت شیخ الحدیث صاحب دایم مجہم نے المہمذونین سے نقل کیا ہے کیا وہ المذکر ائمہ امام اوزاعی کی شان کو نہیں سمجھتے تھے؟ کیا ان کو معلوم نہ تھا کہ مسلم میں ان کی روایت موجود ہے؟ ہم تو صاف کہتے ہیں کہ وہ حضرات آج کے علماء کی بہ نسبت

کہیں زیادہ حضرت محدثین کو امام کو جانتے بھی تھے ان کی عظمت کے بھی قائل تھے، اور یہ بھی جانتے تھے کہ کون کس درجہ کا اور کس کتاب کا راوی ہے اس کے باوجود جب انھوں نے یہ الفاظ فرمائے ہیں تو اس سے راوی کی شان میں گستاخی نہ انھوں نے کی اور نہ ہی حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجہم نے کی۔ بلکہ ان حضرات نے حفاظت حدیث کے طریق کار اور اصول کو پیش نظر رکھ کر سب کچھ کیا اور حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجہم نے ان کی اتباع اور پیروی کی ہے۔

اثری صاحب کی عجیب تر بات |

اثری صاحب کے استاد محترم محدث کا راوی ماننے سے انکار کیا تو حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجہم نے جواب دیا کہ اس وجہ سے انکار غلط ہے اس لیے کہ یہ اس قدر ضعیف نہیں کہ بخاری کا راوی نہ بن سکے کیونکہ اس سے بھی ضعیف راوی بخاری میں موجود ہیں۔ اس پر لٹری صاحب لکھتے ہیں: اس سے بھی عجیب تر بات جیسا کہ ہم پہلے بھی عرض کر آئے ہیں... الخ اور پھر آگے احسن الکلام کی عبارت پیش کی۔ کیونکہ اس سے بھی ضعیف تر راوی صحیح بخاری میں موجود ہیں۔ ہم انشاء اللہ عرض کر سکتے ہیں۔ (احسن الکلام ص ۱۱۱) (طبع سوم ص ۲۲۱)۔

اثری صاحب لکھتے ہیں ہمیں صرف یہ عرض کرنا ہے کہ چاہیں تو حضرت مولانا صفدر صاحب صحیحین کے راویوں پر کلام کریں اور عطاء خراسانی سے ضعیف تر راوی بھی بخاری میں انھیں مل جائیں مگر دوسرے مقامات پر اصول یہ بیان فرمائیں کہ صحیح بخاری میں کوئی راوی ایسا نہیں جو ضعیف ہو... الخ (محصلا ص ۵۶)

الحجواب | اگر اثری صاحب پر بدحواسی نہ چھائی ہوتی تو ان کو کم از کم اپنا لکھا ہوا تو یاد رہتا انھوں نے خود لکھا ہے: صحیح بخاری میں ضعیف راویوں کا

ہونا اور بات ہے اور جیسے امام بخاری ضعیف اور اس کی احادیث کو مقبول کہیں۔ اس سے روایت لینا دونوں میں بڑا فرق ہے... الخ۔ (توضیح الکلام ص ۱۴۳) اثری صاحب کی عبارت سے واضح ہے کہ بخاری میں ضعیف راوی موجود ہیں۔ باقی رہی یہ بات کہ عطاء خراسانی سے کمزور راوی صحیح بخاری میں ہیں، کہ نہیں؟ تو ہم اثری صاحب سے عرض کریں گے کہ یہ بات علامہ ابن حجر سے ہی دریافت کر لیں جن کے حوالہ سے آپ لوگ عطاء خراسانی کو صحیح بخاری کا راوی تسلیم کرنے سے انکاری ہیں۔ ان کا مقدمہ فتح الباری پڑھ لیں جہاں وہ بخاری کے روات پر تنقید کا جواب دیتے ہیں اور بعض مقامات پر اپنی بے بسی کا بھی اظہار کر دیتے ہیں اور اگر یہ نہ کر سکیں تو پھر درقار بن عمر شکر می اور قلیج بن سلیمان جو بخاری کے راوی ہیں اور عطاء خراسانی کے تراجم میزان الاعتدال، کتاب الجرح والتعديل اور تہذیب التہذیب سے پڑھ کر تقابل کر لیں۔ انشاء اللہ العزیز آنکھیں کھل جائیں گی۔

اثری صاحب کا یہ کہنا مگر دوسرے مقامات پر اصول یہ بیان فرمائیں کہ صحیح بخاری میں کوئی راوی ایسا نہیں جو ضعیف ہو اور بخاری مسلم اور مؤطا کی سند پر کسی کو جرح کرنے کا حق نہیں... الخ۔

تو اثری صاحب کی ان تلبیسات کے جوابات ص ۳۹ اور صفحہ ۱۱۱ میں دیئے جا چکے ہیں۔

اُمّ الدّین وثقہ محدثین کی شان میں
استخفاف کے الزامات

اثری صاحب مدظلہ پر عنوان قائم کرتے ہیں
”اُمّ الدّین وثقہ محدثین پر نوازشات“ اس کے
تحت لکھتے ہیں کہ حضرت مولانا سرفراز صاحب

صفر کی تصنیفات میں یہ بات بھی بڑی عجیب ہے کہ ان کے مؤلف کے برعکس اگر
کسی کا قول ہے تو اس کا استخفاف کرنے سے اجتناب نہیں کرتے اور حدیث
ہے کہ ان کے نشرِ قلم سے نہ صحابہ محفوظ ہیں نہ تابعین اور نہ ہی محدثین ... الخ (مصلح)
الجواب اثری صاحب آپ یہ بات اس شخصیت کے بارہ میں کہہ رہے ہیں،
جس نے ہمیشہ صحابہ کرام، ائمہ عظام، محدثین اور فقہاء اُمت کی عظمت
اور ان کے طریقہ کار پر وابستہ رہنے کا سبق لیا ہے انھوں نے تو آپ کی کتاب
کا جواب لکھنے کے میرے ارادہ سے آگاہ ہوتے وقت اور کتاب کی تیاری کے دوران
سختی سے مجھے تلقین کی کہ اجہ سخت نہ ہو۔ حالانکہ آپ نے اپنی کتاب میں گالیوں کی
جو بوجھاڑ کی ہے اس کا اندازہ آپ کی کتاب پڑھنے پر ہر آدمی کر سکتا ہے۔ جب
آپ کے بارہ میں سخت لفظ وہ برداشت نہیں کرتے تو ان بڑی شخصیتوں کے بارہ
میں گستاخی یا ان کا استخفاف کرنا ان سے کیسے متصور ہو سکتا ہے؟ الزامات لگاتے
وقت کچھ تو خیال کرنا چاہیے تھا۔ الزامات کی حقیقت کیا ہے اس کی تفصیل
ملاحظہ فرمائیں :

پہلا الزام اثری صاحب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا عنوان قائم
کر کے لکھتے ہیں کہ مولانا صفر صاحب نے الامامۃ والسیاست

کا حوالہ دے کر حضرت حسن کا قول ایسے بارہ میں نقل کیا جو انھوں نے جنگِ جمل کے موقع پر اپنے
ساتھیوں کو کہا تھا اور تم جانتے ہو کہ بے شک عورتیں کمزور اور انکی رائے بھی ضعیف و مغلج ہوتی ہے
یہ قول کر کے انھوں نے حضرت عائشہ صدیقہ کی شان میں استخفاف کیا ہے۔ (مصلح) اور
حاشیہ میں لکھا ہے کہ ”الامامۃ والسیاست“ ابن قتیبہ کی کتاب نہیں ہے۔ (مصلح)

الجواب اہم اس بحث میں نہیں پڑنا چاہیے کہ یہ کتاب ابن قتیبہ کی ہے یا نہیں۔ یہ

جنگِ جمل کا اثری صاحب ان سے لڑیں جو اس کتاب کو بار بار ابن قتیبہ کے نام
سے شائع کر رہے ہیں ابن قتیبہ کی ہو یا کسی اور مؤرخ کی تاریخی بات کو جبکہ وہ خلاف
شرع اور خلافِ عقل نہ ہو تو اس کو لینے اور نقل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ تاریخ
کی دیگر کتابوں بالخصوص البدایہ والنہایہ میں اس کی صراحت ہے کہ جنگِ جمل کے موقع
پر حضرت حسن نے حضرت علیؑ کو میدانِ جنگ میں جانے سے روکا تھا اور صلح کی کوشش
کی تھی۔ (البدایہ والنہایہ ص ۲۴۱) مگر حضرت علیؑ اور حضرت اُمّ المؤمنینؑ دونوں کے
طرف داروں میں کچھ شدت پسند ایسے تھے جن کی وجہ سے وہ واقعہ پیش آیا، اور
اُمّ المؤمنینؑ آخر عمر تک اس اقدام پر افسوس کا اظہار کرتی رہیں اور روتی رہیں۔ حضرت
حسنؑ کا اس موقع پر مصالحانہ انداز یہ تقاضا کرتا ہے کہ یہ الفاظ انھوں نے جذبات
رو میں بہہ کر توہین کے لیے نہیں کہے تھے بلکہ حضرت اُمّ المؤمنینؑ کے میدان
جنگ میں آجانے میں ان کی جانب سے عذر پیش کرتے ہوئے فرمائے، جب کہ
اجل صحابہؓ کے برخلاف وہ اپنی رائے پر قائم تھیں۔ ان کا مقصد قطعاً اُمّ المؤمنینؑ کا
استخفاف نہ تھا اور نہ ان کی جانب سے اس کا تصور کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح حضرت
شیخ الحدیث صاحب دَامَ مَجْدُہُمْ نے بھی صرف اس لحاظ سے کہ اجل صحابہؓ کے برخلاف
وہ اپنی رائے پر قائم ہیں یہ قول نقل کیا ہے۔ اجل صحابہؓ جو واقعہ میں موجود تھے انھوں
نے خود قلیب بدر والوں سے خطاب کرتے ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو

سنا اور وہ واقعہ کو بیان کر رہے ہیں جب کہ ائمہ المؤمنینؑ اپنی رائے پر قائم رہتے ہوئے ان کی روایت کو تسلیم نہیں کر رہیں تو ان کی رائے کو کیسے لیا جاسکتا ہے۔ اہل صحابہؓ اپنی آنکھوں کے مشاہدہ اور کالوں سے سنے ہوئے واقعہ کو بیان کرتے ہیں اور ائمہ المؤمنینؑ کی اس کے برعکس اپنی رائے ہے۔ اور حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجد ہم نے اس عبارت سے چند سطور قبل اسی صفحہ میں لکھا ہے (جس سے اثری صاحب نے کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر لیں)۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت عائشہؓ کا علمی مقام اور شان اپنی جگہ مسلم ہے لیکن ان کی رائے کے برخلاف حضرت عمرؓ کی روایت جو مسلم میں اور حضرت ابو طلحہؓ اور حضرت ابن عمرؓ کی روایت جو بخاری اور مسلم میں ہے اور دیگر جلیل القدر حضرات صحابہ کرامؓ کی صحیح روایات کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ (سماع الموقی ص ۲۸۲ ملاحظہ) عبارت کا مطلب صاف اور بالکل واضح ہے مگر اثری صاحب اپنی ٹیڑھی سوچ کی وجہ سے اس کے مفہوم کو ٹیڑھا ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں حالانکہ ان کے اُستادِ محترم محدث گوندلویؒ تو یہ سبق دیتے ہیں (شاید یہ صرف دوسروں کو سمجھانے کے لیے ہو) مگر یاد رکھنا چاہیے حتی الامکان اگر کوئی کلام کسی توجیہ سے صحیح بن سکتا ہو تو اس کو صحیح ہی سمجھنا چاہیے۔ (خیر الکلام ص ۲۲)

اثری صاحب ص ۵۸ پر لکھتے ہیں کہ انھیں حضرت عائشہؓ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اختلاف کا حق ہے مگر الامامہ والسیاستہ کے بے سند حوالہ کی بنیاد پر ان کی رائے کا عورت کی کمزور رائے کہہ کر استخفاف کو ناقطاً درست نہیں۔

الجواب ہم نے عبارت کی وضاحت کر کے بات واضح کر دی کہ یہ مفہوم اور استخفاف صرف اور صرف اثری صاحب کی ٹیڑھی سوچ کا نتیجہ ہے حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجد ہم نے نہ استخفاف کیا اور نہ ہی یہ انکی عبارت

سے مترشح ہے۔

اثری صاحب لکھتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فقیہ امت میں مگر ہمارے مہربان فرماتے ہیں ان کی رائے عورتوں کی رائے کی طرح کمزور ہوتی تھی الخ۔

الجواب اثری صاحب اگر اہل صحابہؓ کی صحیح روایات کے برخلاف ائمہ المؤمنینؑ کی رائے کو کمزور کہنا استخفاف ہے اور ان کی فقیہ امت کی شان کے خلاف ہے تو جوام المؤمنینؑ کے واضح فقہی مسئلے سے متعلق فعل کے بارہ میں کہہ دے کہ ہم نہیں مانتے یہ حجت نہیں ہے یہ استخفاف تو رائے کمزور قرار دینے سے کہیں بڑھ کر ہے۔ اور فقیہ امت کی شان میں کھلی گستاخی ہے تو اس کے بارہ میں اثری طبقہ کا کیا نظریہ ہے؟

اثری صاحب آپ کا اور آپ کے طبقہ کا یہ نظریہ تو واضح ہے کہ قول صحابی حجت نیست اور فعل کے بارہ میں بھی محدث مبارک پوری صاحب نے فرمایا: وانما كانت تفعلہ عائشہ ولا حجتہ فی فعلہا الا اذا ثبت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علم بفعلہا واقربھا۔ (ابکار المن م ۱۲۲) یعنی حضرت ائمہ المؤمنینؑ کپڑے سے جوئی کو دھوتی بھینس دے خود کرتی تھیں اور ان کا فعل حجت نہیں ہے جب تک کہ یہ ثابت نہ ہو جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے فعل کو معلوم کر کے ان کو اس پر برقرار رکھا۔ اہل صحابہؓ کی صحیح روایات کے خلاف حضرت عائشہؓ کی رائے کو کمزور کہنے کو ان کا استخفاف اور فقیہ امت کی شان کے خلاف کا ڈھنڈورا پیٹنے والے اثری صاحب یہاں بھی فتویٰ لگائیں ورنہ قارئین کو ام سمجھ لیں کہ یہ اسی طرح ہے جس طرح چور اپنی جان بچانے اور لوگوں کی توجہ اپنی جانب سے ہٹانے کے لیے دوسروں کی بہ نسبت زیادہ شور سے چور چور کی آواز لگاتا ہے بعینہ اسی طرح اثری طبقہ اپنی گستاخیاں چھپانے کے لیے یہ واویلا مچا رہا ہے۔

دوسرا الزام اثری صاحب ص ۵۸ پر عنوان قائم کرتے ہیں: "حضرت ابو محمد ذرہ رضی اللہ عنہ" اس کے تحت لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت ابو محمد ذرہ جو اذان ترجیع کے ساتھ کہتے تھے انہوں نے یہ اپنے طور پر سمجھ رکھا تھا حالانکہ ان کو تعلیم نہ تھی۔ اثری صاحب لکھتے ہیں مگر ان حضرات نے قطعاً غور نہیں فرمایا کہ اس سے بلا دلیل صحابی رسول کی نسبت سورن کا پہلو نکلتا ہے۔ (محصلاً)

الجواب اثری صاحب نے یہ احتمال محدث مبارکپوری صاحب کی ابکار المنن ص ۸۵ سے لیا ہے۔

اثری صاحب، اگر اس قسم کے احتمالات لے کر الزامات لگائے جائیں تو بات بہت دور تک جاسکتی ہے۔ اور اس سے بھی شدید قسم کے احتمالات پیدا ہو سکتے ہیں جن سے بچنے کے لیے یہی تاویل بہتر ہے اس میں حضرت ابو محمد ذرہ کے بارے میں غور کا پہلو نہیں نکلتا بلکہ ان کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اپنی پہلی ملاقات کی یادداشت باقی رکھنے کے لحاظ سے عقیدت کا اظہار ہے کہ پہلی دفعہ جب آپ کی موجودگی میں انہوں نے اذان کہی تو شہادتیں کو آہستہ کہا جب آپ نے دوبارہ کہنے کی تلقین فرمائی تو اس کو تعلیم سمجھ کر مدۃ العمر اس پر کاربند رہے اور اسی واقعہ کی یاد باقی رکھنے اور برکت کے لیے مدۃ العمر سر کے بال نہیں منڈوائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ پھیرا تھا۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ معجم اوسط طبرانی میں حضرت ابو محمد ذرہ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کا ایک ایک کلمہ پڑھایا اور اس میں ترجیع کا ذکر نہیں ہے۔ (یعنی ص ۱۱۰)

اثری صاحب، حضرت بلالؓ کی اذان میں ترجیع نہیں ہے حالانکہ ان کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم دیا تھا کہ خواب میں فرشتے کے بتلائے ہوئے کلمات حضرت عبداللہ بن زید بن عبد ربہ جس طرح تجھے بتلائیں اسی کے مطابق کہتے جاؤ۔ (ابوداؤد)

ابن ماجہ ص ۱۱۰، مسند احمد ص ۱۱۰ وغیرہ) اور حضرت بلالؓ اور مدینہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی موجودگی میں اذان کہنے والے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم مدۃ العمر بغیر ترجیع کے اذان کہتے رہے تو اب کوئی اور اثری اٹھ کر یہ اعتراض کر دے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ابو محمد ذرہ کو تعلیم ترجیع کے ساتھ اذان کی دی اور اپنے مؤذنون سے بغیر ترجیع کے کہلاتے رہے۔ یہ تعلیم متضاد کیوں؟ یا یوں سوال کر دے کہ ترجیع والی اذان بہتر اور اولیٰ یا بغیر ترجیع کے؟ اگر ترجیع والی بہتر ہے تو مدینہ منورہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذنین غیر اولیٰ پر مدۃ العمر کاربند کیوں رہے؟ اگر دونوں بہتر اور آپ کی تعلیم کے لحاظ سے برابر ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کے مؤذنین سے ایک دفعہ بھی عمر میں ترجیع والی اذان کیوں نہیں کہلوائی؟ اگر بغیر ترجیع والی بہتر ہے تو حضرت ابو محمد ذرہ کو جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بقول ان کے جو تعلیم دی تھی اس تعلیم کی کیا حیثیت تھی؟ اگر مدینہ میں بغیر ترجیع اور مکہ میں ترجیع والی اذان کی تعلیم تھی تو کیا عمومی شرعی مسئلہ میں جگہ کے لحاظ سے فرق ہو سکتا ہے؟ احناف کثر اللہ سواد ہم نے تو تمام احتمالات کو پیش نظر رکھ کر اور معجم طبرانی کی حضرت ابو محمد ذرہ کی بغیر ترجیع والی اذان کی روایت کو پیش نظر رکھ کر کہا کہ ترجیع مشروع تو ہے مگر بلا ترجیع اذان بہتر اور اولیٰ ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جانب سے ترجیع کی تعلیم نہ تھی مگر حضرت ابو محمد ذرہ نے اس کو تعلیم سمجھا اور ان کے تعلیم سمجھنے کا مذہبی موجب ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو کلمات دہرانے کا فرمایا تھا۔ اس میں تو حضرت ابو محمد ذرہ کی جانب سورن ہے اور نہ اس کا احتمال ہے اور نہ ہی اس سے ان کی شان میں کوئی تحقیف کا پہلو نکلتا ہے۔ اگر اثری صاحب محدث مبارک پوری کی تقلید کرتے ہوئے اس کو سورن قرار دیتے ہیں تو یہی بات علامہ ابن جوزیؒ نے بھی فرمائی ہے جس کا حوالہ محدث مبارک پوری نے ابکار المنن ص ۸۵ میں دیا ہے:

فلما کر رہا علیہ ظنہا من اذان... الخ۔ یعنی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو محمدؓ پر ان کلمات کا تکرار فرمایا تو انھوں نے ان کلمات کو اذان حصہ خیال کر لیا۔ علامہ ابن جوزیؒ کے ان کلمات کی وجہ سے محدثین کرامؒ اور فقہاء ائمہ میں سے کسی نے بھی علامہ ابن جوزیؒ کے بارے میں نہیں فرمایا کہ انھوں نے حضرت ابو محمدؓ کی جانب سوء ظن کی نسبت کی ہے۔ کیا کسی کو بھی حضرت ابو محمدؓ کی عزت کا خیال نہیں آیا؟ اگر یہ خیال آیا تو محدث مبارک پوریؒ اور ان کی کئی پرکھتی مارنے والے اثری صاحب کو۔ حاشا دکلا۔ باقی رہیں ابو داؤد وغیرہ کی وہ روایات جن میں علامہ کی الفاظ ہیں تو ان کو اسناد کے لحاظ سے محدثین کرام نے کمزور قرار دیا ہے۔

تیسرا الزام اثری صاحبؒ پر امام قتادہؒ کا عنوان قائم کئے رکھتے ہیں کہ مولانا صفہ صاحب نے حضرت قتادہؒ کو قدری قرار دے کر ان کے قول سے گلو خلاصی کرائی ہے۔ (محمل) **الجواب** حضرت قتادہؒ قدری تھے کہ نہیں۔ اس کا اقرار خود اثری صاحب نے اپنی بحث میں کیا ہے کہ بلاشبہ حضرت قتادہؒ کو قدریہ سے تعلق تھا۔ و بلفظ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجد ہم نے فرمایا کہ قدریہ معتزلہ کی ایک شاخ ہے اور معتزلہ کا حیاۃ فی القبر کے بارے میں اہل سنت سے پہلے ہی اختلاف ہے تو پھر قتادہؒ کی یہ تفسیر اور توجیہ اہل السنۃ پر کیسے حجت ہو سکتی ہے؟

اثری صاحبؒ: کیا یہ اصول حدیث کا مسئلہ نہیں کہ جب راوی بدعتی نظریہ کا ہو اور اس کی روایت سے اس کے بدعتی نظریہ کو تقویت پہنچتی ہو تو وہ روایت مختار مذہب کے مطابق مردود ہوگی۔ (تذریب الراوی ص ۳۴۵، شرح نخبۃ الفکر ص ۹) حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجد ہم نے اسی قاعدہ کی جانب اشارہ فرمایا ہے۔ کہ قتادہؒ قدری ہیں اور قدریہ معتزلہ کی شاخ ہے اور معتزلہ کا حیاۃ فی القبر کے بارے میں اہل السنۃ سے اختلاف ہے اس لیے قاعدہ کے مطابق ان کی اس معاملہ میں

روایت بھی مردود ہے چہ جائیکہ ان کی اپنی تفسیر کا اس بارہ میں اعتبار کیا جائے۔ یہ یاد رہے کہ جو بدعت موجب کفر نہ ہو ایسی بدعت کی وجہ سے راوی کی عدالت اور ثقاہت تو ساقط نہیں ہوتی مگر تقابل کی صورت میں اس کی روایت درجہ صحت میں گر جائے گی اور صحیحین میں ایسے راویوں کی روایات موجود ہیں صرف بدعتی نظریہ کو تقویت پہنچانے والی روایات مردود ہوں گی خواہ وہ راوی از خود اس بدعت کی جانب داعی نہ ہو۔ اثری صاحب لکھتے ہیں بلاشبہ حضرت قتادہؒ کو قدریہ سے تعلق تھا مگر یہ بتلایے کہ معتزلہ کی جتنی شاخیں ہیں وہ تمام معتزلہ سے متفق ہیں؟ اگر نہیں تو پھر اتنی کھینچا تانی کی ضرورت ہی کیا ہے؟

الجواب اثری صاحب کا اغلاقی فریضہ تھا کہ جرات کر کے یہ بات ثابت کرتے کہ حضرت قتادہؒ قدریہ سے تعلق رکھنے کے باوجود معتزلہ کے حیاۃ فی القبر کے نظریہ میں ان کے ساتھ شریک نہیں ہیں۔ پھر تو ان کا حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجد ہم پر اعتراض ہو سکتا تھا جب یہ ثابت ہی اثری صاحب نہیں کر سکے اور نہ ہی انشاء اللہ ثابت کر سکتے ہیں تو پھر اعتراض عقل مندی نہیں ہیں صرف تعصب کا مظاہرہ ہے۔

اثری صاحب کے بے ڈھنگا سوال اثری صاحب صنت پر لکھتے ہیں ہمارا سیدھا اور آسان سوال ہے کہ جب قتادہؒ قدری بدعتی ہیں جن کی رائے کا اعتبار نہیں تو اہل السنۃ کے برعکس ان کے قول کے مطابق شرح حدیث کی یہ تفسیر چہ معنی دارد؟ کیا یہ سب بدعتی تھے؟ الخ۔ (بلفظ) **الجواب** اثری صاحب انبیاء کرام علیہم السلام کی حیاۃ فی القبر کا مسئلہ موجودہ دور کے چندغالیوں کے علاوہ امت مسلمہ کا منفقہ مسئلہ رہا ہے مگر مسئلہ سماع الموتی میں حضرات صحابہ کرامؓ سے لے کر اب تک اختلاف چلا آ رہا ہے

یہ اختلاف حق اور باطل کا نہیں بلکہ رائج اور مرجوح کا ہے۔

رائج میں اس کے رائج ہونے کی وجہ کا لحاظ رکھا جاتا ہے حضرات محدثین کرام و شرح حدیث کی مباحث کو پیش نظر رکھ کر نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ قلیب بدر والوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خطاب فرمایا تھا اس میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ یہ عام حصو علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قلیب بدر والوں کے ساتھ مخصوص تھا عام قاعدہ نہیں تھا اس لیے عام مردوں کا حکم نہیں ہے۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ خصوصیت نہ تھی بلکہ عام مردوں کا بھی حکم ہی ہے۔ خصوصیت ماننے والوں نے حضرت قتادہؓ کے قول پر مدار رکھا کیونکہ قتادہؓ فی نفسہ ثقہ ہیں۔ اور خصوصیت نہ ماننے والوں نے اس لحاظ سے کہ قتادہؓ فی نفسہ ثقہ ہونے کے باوجود قدری ہیں اور قدری معتزلہ کی شاخ ہے اور معتزلہ کا اہل السنۃ کے ساتھ حیات فی القبر کے معاملہ میں اختلاف واضح بات ہے تو رائج بات ہی ہے کہ اس معاملہ میں ان کا قول تسلیم نہ کیا جائے۔ تو جن حضرات نے حضرت قتادہؓ کے محض ثقہ ہونے کا لحاظ رکھا انھوں نے ان کی بات کو اس معاملہ میں قبول کر لیا اور جن حضرات نے ان کے قدری ہونے کے پہلو کو بھی پیش نظر رکھا انھوں نے اس معاملہ میں ان کے قول کو رد کر دیا۔ اس لیے نہ حضرات شرح حدیث کو مطعون کیا جاسکتا ہے کہ انھوں نے اس کے قول کے مطابق تشریح کیوں کی؟ کیا یہ سب بدعتی تھے؟ اور نہ ہی حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم پر قتادہؓ پر الزام لگانے کا طعن درست ہے۔ ایسی باتیں اصول حدیث سے ناواقف سطحی ذہن کا آدمی تو کہہ سکتا ہے۔ اصول و ضوابط سے واقفیت رکھنے والے سے ایسی توقع ہرگز نہیں ہو سکتی۔

اثری صاحب کا ایک غلط بیانی کا الزام
اثری صاحب صحت پر ایک اور غلط بیانی کا عنوان قائم

لوگے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے لکھا ہے کہ امام بخاری بن سعید حضرت قتادہؓ کو چوٹی کا بدعتی کہتے ہیں اور یہ ان کی غلط بیانی ہے۔ (محصلاً)

اثری صاحب اگر آپ اپنی پیش کردہ تہذیب کی عبارت کا مطلب ہی سمجھ جاتے تو دیانت کی دنیا میں آپ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم پر غلط بیانی کا الزام لگانے کی جرأت نہ کرتے۔

ہم یہاں اس عبارت کا اثری صاحب کا ہی کیا ہوا ترجمہ نقل کرتے ہیں اور اہل علم و انصاف سے فیصلہ چاہتے ہیں کہ وہ فیصلہ کریں کہ غلط بیانی حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے کی ہے یا اثری صاحب تعصب اور حسد کا شکار ہو گئے لیکن الزامات لگانے پر اتر گئے ہیں۔ اثری صاحب اس عبارت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں: علی بن مدینی فرماتے ہیں میں نے یحییٰ بن سعید سے کہا کہ عبدالرحمن فرماتے ہیں جو بڑا بدعتی ہے اور اس کی دعوت دیتا ہے اسے ترک کر دو۔ انھوں نے کہا قتادہؓ ابن ابی روادؓ اور عمر بن ذرؓ سے کیا معاملہ کرو گے۔ ان کے علاوہ اور لوگوں کا بھی نام لیا۔ پھر امام بخاری نے کہا اگر ایسے لوگوں کی حدیث چھوڑ دو گے تو بہت سے لوگوں کی حدیث چھوڑ دو گے۔ (دلفظہ)

اس عبارت پر قارئین کرام غور فرمائیں کہ یحییٰ بن سعید سے جب کہا گیا کہ بڑے بدعتی کی حدیث ترک کر دو تو انھوں نے کہا کہ قتادہؓ وغیرہ سے کیا معاملہ کرو گے؟ یعنی وہ بڑا بدعتی تو ہے مگر اس کی حدیث چھوڑی نہیں جاسکتی۔ حدیث چھوڑنے کی تردید تو کردی مگر قتادہؓ وغیرہ کا نام لے کر ان کو بڑا بدعتی تو کہہ ہی دیا۔ یہی بات حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے کہی ہے جس کو اثری صاحب غلط بیانی سے تعبیر کر رہے ہیں۔ یہ غلط بیانی نہیں بلکہ یحییٰ بن سعید کی ترجمانی ہے۔ اثری صاحب کا اسکو غلط بیانی قرار دینا ان کی انتہائی جہالت یا دجل کا واضح ثبوت ہے۔

چوتھا الزام اثری صاحب صلی اللہ علیہ وسلم پر امام ابن جریرؒ کا عنوان قائم کر کے اس کے تحت لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے ظائف منصورہؒ میں امام ابن جریرؒ کو شیوخ محدثین کے تحت لکھا ہے صرف اس وجہ سے کہ انہوں نے نوے عورتوں سے منہ کیا تھا۔ (محمل)

الجواب اثری صاحب نے ایک غلطی سے آگاہ کیا ہے۔ اگر معقول طریقہ پر آگاہ کر دیتے تو ہم احسان مندی کے ساتھ شکر گزار ہوتے مگر پھر بھی ہم ان کے مشکور ہیں۔ یہ عبارت اس سے قبل عنوان اصحاب حدیث سے کیا ماردہے کے تحت کی ہے چوتھے محدثین کے عنوان سے پہلے ہے۔ سیاق و سباق کو دیکھ کر اس کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کیونکہ یہ عبارت جعفر بن زیاد کوئی کے ترجمہ کے تحت درج ہے اور اس کا وہاں کوئی مقام نہیں ہے مگر کسی نے اس جانب توجہ نہ دلائی۔ انشاء اللہ اس کی درستگی کر لی جائے گی۔ اثری صاحب نے صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کے متعلق جو حاشیہ آرائی کی ہے اس کا دار و مدار اسی پر ہے جب کہ وہ عبارت موجودہ مقام کی ہو۔ اور جب وہ عبارت اس مقام کی ہے ہی نہیں تو اس حاشیہ آرائی اور طعن کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہتی۔

امام ابن جریرؒ پر جرح نقل اثری صاحب صلی اللہ علیہ وسلم پر راہ سنت کی ایک عبارت نقل کرتے ہیں جس میں فتادی سمرقندی کی اس روایت پر جرح کی گئی ہے

جو روایت میت کے لیے دوران قرآن جائز کہنے والے پیش کرتے ہیں۔ یہ روایت چونکہ امت کے اجماعی نظریہ کے خلاف ہے اور بعض علاقوں میں پائی جانے والی دوران قرآن کی بدعت کا دار و مدار بھی اسی روایت پر ہے اس لیے حضرت شیخ الحدیث صاحب دمام مجہم نے اصول حدیث اور ائمہ محدثین کے ضوابط کے مطابق کسی روایت کے

بغیر اس پر جرح نقل کی ہے اور یہ روایت تزییات سے متعلق نہیں بلکہ عقائد سے متعلق ہے اور امت مسلمہ کے اجماعی نظریہ سے متصادم ہونے کی وجہ سے سخت جرح ہی کے لائق ہے جیسا کہ امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ کا یہ فرمان ہے کہ جس وقت حلال و حرام کے بارے میں ہم سے کوئی روایت کی جاتی ہے تو ہم اس پر شدت اختیار کرتے ہیں۔ (شرح مختصر الباعث الحیثیت للعلامة احمد شاہ صلی اللہ علیہ وسلم) اس روایت کے بارہ میں حضرت شیخ الحدیث صاحب دمام مجہم نے لکھا کہ یہ روایت اولاً اس لیے ناقابل قبول ہے کہ یہ روایت واقعی کے حوالہ سے بیان کی ہے اور واقعی قابل اعتبار ہی نہیں۔ ثانیاً اس لیے کہ اس کی سند میں ابن جریرؒ ہے جو اگرچہ ثقہ ہے مگر تکمیل خواہش کے لیے حیلہ کے قائل تھے۔ الخ۔ پھر حضرت شیخ الحدیث صاحب دمام مجہم نے ائمہ محدثین سے اس پر جرح نقل کی ہے۔ اور آگے لکھا ہے کہ:

ثالثاً اس لیے کہ یہ روایت ابن جریرؒ کی زہری سے ہے اور امام ابن معینؒ فرماتے ہیں کہ ابن جریرؒ فی الزہری لیس بشیء۔ اور پھر آگے لکھا ہے کہ ابن جریرؒ مشہور مدلس ہیں اور یہ روایت مدلس ہے۔ ان تمام باتوں کے ہوتے ہوئے اس روایت کو کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے۔

اثری صاحب نے حضرت شیخ الحدیث صاحب دمام مجہم کی عبارت نقل کرنے میں انتہائی دجل کا مظاہرہ کیا ہے۔ عبارت میں ہے کہ ثالثاً یہ روایت ابن جریرؒ کی محدثین شہاب زہری سے ہے اور امام ابن معینؒ فرماتے ہیں کہ ابن جریرؒ فی الزہری لیس بشیء۔ اثری صاحب اس عبارت کا پہلا حصہ بالکل ہضم کر گئے نیز اثری صاحب نے یہ تو نقل کر دیا کہ ابن جریرؒ مشہور مدلس تھے مگر آخر میں جو یہ لکھا ہے کہ یہ روایت مدلس ہے اس کو بھی صرف مغالطہ دینے کے لیے ہضم کر گئے۔

میت کے لیے دوران قرآن
والوں کی وکالت

اثری صاحب سرفراز دشمنی میں اس حد تک چلے گئے کہ وہ باطل گروہوں کی بھی وکالت کرنے پر اتر آئے۔ اس پر ہم صرف یہی کہہ سکتے ہیں۔

غضب کا پردہ نشین ہے وہ شوخ ہرجائی

ہر انجمن میں ہے ہر انجمن کے پردہ میں

اثری صاحب دوران قرآن والوں کی وکالت کرتے ہوئے لکھتے ہیں غور فرمائیے یہاں ایک روایت کو ضعیف قرار دیتے ہیں امام ابن جریرؒ کو کیسے مورد الزام ٹھہرایا گیا ہے۔۔۔ الخ۔

مگر اہل علم اس بات کو بخوبی سمجھ گئے ہوں گے کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجہم نے اس روایت کو ضعیف قرار دینے کے لیے امام ابن جریرؒ کو مورد الزام ٹھہرایا ہے یا ائمہ محدثین کے اصول کے مطابق اس روایت کی حیثیت واضح کرنے کے تقاضا کو پورا کیا ہے؟ کسی محدث کے بارہ میں امام جرح و تعدیل فرمادیں کہ اس کی روایت فلاں محدث سے لیس دہنی ہے اور روایت بھی اسی سے ہو اور راوی مدلس مشہور ہو اور اس کی روایت بھی مدلس ہو تو کیا اس روایت کو آنکھیں بند کر کے لے لینا چاہیے یا اس کے لیے ان ضابطوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہوگا جو ائمہ محدثین کرامؒ نے مقرر فرمائے ہیں۔ ہمارے ہاں تو اصول کا لحاظ ہوگا، اثری صاحب کے ہاں کوئی اور طریقہ، کار ہو تو ہم اس کے پابند نہیں ہیں۔

پھر اثری صاحب لکھتے ہیں کہ ان جرح کا اعتبار ہے تو پھر وہ ثقہ کیسے ہیں افسوس کہ ایک ہی سانس میں مولانا صاحبؒ نے متضاد باتیں کہہ دیں۔ (محصلاً ص ۳۲)

الجواب اثری صاحب یا تو اصول حدیث سے بالکل ہی نا بلد ہیں یا عوام الناس کو دھوکا دینا چاہتے ہیں۔ اثری صاحب کو معلوم ہونا چاہیے

کہ بعض دفعہ جزوی باتوں میں شدید جرح کے باوجود راوی مجموعی حیثیت سے ثقہ رہتا ہے جیسا کہ ثقہ ہونے کی شرائط پائی جانے والے بدعتی راوی کی صرف وہ روایات ناقابل قبول ہوتی ہیں جو بدعت کی تقویت کا باعث بنیں۔ اس سلسلہ میں اس پر جرح ہوگی مگر باقی روایات میں اس کی ثقاہت باقی رہتی ہے۔ علامہ ظفر احمد تھانوی لکھتے ہیں: **وهذا المذهب هو الاعتدال وصارت اليه طوائف من الامم** (انہاء السکن ص ۵۸) اور اسی کے مطابق علامہ سیوطی نے لکھا ہے۔ (تذریع الاثر ص ۳۲۵) تو کیا اثری صاحب یہاں بھی یہ کہیں گے کہ جب وہ راوی ثقہ ہے تو اس کی روایت مردود کیوں؟ اور اگر اس کی روایت مردود ہے تو اس کی ثقاہت کیوں؟ یہ متضاد باتیں ہیں تو حضرت ائمہ محدثین نے کیوں کہیں ہیں؟ اگر یہ متضاد باتیں نہیں ہیں اور یقیناً نہیں ہیں تو حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجہم کا امام ابن جریرؒ کو باقی روایات میں ثقہ کہنا اور امام زہریؒ سے اس کی روایات کو لیس دہنی و کنا بھی متضاد باتیں نہیں ہیں یہ اثری صاحب کی ناسمجھی اور اصول حدیث سے ناواقفیت کا منہ پوتا ثبوت ہے۔

اثری صاحب کی دیانت سرپیٹ کر رہ گئی

اثری صاحب لکھتے ہیں: پھر میزان الاعتدال کے حوالے سے امام

احمد کا جو کلام ذکر کیا اس کے نقل کرنے میں انھوں نے ایسا کردار ادا کیا کہ دیانت سرپیٹ کر رہ گئی۔ امام احمد کے اصل الفاظ یوں ہیں: **د صرف اثری کا کیا ہو ترجمہ نقل کیا جاتا ہے۔ مرتب** (یعنی بعض احادیث جنھیں ابن جریرؒ مرسل بیان کرتے ہیں موضوع ہیں۔۔۔ الخ۔)

الجواب صحیح دیانت کو تو کچھ نہیں ہوا البتہ اثری صاحب کی دیانت ضعیف در

سرپیٹ کر رہ گئی کہ ہائے کس کے حصہ میں لگئی جو میرا یہ حشر کو رہا ہے۔

اثری صاحب، کیا مَرسل کو روایت نہیں کتے؟ اگر مَرسل کو روایت کتے ہیں اور یقیناً کتے ہیں تو پھر چند مَرسلات موضوع ہیں یا چند روایات موضوع ہیں کی تعبیر میں کونسا ایسا فرق ہے کہ آپ کی دیانت سرپیٹ کر رہ گئی۔

اثری صاحب کے اعتراض کا جواب
ان کے استاد محترم سے

ابن عیینہؒ نے ابن جریرؒ کو اصحاب الحدیث کہا ہے اور یہ حوالہ مولانا صفدر صاحب نے طائفہ منصورہ میں دیا ہے مگر امام ابن عیینہؒ ہی کا قول تہذیب کے حوالہ سے انتہاج میں نقل کیا کہ زہریؒ سے روایت میں محض بیچ ہے۔ حالانکہ امام زہریؒ سے ان کی وہی روایات محض بیچ ہیں جو شخص ہیں یا زہریؒ کی کتاب میں سے نہیں۔۔۔۔۔ الخ۔ اور اثری صاحب ۶۵ پر لکھتے ہیں اس لیے ان کی منمن روایت درست نہیں ہوتی۔ الخ۔

اثری صاحب، جب آپ سب کچھ تسلیم کر رہے ہیں جو حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے لکھا ہے تو اعتراض کیا ہے؟ اگر اعتراض یہ ہے کہ امام ابن عیینہؒ نے ایک جگہ ان کو فی الزہریؒ لیس جثنیٰ کہا ہے اور دوسری جگہ اصحاب حدیث کہا ہے اور مولانا صفدر صاحب نے ایک کتاب میں ایک کو اور دوسری کتاب میں دوسری بات کو لیا ہے تو اس کا جواب اثری صاحب کے استاد محترم محدث گوندلوی سے ہی سُن لیں وہ فرماتے ہیں کہ جرح و تعدیل کے اماموں کے کلام میں جو اکثر اختلاف واقع ہوتا ہے۔ ایک آدمی کو ایک وقت ثقہ قرار دیتے ہیں اور ایک وقت ضعیف کہہ دیتے ہیں اس کا محل ہی ہے کہ ان کا مطلب ثقہ اور ضعیف کہنے سے مختلف وجہ کا لحاظ کرنا ہوتا ہے۔ (خیر الکلام ۲۳۲)

اثری صاحب ۶۵ پر لکھتے ہیں: مگر دیکھا آپ نے کہ مولانا صفدر صاحب

نے امام ابن جریرؒ پر کلام تہذیب کی بنا پر ہی نہیں کیا بلکہ پہلے انھیں "حیلہ ساز" قرار دیا جاتا ہے۔۔۔۔۔ الخ۔

الجواب
 حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے امام ابن جریرؒ کے بارہ میں کوئی گستاخی نہیں کی بلکہ انتہائی احوط الفاظ استعمال کیے ہیں۔ امام ابن جریرؒ متفقہ کے جواز کے بھی قائل تھے اور امام ذہبیؒ عبد الرزاقؒ سے نقل کرتے ہیں کہ ابن جریرؒ سیاہ خضاب استعمال کرتے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ ص ۱۶۱) حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے یہ لکھا ہے کہ ابن جریرؒ اگرچہ ثقہ تھے مگر تکمیل خواہش کے لیے حیلہ کے قائل تھے۔ متفقہ کی حرمت پر اجماع ہے جیسا کہ علامہ وحید الزمانؒ نے کتاب النکاح بخاری کی روایت کی شرح میں لکھا ہے اور صحیح روایات سے حرمت ثابت ہے۔ اسی طرح سیاہ خضاب سے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ (البدایہ و نہایہ ۲/۲۲۶) اب امام ابن جریرؒ متفقہ کے جواز کے قائل ہی نہیں بلکہ انھوں نے نوے عورتوں سے متوکیا۔ اور سیاہ خضاب بھی استعمال کرتے رہے تو کیا کہا جائے کہ ان کو صریح اور صحیح روایات نہیں پہنچی تھیں یا ان کے پاس ان روایات کے مقابل ایسی دلیلیں موجود تھیں جن کی وجہ سے انھوں نے جواز کے پہلو کو ترجیح دی یا کہہ دیا جائے کہ وہ واضح حرام کے مرتکب تھے۔ یہ اشد قسم کی باتوں میں سے کوئی بات کہنے سے تو ہم رہے اس لیے ہم نے احوط الفاظ استعمال کیے کہ وہ حیلہ کے قائل تھے۔ علامہ ابن حجرؒ مباح حیلہ کی تعریف کرتے ہیں۔ ما یتوصل بہ الی مقصود بطریق خفی مباح۔ (فتح الباری ۲/۲۶۱) یعنی: جس مخفی مباح طریقہ سے مقصود تک پہنچا جائے اس کو حیلہ کہتے ہیں حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے تو احتیاط سے کام لیا مگر اسی کو اثری صاحب طعن کا نشانہ بنا کر نہ جانے امام ابن جریرؒ کے بارہ میں کیا کہلوانا چاہتے ہیں۔ اثری

صاحب کا یہ کہنا کہ وہ رجوع کر گئے تھے تو چلو جتنا عرصہ وہ یہ کام کرتے رہے، اس عرصہ میں ان کے بارہ میں کیا کہا جائے گا؟

پانچواں الزام
شیعوں اور بریلویوں کی کالت

۱۔ مولانا صفدر صاحب تنقید متین میں ایک جگہ سایہ والی روایت میں امام عبدالرزاقؒ کو الحافظ البکیر کہتے ہیں اور دوسری جگہ حضور علیہ السلام کو نور ثابت کرنے والی حضرت جابرؓ کی روایت میں امام عبدالرزاقؒ کو شیعہ کہہ کر ان کی روایت کو رد کرتے ہیں۔

۲۔ امام عبدالرزاق شیعہ تھے مگر متقدمین میں سے ہیں اور متقدمین کے عرف میں شیعہ اس کو کہتے ہیں جو صرف حضرت عثمانؓ پر حضرت علیؓ کو فضیلت دے تو جب امام عبدالرزاق میں شیعہ کے دیگر عقائد نہیں ہیں تو ان کی روایت کیوں رد کی گئی؟

۳۔ مولانا صفدر صاحب لکھتے ہیں کہ ہم نے تنقید متین میں شیعہ کی اصول کافی کے حوالے سے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ کے نور ہونے کا عقیدہ شیعہ کا ہے اور تنقید متین میں لکھتے ہیں کہ اصول کافی میں ہے کہ نور سے مراد مروج ہے اور مولانا صفدر صاحب تسلیم کرتے ہیں کہ نور سے مراد مروج ہے اور شیعہ کی سب سے بڑی کتاب میں بھی نور سے مراد مروج لی گئی ہے تو اس اعتراف کے بعد شیعہ کا عقیدہ اسکے برعکس لکھنا اور اسی بنیاد پر امام عبدالرزاقؒ کو شیعہ کہہ کر مذکورہ القدر روایت کو رد کرنا عجیب

تضاد بیانی ہے۔ (محصلہ ۶۵ تا ۶۹)

تاریخ کرام اثری صاحب کے ان تمام اعتراضات کا جواب بالترتیب ملاحظہ فرمائیں؛ پہلی بات کہ نور والی روایت میں امام عبدالرزاقؒ کو شیعہ کہہ کر اس کی روایت کو رد کیا ہے اور سایہ والی روایت میں اس کی روایت کو قبول کیا ہے۔

الجواب

نور والی روایت میں امام عبدالرزاقؒ پر جرح کے علاوہ دیگر رد کے وجہ بھی حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے بیان کیے ہیں کہ یہ روایت زرقانی شرح مواہب کی ہے جس کی سند ہی مقول نہیں ہے اور یہ روایت امام عبدالرزاقؒ سے ہے جو کہ شیعہ تھے تو ان کے شیعہ ہونے کی وجہ سے اگرچہ روایت رد تو نہیں ہوتی مگر صحیح روایت کے مقابل میں بھی نہیں لی جاسکتی کیونکہ بدعتی راوی داعی الی البدعت ہو تب بھی اس کی روایت نہیں لی جاتی اور جب اس کی روایت داعیہ الی البدعت ہو تب بھی وہ روایت نہیں لی جاتی۔ جیسا کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے شرح نخبہ الفکر اور تدریب الراوی کے حوالے سے آئمہ البرہان مکتبہ پر لکھا۔ یہاں امام عبدالرزاقؒ بے شک داعی الی البدعت نہ ہوں مگر ان کی روایت داعیہ الی البدعت ہے اور پھر حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے تنقید متین میں طبع چہارم میں لکھا ہے کہ امام عبدالرزاقؒ کے ہمارے نے ان کی کتابوں میں باطل روایتیں بھی داخل کر دی ہیں جس کی وجہ سے وہ کاذب شہور ہو گئے تھے اور خود شیعہ مبتدع ہونا ایک قسم کی جرح ہے جیسا کہ مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی لکھتے ہیں؛ صندوق لکنہ مبتدع (الرفع والتکمیل ص ۱۳۴) اس کے حاشیہ پر ابو نعیم عبد الفتاح لکھتے ہیں کہ مبتدع کو مراتب جرح میں سے پانچویں مرتبہ میں شمار کیا ہے۔ تو نور والی زرقانی کی روایت بے سند اور شیعہ راوی پر مدار ہونے کے ساتھ ساتھ امام عبدالرزاقؒ کے بھانجے کی کارستانی کا احتمال اور ابو داؤد، ترمذی اور مسند احمد کی صحیح روایت کے مقابل ہونے کی وجہ سے حضرات ائمہ محدثین کے اصول کے مطابق رد ہی ہوگی۔ بے شک اثری صاحب بریلویوں کی کالت کرتے ہوئے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر اس کے ضعف کو دُور کرنا چاہیں اس کا ضعف دُور نہیں ہوگا البتہ اس کالت کا یہ فائدہ ضرور ہوگا کہ بریلوی حضرات کو موقع مل جائے گا کہ وہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا

سمجھ کر اثری صاحب کی اس عبادت کو بطور سند پیش کریں گے کہ اثری صاحب جیسی شخصیت جب یوں کہتی ہے۔ غور فرمائیے کہ اس روایت پر مولانا صفدر صاحب نے تنقید کرتے ہوئے کس طرح بلا جواز امام عبد الرزاقؒ کے تشیع کو آڑ بنا کر کلام کیا ہے۔ (مثلاً) تو اس سہارا کی وجہ سے بریلوی مذہب کے پرچار کے ثواب میں اثری صاحب کا حصہ بھی وافر ہوگا۔

زرقانی کی روایت تو ان وجوہ کی بنا پر مردود ہے بخلاف سایہ والی روایت کے کہ وہ سند احمد اور مجمع الزوائد کی بسند متصل ہے اس میں مدار امام عبد الرزاق پر نہیں بلکہ وہ اس روایت میں ایک راوی کی حیثیت سے ہیں اور اس کے مقابل اس پایہ کی کوئی روایت بھی موجود نہیں بلکہ یہ روایت باقی صحیح روایات کے ساتھ موافق ہے اور یہ روایت داعیہ الی البدعت بھی نہیں اس لیے یہ روایت محدثین کرامؒ کے ضابطہ اور اصول کے مطابق قابل قبول ہے۔ باقی رہا یہ کہ نور والی روایت میں امام عبد الرزاق کو شیعوں نے ظاہر کیا ہے اور سایہ والی روایت میں ان کا شیعوں ہونا ظاہر نہیں کیا بلکہ الحافظ البکیر کہا ہے تو اس کے بارہ میں عرض ہے کہ جس روایت میں راوی کا بدعتی ہونا روایت کے لیے مضر ہو وہاں اس کا اظہار کیا جاتا ہے اور جہاں مضر نہ ہو وہاں اس کا اظہار کوئی ضروری نہیں اس لیے اس میں بھی حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجد ہم نے کسی اصول کی خلاف ورزی نہیں کی۔

دوسری بات کہ امام عبد الرزاق متقدمین شیعہ میں سے ہیں اس لیے ان میں شیعہ کے دیگر عقائد نہیں پائے جاتے صرف حضرت علیؑ کو حضرت عثمانؓ پر فضیلت دینا پایا جاتا ہے تو اس وجہ سے ان کی روایت کو کیوں رد کیا گیا؟

پہلے گزر چکا کہ محض امام عبد الرزاق کے شیعہ ہونے کی وجہ سے روایت کو رد نہیں کیا گیا بلکہ دیگر وجوہ کو ساتھ ملا کر رد کیا گیا ہے اور شیعہ

مبتدع ہونا وغیرہ ایک قسم کی جرح ہے جس سے روایت مرتبہ میں گرجاتی ہے۔ جیسا کہ الرفع والتکلیل کے حوالہ سے گزر چکا ہے۔ نیز یہ بات بھی ملحوظ ہے کہ متقدمین اور متاخرین کی اصطلاحات کہ شیعہ اس کو کہتے ہیں اور رافضی اس کو کہتے ہیں یہ بالکل بجا ہیں اور اسی کی وجہ سے شیعہ پر علی الاطلاق کسی قسم کا حکم لگانے میں وہ معذور تھے مگر یہ بات کہ شیعہ میں حضرت علیؑ کو حضرت عثمانؓ پر فضیلت دینے کے علاوہ کوئی اور عقیدہ نہیں پایا جاتا تھا یہ محل نظر ہے۔ اسی کی جانب تو حضرات محدثین کو امام شیعہ غالی اور شیعہ غیر غالی کہہ کر اندازہ فرماتے ہیں۔

تیسری بات کہ مولانا صفدر صاحب لکھتے ہیں کہ ہم نے تنقید متین میں شیعہ کی اصول کافی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؑ کے نور ہونے کا عقیدہ شیعہ کا ہے اور تنقید متین میں لکھتے ہیں کہ اصول کافی میں ہے کہ نور سے مراد روح ہے اور مولانا صفدر صاحب تسلیم کرتے ہیں۔ نور سے مراد روح ہے اور شیعہ کی معتبر کتاب میں بھی نور سے مراد روح کی گئی ہے تو اس اعتراف کے بعد شیعہ کا عقیدہ اس کے برعکس لکھنا اور اسی بنیاد پر امام عبد الرزاقؒ کو شیعہ کہہ کر مذکورۃ الصدر روایت کو رد کرنا عجیب تضاد بیانی ہے۔

الجواب اثری صاحب نے وکالت کا حق ادا کر دیا اور جو سنا کرتے تھے کہ ہمیشہ روکیل زمین و آسمان کے قلابے ملا کر اپنے مؤکل کو خوش کرنے اور مقدمہ جیتنے کے لیے ہاتھ پاؤں مارتے ہیں اس کا عمل مظاہرہ اثری صاحب کی اس وکالت سے خوب دیکھنے میں آیا۔ اور تنقید متین، اتمام البرہان اور نور و بشر کی عبادت کو اس انداز سے گڈ مڈ کیا اور کئی کئی صفحات کی عبادت کو (بغیر نشان دہی کیے کہ یہ عبارت تسلسل سے نہیں) یکجا تسلسل سے پیش کر کے اپنا من مانی نتیجہ اور مفروضہ نکال کر اعتراضات قائم کر کے حق وکالت ادا کر دیا۔

اثری صاحب کا پہلا مفروضہ کہ مولانا صفدر صاحب لکھتے ہیں کہ ہم نے تنقید میں ۱۳۱
میں شیعہ کی مشہور و معروف کتاب اصول کافی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نور ہونے کا عقیدہ شیعہ کا ہے۔

الجواب حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجد ہم نے تنقید میں ۱۳۱ (طبع
چہارم سال) پر لکھا ہے ہماری تحقیق کی روش سے مسئلہ حاضر و ناظر، علم غیب
اور نور وغیرہ اہل بدعت نے شیعہ سے لیا ہے مگر خود شیعہ کی معتبر و مستند کتاب اصول
کافی میں تصریح ہے کہ نور سے مراد روح ہے۔۔۔ الخ۔ اس عبارت سے واضح
ہے کہ اہل بدعت اور شیعہ ان مسائل میں متفق ہیں مگر شیعہ کی اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ
نور سے مراد روح ہے تو شیعہ اپنے کتابی نظریہ کے خلاف چل رہے ہیں جو نور سے
روح مراد لینے کی بجائے ذوات مراد لے رہے ہیں۔ اثری صاحب کو اس عبارت
پر بار بار غور کرنا چاہیے جو حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجد ہم نے لکھی ہے۔
اہل بدعت نے شیعہ سے لیا ہے مگر خود شیعہ کی معتبر کتاب میں یہ لکھا ہے۔۔۔ الخ۔
شیعہ حضرات باوجود اپنی مراد لینے کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت علیؑ کے
نور ہونے کے نظریہ کو جن دلائل سے ثابت کرتے ہیں ان میں سے ایک اصول کافی
کا یہی حوالہ ہے جو حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجد ہم نے پیش کیا۔ اس لیے
حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجد ہم نے فرمایا کہ ہم نے اصول کافی کے حوالہ سے
لکھا کہ حضور علیہ السلام اور حضرت علیؑ کے نور ہونے کا عقیدہ شیعہ کا ہے۔

اثری صاحب کا دوسرا مفروضہ کہ اصول کافی میں نور سے مراد روح ہے اور
حضرت مولانا صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں کہ نور سے مراد روح ہے تو اس اعتراف
کے بعد شیعہ کا عقیدہ اس کے برعکس لکھنا عجیب تضاد بیانی ہے۔

الجواب اصول کافی میں تو نور سے مراد روح لکھا ہوا ہے مگر شیعہ روح مراد نہیں لیتے

بلکہ ذوات مراد لیتے ہیں جیسا کہ شیعہ کے عقائد رد و افص میں حضرت مجدد الف ثانیؒ نے
بیان کیے اور خود شیعہ کی کتاب حیوۃ القلوب فارسی میں اور کئی دیگر کتابوں میں بھی اسی
کے مطابق لکھا ہوا ہے لہذا اثری صاحب کا یہ کہنا کہ شیعہ کا عقیدہ برعکس لکھنا عجیب
تضاد بیانی ہے۔ یہ تضاد بیانی نہیں بلکہ اثری صاحب کی اپنی نا سمجھی اور وکالت
میں ہاتھ پاؤں مارنے کی علامت ہے۔

اثری صاحب کا تیسرا مفروضہ، اسی بنیاد پر امام عبدالرزاقؒ کو شیعہ کہہ کر مذکورہ اللہ
روایت کو رد کرنا عجیب تضاد بیانی ہے۔

الجواب پہلے یہ بات وضاحت سے گزر چکی کہ محض امام عبدالرزاقؒ کے شیعہ ہونے
کی وجہ سے روایت کو رد نہیں کیا گیا بلکہ دیگر وجوہ کو ساتھ ملا کر رد کیا
گیا ہے۔ اثری صاحب خواہ مخواہ پانی میں مدھانی مار کر مکھن نکالنے کی لا حاصل سعی
کر رہے ہیں۔ مکھن تو نکلنے سے رہا۔ اُلٹا اپنے آپ کو چھینٹوں سے آلودہ کر لیا۔
اثری صاحب ۱۹۶ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ یہ
اثری صاحب کا حاشیہ ساری تفصیل تو حضرت مولانا صفدر کے مسلمات کی
روشنی میں ہے مگر امر واقعہ یہ ہے کہ امام عبدالرزاقؒ تشیع سے بھی رجوع کر
چکے تھے۔

الجواب یہ صرف مولانا صفدر صاحب کے مسلمات کی روشنی میں نہیں بلکہ دیگر
ائمہ متقدمین کے مسلمات کی روشنی میں بھی یہی ہے۔ چنانچہ علامہ ابن تیمیہؒ
لکھتے ہیں کہ امام عبدالرزاقؒ نے امام ثعلبیؒ کی تفسیر میں ذکر کردہ موضوع روایات کو ذکر
نہیں کیا۔ مع ان عبدالرزاق کان یمیل الی التشیع ویروی کثیراً
من فساد علیؑ وان کانت ضعیفہ لکنہ اجل قدراً من
ان یروی مثل هذا الکذب الظاہر (المنہاج السنۃ ص ۱۶)

یعنی باوجود اس کے کہ وہ تشیع کی جانب مائل تھے اور انھوں نے حضرت علیؑ کے فضائل میں بہت سی روایات نقل کی ہیں اگرچہ وہ ضعیف ہیں لیکن وہ اس بات سے بہت بلند ہیں کہ اس جیسی ظاہر جھوٹی روایات کو نقل کریں۔

اگر امام عبدالرزاقؒ کا رجوع کرنا واضح بات ہوتی تو امام ابن تیمیہؒ کی نظر سے ان کا رجوع اوجھل نہ ہوتا۔ نیز جس بات سے اثری صاحب حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجہدؒ پر برہم ہیں کہ انھوں نے امام عبدالرزاقؒ کی روایت کو ضعیف کہہ کر رد کر دیا ہے۔ وہی بات علامہ ابن تیمیہؒ بھی فرما رہے ہیں کہ امام عبدالرزاقؒ کی فضائل علیؑ میں روایات ضعیف ہیں۔ دیکھئے اثری صاحب ان کے بارہ میں کیا کہتے ہیں؟

دفاع یا صرح اثری صاحب اسی حاشیہ میں امام عبدالرزاقؒ کا دفاع کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امام عبدالرزاقؒ نے اس سے رجوع کر لیا تھا۔ چنانچہ حافظ ابوسلمہؒ بغدادی کے الفاظ ہیں۔ عبید اللہ بن موسیٰ بن المتوفکین قرطبی رحمہ اللہ لشیعۃ وقد عوتب احمد علی روایتہ عن عبد الرزاق فذکر ان عبد الرزاق رجع۔ (تہذیب ص ۳۶)۔ اثری صاحب کی پیش کردہ اس عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ عبید اللہ بن موسیٰ متروک الحدیث ہیں امام احمدؒ نے ان کے شیعو ہونے کی وجہ سے روایت کو ترک کیا تھا اور جب امام احمدؒ سے اعتراض کیا گیا کہ عبدالرزاقؒ سے روایت کیوں لیتے ہو تو انھوں نے ذکر کیا کہ عبدالرزاقؒ نے رجوع کر لیا ہے۔ اس عبارت سے تو ثابت ہوتا ہے کہ رجوع سے پہلے وہ امام احمدؒ کے نزدیک عبید اللہ بن موسیٰ کی طرح متروک الحدیث ہی تھے مگر رجوع کی وجہ سے اس سے روایات یعنی شروع کر دیں۔ اثری صاحب نے امام عبدالرزاقؒ کا عجیب دفاع کیا کہ چھوٹے گڑھے سے نکالتے نکالتے بڑے کنویں میں دھکا دے دیا اور حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجہدؒ کی کتابوں پر

تفہید کے شوق نے ان کی سوچ بھی سلب کر دی اور وہ سوچ بھی نہیں پاتے کہ وہ کیا لکھ اور کیا کہہ رہے ہیں کسی کا دفاع کر رہے یا اس پر جرح کر رہے ہیں؟

چھٹا الزام اثری صاحب ص ۱۹ پر شیخ ابوبکر بن خویزمندہ کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ آپ جو تھقی صدی کے مشہور مالکی فقیہ ہیں۔ اُمول فقہ، احکام القرآن کے علاوہ ایک بہت ضخیم کتاب فقہار کے مابین اختلاف کے بارے میں بھی ہے اور یہ تقلید و اتباع میں فرق کے قائل ہیں اور فرما لیا صفدر صاحب کو یہ فرق گوارا نہیں اس لیے ان پر جرح نقل کر دی کہ ان کی رائے عمدہ نہ تھی۔ وغیرہ (محصلاً)

الجواب یہ بات تو ہر صاحب عقل جانتا ہے کہ کسی لفظ کا معنی یا اصطلاح اس شخصیت کی جانب سے مسلم ہوگی جو شخصیت متفقہ طور پر مسلم ہو، یا کم از کم قابل تسلیم ہو اور جو شخصیت اس حیثیت کی نہ ہو اس کے معنی یا اصطلاح کو رد کیا جاسکتا ہے۔ حافظ ابن القیمؒ نے تقلید کا معنی شیخ ابوبکر بن خویزمندہ سے نقل کیا۔ اس معنی سے اختلاف کرتے ہوئے حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجہدؒ نے جوابات دیئے جن میں ایک جواب یہ ہے کہ یہ معنی شیخ ابوبکر بن خویزمندہ نے کیا ہے جو متفقہ طور پر مسلم شخصیت نہیں بلکہ ان کے بارہ میں تو یہ نقل کیا گیا ہے اور ان کے بارہ میں جو علامہ ابن خروانؒ نے نقل کیا اس کو حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجہدؒ نے نقل کر دیا اس میں نہ تو ان کی توہین مقصود ہے اور نہ ان کی شان میں گستاخی، بلکہ قانونی دائرہ میں رہتے ہوئے بات کی ہے۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجہدؒ نے لکھا کہ شیخ ابوبکر بن خویزمندہ متکلمین سے نفرت کرتے تھے یہاں تک کہ اہل السنۃ والجماعہ کے سب حضرات پر اہل اہوار ہونے کا حکم لگاتے تھے اور ان کے فتویٰ کا حکم تمام ائمہ متکلمین امام ابوالحسن اشعریؒ

اور امام الحرمین اور امام غزالی وغیرہ سب پر چسپاں ہوتا ہے تو ایسے سطحی ذہن کی بات کا شرعاً و عقلاً کیا اعتبار ہو سکتا ہے؟

اس پر جناب اثری صاحب لکھتے ہیں: قارئین کرام غور فرمائیں کیا اصول فقہ، احکام القرآن اور اختلاف فقہا پر کتابیں لکھنے والا سطحی ذہن کا آدمی ہو سکتا ہے؟

الجواب اثری صاحب کے ہاں تو ایسا آدمی سطحی ذہن کا نہیں بلکہ کسی اور ہی درجہ کا ہو گا۔ کیونکہ وہ صرف مقلد ہی نہیں بلکہ مشہور فقیہ بھی ہے اور ہمارے ہاں فتویٰ کی گہرائی تک نہ پہنچنے والے مفتی کے ساتھ اس کے سطحی ذہن کا ہونے کی وجہ سے اختلاف ہو سکتا ہے۔ اس کے سطحی ذہن کا ہونے کی وجہ سے اس کی منفرد رائے تو رد کی جاسکتی ہے مگر اس کی نقل، یا دوسروں کے ساتھ متفقہ اقوال قابل اعتبار ہوں گے۔ اصول فقہ، احکام القرآن یا ان کی دیگر کتابوں میں منقول اقوال یا متفقہ اقوال تو معتبر ہیں ان کے اپنے منفرد اقوال سے اختلاف ہو سکتا ہے۔

اثری صاحب کی زالی منطق حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے لکھا کہ شیخ ابوبکر بن خویزمنداد کے فتویٰ

کا حکم امام ابوالحسن اشعری اور امام الحرمین اور امام غزالی وغیرہ پر چسپاں ہوتا ہے۔ اس پر اثری صاحب لکھتے ہیں کہ ابن خویزمنداد ۳۹۹ھ میں فوت ہوئے جبکہ امام الحرمین ۵۰۵ھ اور امام غزالی ۵۰۵ھ میں فوت ہوئے تو بعد والوں پر ان کے فتویٰ کا حکم کس طرح چسپاں ہو سکتا ہے۔ (محصّل)

اثری صاحب نے یہ لکھ تو دیا مگر یہ انکی زالی منطق ہماری سمجھ سے باہر ہے کیا پہلے لوگوں کے فتوے بعد والوں پر چسپاں نہیں ہو سکتے؟ کیا جس دور کا فتویٰ ہو گا اسی دور کے لیے ہو گا؟ اس کے بعد والے دور والوں کے لیے نہیں ہو گا؟

عبارت کے ابہام سے فائدہ اٹھانا اثری صاحب ملک پر تضاد بیانی کا عنوان قائم کرتے ہیں اور اس کے تحت جو کچھ

انہوں نے لکھا وہ سب راہ سنت کی ایک عبارت کے ابہام سے فائدہ اٹھا کر لکھا۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے راہ سنت ص ۳۲ پر ایک غلطی اور اس کا ازالہ کا عنوان قائم کیا اور اس کے تحت غیر مقلدین کے ایک نظریہ کی تردید کی جو اس بات کے قائل ہیں کہ خلفاء راشدین کی سنت وہی ہو سکتی ہے جو بعینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہو اور جو چیز آپ سے مروی نہ ہو بلے شک خلفاء راشدین نے اس پر عمل کیا ہو اس کو سنت نہیں کہیں گے۔ اس نظریہ کی تردید کرتے ہوئے حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے دلائل پیش کیے اور ص ۳۵ پر امیر میانی کی علامہ برماوی پر تردید نقل کی اور بعد میں نواب صدیق حسن خان کا حوالہ پیش کیا۔ ان دونوں حوالوں کے درمیان کی عبارت میں یہ الفاظ بھی تھے اور یہ طے شدہ بات ہے کہ اقتدار و اتباع اور چیز ہے اور تقلید اور چیز ہے۔ اس عبارت کا مقصد یہ تھا کہ جن حضرات کے حوالے دیئے جا رہے ہیں ان کے ہاں طے شدہ بات ہے۔ مگر عبارت میں ابہام تھا۔ اسی ابہام سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اثری صاحب نے تضاد بیانی کا عنوان قائم کر کے حاشیہ آرائی کی۔ اس لیے اب راہ سنت کی عبارت سے ابہام دور کر کے اس کو واضح کر دیا گیا ہے اور عبارت اس طرح ہے۔

ہمارے نزدیک اقتدار، اتباع اور تقلید ایک ہی شے ہے غیر مقلدین کے ہاں اقتدار و اتباع اور چیز ہے اور تقلید اور ہے۔ (راہ سنت ص ۳۵)

ساتواں الزام اثری صاحب ص ۷۲ پر شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا عنوان قائم کر کے اس کے تحت لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے ایک جانب یہ کہا ہے کہ اکثر اہل بدعت ان کی رفیع شان میں گستاخی کرتے ہیں اور دوسری جانب

خود علامہ کشمیری اور علامہ ذہبی وغیرہ سے ان پر جرح نقل کی ہے اور تسکین الصدور میں یہ لکھا ہے کہ وہ بخاری و مسلم کی صحیح روایت سے بھی کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر لیتے ہیں اور سب کچھ کہہ لینے کے بعد بھی فرمادیتے ہیں ہمارا مقصد ان حوالوں سے حافظ ابن تیمیہ کی توہین و تنقیص نہیں۔ (محصلاً)

الجواب اثری صاحب کا یہ کہنا کہ مولانا صاحب نے ایک جانب یہ کہا کہ اہل بدعت ان کی رفیع شان میں گستاخی کرتے ہیں اور دوسری جانب ان پر جرح نقل کی ہے تو شاید اثری صاحب گستاخی اور جرح کے مفہوم ہی سے ناواقف ہیں۔ اگر وہ علامہ لکھنوی کی الرفع والتکلیل کا مقدمہ ہی پڑھ لیتے جس کے وہ حوالے بھی دیتے ہیں تو ان کو ان دونوں چیزوں میں فرق نظر آتا۔

یہ بات تو واضح ہے کہ کسی میں کوئی نقص پایا جائے اور اس کو کوئی آدمی اس کے پس پشت کسی دوسرے کے سامنے بیان کرے تو وہ غیبت ہے اس سے شریعت منع کرتی ہے مگر کسی کے اندر کے عیب کو بعض صورتوں میں بیان کرنا غیبت نہیں ہے۔ ان میں سے ایک روایت حدیث پر جرح ہے۔ علامہ لکھنوی لکھتے ہیں: وہو جائز بالاجماع بل واجب للمحاجة (الرفع والتکلیل ص ۱۵۷) یعنی روایت حدیث پر جرح بالاجماع جائز ہے بلکہ ضرورت کے وقت واجب ہے۔ اب لازمی بات ہے کہ اس جرح کو نہ غیبت کہا جاتا ہے اور نہ ہی اس سے راوی کی شان میں گستاخی مقصود ہوتی ہے اس لیے گستاخی کا مفہوم اور ہے اور جرح کا نقل کرنا اور بات کہنے۔

اثری صاحب کا اخلاقی فریضہ تھا کہ یا تو پوری عبارات نقل کرتے یا خلاصہ اس انداز سے بیان کرتے کہ مفہوم نہ بدلتا مگر انھوں نے ایسا انداز اختیار کیا جس سے عبارات کا مفہوم ہی باقی نہیں رہا۔

اثری صاحب لکھتے ہیں (کہ مولانا صاحب) فرماتے ہیں: ان کی طبیعت شدت حدت تھی۔

اثری صاحب نے یہ عبارت سماع الموقی ص ۱۳۲ سے لی ہے مکمل عبارت اس طرح ہے "اللہ تعالیٰ نے حافظ ابن تیمیہ کو اپنے دور میں علم و اصلاح اور جہاد وغیرہ بہت نعمتوں اور خوبیوں سے نوازا تھا اور وہ اپنے زمانہ میں اپنا نظیر اور مثال خود تھے مگر فطری طور پر ان کی طبیعت میں بے حد حدت اور شدت تھی" اس ساری عبارت میں سے اثری صاحب نے صرف اتنا حصہ لے لیا کہ انکی طبیعت میں شدت حدت تھی۔ اثری صاحب آگے لکھتے ہیں: کاشمیری صاحب نے کہا ہے کہ ان کی نقل میں تردد ہے اور یہ عبارت انھوں نے ص ۱۳۵ سے لی ہے۔ یہ عبارت بھی کاٹ کر اثری صاحب نے مفہوم بگاڑ دیا۔ حضرت کاشمیری کی عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ علامہ ابن تیمیہ نے امام البیہقیہ کی جانب ایمان میں کمی اور زیادتی کی نسبت کی ہے لیکن امام ابن تیمیہ کی طبیعت میں شدت تھی جب کسی طرف جھکتے تو اسی کے ہو کر رہ جاتے اور جب کسی کے درپے ہوتے تو درپے ہی رہتے۔ سو ایسی شخصیت سے افراط و تفریط غیر متوقع نہیں ہوتی اس لیے ان کی نقل میں تردد ہے۔

علامہ کاشمیری ایک مخصوص مسئلہ میں فرما رہے ہیں کہ اس معاملہ میں انکی نقل میں تردد ہے۔ جب کہ اثری صاحب عبارت کا یہ حصہ کاٹ کر کہ ان کی نقل میں تردد ہے یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ مطلقاً ان کی نقل میں تردد ہے اور حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے جرح نقل کرنے کے بعد واضح طور پر لکھا ہے کہ:

"یہ بڑوں کی آپس میں معاصرانہ یا ناقدانہ باتیں ہیں۔ ہمارے لیے سبھی حضرات قابل قدر ہیں اور معاذ اللہ تعالیٰ ہمارا مقصد ان حوالوں سے حافظ ابن تیمیہ کی توہین و تنقیص نہیں ہے۔ بتانا صرف یہ ہے کہ کئی مسائل میں وہ متفرد ہیں۔" (سماع الموقی ص ۱۳۱)

اس عبارت کو کاٹ کر اثری صاحب نے صرف یہ حصہ نقل کر دیا کہ ہمارا مقصد ان حوالوں سے حافظ ابن تیمیہ کی توہین و تنقیص نہیں۔

اثری صاحب نے سماع الموقی کی عبارت نقل کر کے حوالہ دیا (سماع الموقی ص ۱۲۳، ۱۲۴) حالانکہ ص ۱۲۳ پر قطعاً ان عبارتوں میں سے کوئی عبارت نہیں ہم اس کے سوا کیا کہہ سکتے ہیں کہ اثری صاحب مولانا صفدر صاحب کی کتابوں پر تنقید کے شوق میں اپنے حواس بھی کھو بیٹھے ہیں۔

اثری صاحب نے تسکین الصدور کی ایک عبارت بھی پیش کی وہ بخاری و مسلم کی صحیح روایت سے بھی کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ (تسکین الصدور ص ۳۵۸) مگر یہاں بھی اثری صاحب اگر پوری عبارت نقل کر دیتے تو معاملہ صاف ہو جاتا۔ اصل عبارت اس طرح ہے: حافظ ابن تیمیہ بلاشبہ علمی طور پر بڑی شخصیت کے مالک ہیں مگر ان کی طبیعت میں شدت اور حدت بھی بے پناہ تھی جب وہ اپنی شدت پر اتر آتے ہیں تو انھیں بخاری و مسلم کی صحیح روایت حسبت علی بتطبیقہ بھی نظر نہیں آتی اور وہ حالت حیض میں دی گئی طلاق سے بھی کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ اس عبارت میں ان کی علمی حیثیت کا اعتراف کرنے کے ساتھ ان کی فطری کمزوری کو بیان کیا گیا ہے اور کبوتر کی طرح آنکھیں بند کرنا محاورہ ہے اور یہ ایسے موقع پر استعمال ہوتا ہے جب کہ کوئی آدمی کسی چیز کو دیکھتے ہوئے بھی اس کے ساتھ ایسا انداز اختیار کرے گویا کہ اس نے دیکھا ہی نہیں۔ اس محاورہ کے استعمال میں بھی ان کی شان میں کوئی تنقیص یا ان کی شان میں گستاخی مقصود نہیں ہے۔

اثری صاحب نے ص ۳۲ پر سلم بن کیل کا عنوان قائم کر کے بالکل اسی **المصوٰل الزام** طرح کی بحث کی جس طرح کی بحث انھوں نے امام عبدالرزاق کے عنوان کے تحت کی تھی۔ وہاں ہم نے تفصیل سے بحث کر دی ہے اور اس کا جواب

بھی اسی بحث کی روشنی میں دیکھ لیا جائے۔

نواں الزام اثری صاحب ص ۵۷ پر ابراہیم بن منذر کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ وہ امام بخاری کے استاد ہیں اور ائمہ جرح و تعدیل کی اکثریت نے انھیں ثقہ اور صدوق کہا ہے مگر مولانا صفدر صاحب نے اس پر امام ساجی کی جرح نقل کی ہے کہ وہ صاحب منا کیر تھے اور پھر یہ بات بھی ہے کہ عندہ مناکیں قابل اعتبار جرح ہی نہیں۔ (محصلاً)

الجواب امام ساجی ائمہ جرح و تعدیل میں سے ہیں ان کی کی ہوئی جرح نقل کرنے میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے اور یہ اثر غیر اللہ کو غائبانہ طور پر پکارنے جیسے باطل عقیدہ کے لیے بطور دلیل پیش کیا جاتا ہے اور عقیدہ اور حلال و حرام کے بارہ میں ائمہ جرح و تعدیل کا اصول ہے کہ سخت رویہ اختیار کیا جاتا ہے جیسا کہ پہلے باحوالہ گزر چکا ہے تو اسی اصول کے پیش نظر ان پر جرح نقل کی گئی ہے۔ اثری صاحب کا یہ کہنا کہ عندہ منا کیر قابل اعتبار جرح ہی نہیں۔ تو یہ بات ٹھیک ہے کہ اس کی وجہ سے روایت رد تو نہیں ہوتی مگر روایت کا درجہ صحت ضرور گر جاتا ہے اس لیے جرح بے فائدہ نہیں ہے جیسا کہ اثری صاحب تاثر دے رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ اس جرح کو عصبیت مذہبی کا شاخسانہ نہ کہیں تو اور کیا کہیں؟ اثری صاحب یہ عصبیت کا شاخسانہ قطعاً نہیں بلکہ اصول کے مطابق بات ہے البتہ آپ کا یہ اعتراض کرنے کا انداز آپ کی اصول حدیث سے ناواقفیت اور بریلوی و کالت کا شاخسانہ ضرور ہے۔

دسواں الزام اثری صاحب ص ۵۷ پر امام زرقانی اور امام قسطلانی کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ یہ دونوں بزرگ شراح حدیث میں سے ہیں۔ اور امام قسطلانی کی بخاری کی شرح ارشاد الساری، مسلم کی شرح منہاج الایہاج

اور شامل ترمذی کی شرح موجود ہے۔ اسی طرح امام زرقانیؒ کی مؤطا امام ماکٹ کی شرح موجود ہے۔ مگر مولانا صفدر صاحب لکھتے ہیں کہ یہ دونوں محققین شرح حدیث و ارباب تاریخ میں سے نہیں بلکہ سیرت نگار ہیں اور اپنے موافق بات میں خود مولانا صفدر صاحب علامہ زرقانیؒ پر تساہل کے الزام کے جواب میں لکھتے ہیں کہ ان کا تساہل ثابت نہیں۔ (محصلاً)

الجواب بلاشبہ ان حضرات کی دینی خدمات بالخصوص حدیث میں قابل فخر اور عظیم سرمایہ ہیں یہ شارح ضرور ہیں مگر محقق نہیں ہیں۔ امام قسطلانیؒ کی شرح بخاری واصل فتح الباری اور کوامی کا اختصار ہے اور الشماک کی شرح المواہب اللدنیہ کے بارہ میں تو علامہ سیوطیؒ کو ان سے شکایں تھیں کہ انھوں نے میرا حوالہ دیئے بغیر میری کتابوں سے مدد لی ہے۔ (بستان المحققین ص ۱۸۱)

اسی طرح زرقانیؒ کی شرح مؤطا میں بھی اکثر حصہ فتح الباری سے ماخوذ ہے و محققین عظام اور ان کے علمی کارنامے ص ۱۸۹

اگر کسی میں کوئی وصف نہ پائی جائے تو اس سے اس وصف کے انکار کی وجہ سے نہ تو اس کی شان میں گستاخی لازم آتی ہے اور نہ توہین۔ جیسا کہ کوئی عالم فاضل ہو مگر حافظ قرآن نہ ہو تو یہ کہہ دینا کہ وہ حافظ قرآن نہیں یہ اس کی شان میں کیے گستاخی بن سکتا ہے؟ اسی طرح یہ حضرات شارح ضرور ہیں مگر محقق نہیں ہیں شرح کرنا اور بات ہے اور تحقیق کا مفہوم اور ہے۔ ایک مقام پر امام ابن تیمیہؒ امام ثعلبیؒ کے متعلق لکھتے ہیں کہ امام ثعلبیؒ نے اپنی تفسیر میں منوع روایات بھی لائی ہیں۔

مع التعلیج فیہ
خیر و دین و لکنہ لا خیر
لہ فی الصحیح و السقیم

باوجود اسکے کہ ثعلبیؒ میں بھلائی اور دینداری ہے لیکن ان کو حدیث کی صحت اور قیام جاننے میں مہارت نہیں اور نہ ہی اکثر اقوال میں مت

الاحادیث ولا یضمن بین السنۃ و البدعۃ فی کثیر من الاقوال۔ اور بدعت کے درمیان فرق کر سکتے ہیں۔

(المنہاج السنۃ ص ۱۷۱)

کیا امام ابن تیمیہؒ کے اس فرمان کے بعد آسمان سر پر اٹھایا جائے کہ انھوں نے امام ثعلبیؒ جیسے مفسر قرآن کے بارہ میں کہہ دیا کہ ان کو حدیث کی صحت و قیام میں مہارت نہیں۔ یا یہ پروینکندہ کیا جائے کہ امام ابن تیمیہؒ نے تضاد بیانی سے کام لیا ہے اور امام ثعلبیؒ کے بارہ میں فیہ خیر و دین کہتے ہیں اور دوسری طرف لا خیر لہ فی الصحیح و السقیم من الاحادیث کہتے ہیں۔ اس قسم کی سوچ اثری سوچ تو ہو سکتی ہے ہوش و حواس کی دنیا میں رہنے والا اس قسم کی سوچ نہیں رکھ سکتا۔

بہینہ اسی طرح حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجد ہم نے فرمایا ہے کہ امام قسطلانیؒ اور امام زرقانیؒ کی شرح حدیث ضرور ہیں مگر محقق نہیں تو اس سے ان کی شان میں گستاخی نہیں ہے خواہ مخواہ اثری صاحب وادیلہ مجاہد ہے ہیں کہ بتلائیے اگر یہ بھی محقق نہیں تو اور کون ہے جسے محققین میں شمار کیا جائے۔ الخ (ص ۱۸۱) اثری صاحب کو اس کے بعد چاہیے کہ انھوں نے بریلوی حضرات کی وکالت تو کر ہی دی اب ان بزرگوں کی تحقیق کو بھی قبول کر لیں۔

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ خود مولانا صفدر صاحب نے علامہ زرقانیؒ پر تساہل کے جواب میں کہا کہ ان کا تساہل ثابت نہیں ہے۔ (محصلاً)

الجواب اثری صاحب حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجد ہم نے کہا امام زرقانیؒ کے حدیث میں مقام یا ائمہ جرح و تعدیل میں سے ہونے کا انکار کیا ہے؟ وہ ائمہ جرح و تعدیل میں سے ہیں اور ان کا تساہل ثابت نہیں یہ بات اپنی جگہ اٹل ہے اس کا احادیث کی تحقیق یا غیر تحقیق کے ساتھ کیا تعلق ہے؟

گیارہواں الزام اثری صاحب رحمہ اللہ پر علامہ ہاشمی کا عنوان قائم کرتے ہیں اور اس کے تحت لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب ایک جگہ علامہ ہاشمی کے بارہ میں لکھتے ہیں کہ علامہ ہاشمی نے نقل اور جامع نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو صحیح اور ضعیف حدیثوں کے پرکھنے کا قوی ملکہ عطا فرمایا ہے اور اسی طرح لکھتے ہیں اگر علامہ ہاشمی کو صحت اور سقم کی پرکھ نہیں تو اور کس کو قہمی اور دوسری جگہ وہ اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں جس کے بارہ میں علامہ ہاشمی نے فرمایا روایت ثقافت اس کے راوی ثقہ ہیں۔ (محصلہ)

الجواب کاش اثری صاحب ہوش و حواس قائم رکھ کر حوصلہ کے ساتھ اس کتاب کو لکھتے مگر اوّل سے لے کر آخر تک گم گشتہ حواس کا ثبوت دیتے ہوئے عجیب بہکی بہکی باتیں کہتے چلے جا رہے ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے جو کچھ یہاں فرمایا دونوں باتیں اپنی اپنی جگہ درست ہیں نہ تو ان باتوں میں تعارض ہے اور نہ ہی انھوں نے علامہ ہاشمی کی تردید کی ہے۔

قارئین کرام! محدث مبارک پوری صاحب نے لکھا کہ علامہ ہاشمی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں روایت ثقافت (مجمع الزوائد ج ۱۱) اس لیے یہ روایت بالکل صحیح ہے۔ (تحقیق الکلام ج ۹)

حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے محدث مبارک پوری کو جواب میں فرمایا کہ اگر محض بلا دلیل کہنے سے روایت صحیح ہو سکتی ہے تو یہ صحیح ہوگی ورنہ اس کی صحت پر کوئی دلیل موجود نہیں ہے اور یہ روایت بھی ضعیف ہے۔ (احسن الکلام ج ۱۲ طبع چہارم) حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے جواب محدث مبارک پوری کو دیا مگر اثری صاحب اپنی نا سمجھی یا دہلی کی وجہ سے حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کے اس جواب کو علامہ ہاشمی کی تردید میں قرار دے رہے ہیں حالانکہ حضرت

نے وضاحت کے ساتھ لکھا ہے۔ رہا علامہ ہاشمی کا روایتہ ثقافت کہنا تو اپنے موقع پر صحیح ہے۔ (احسن الکلام ج ۱۲ طبع چہارم) اس تصریح کے باوجود حضرت شیخ صاحب دام مجدہم کے کلام کو علامہ ہاشمی کی تردید میں سمجھنا یا قرار دینا دلیل نہیں تو اور کیا ہے؟ علامہ ہاشمی نے روایتہ ثقافت کہا یہ اپنی جگہ درست ہے اور حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے روایت کو ضعیف کہا یہ اپنی جگہ درست ہے اس لیے کہ خود محدث مبارک پوری صاحب لکھتے ہیں:

قلت کون رجال الحدیث ثقافت لا یستلزم میں کہتا ہوں کہ حدیث کے رجال کا ثقہ صحیحہ۔ (ابکار المذاہب ج ۵)

اسی طرح اثری صاحب کے استاد محترم محدث گوندلوی صاحب کا بھی یہی نظریہ ہے کہ روایت پر جرح کبھی روایت کے لحاظ سے ہوتی ہے اور کبھی روایت کے لحاظ سے نہیں بلکہ روایت کے تسلسل یا انقطاع وغیرہ کے لحاظ سے ہوتی ہے۔ اگر روایت پر جرح روایت کے تسلسل یا انقطاع کے لحاظ سے ہو تو بے شک اس کے راوی ثقہ ہوں وہ روایت ضعیف ہوتی ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں دوسرے طریق میں (یعنی جب جرح روایت کے تسلسل یا انقطاع کے لحاظ سے ہو مترتب) راویوں کی تضعیف سے چنداں بحث نہیں ہوتی اگر کوئی حدیث دوسرے طریق کے اعتبار سے ضعیف ہو تو اس صورت میں اگر راوی سب ثقہ ہوں پھر بھی وہ روایت ضعیف ہی ٹھہرتی ہے۔ (خیر الکلام ص ۸۳) اور یہاں بھی راوی کامل نہ ہونا اور روایت میں سندا متنا اضطراب وغیرہ کا ہونا پایا جا رہا ہے تو اس لحاظ سے ضعیف ہے۔ اثری صاحب کا یہ کہنا اگر کوئی اور روایت پیش کرے اور علامہ ہاشمی سے اس کی توثیق نقل کرے تو ان کی یہ توثیق بلا دلیل قرار پائے۔ اس کے بارہ میں ہم یہی کہتے ہیں۔ لَعَنَ اللّٰهُ عَلٰی الْکٰذِبِیْنَ۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے محدث مبارک پوری کے روایت صحیح قرار

دیتے کو بلا دلیل کہا ہے۔ علامہ ذہبیؒ کی توثیق کو بلا دلیل نہیں کہا بلکہ اصول نے کہا ہے کہ وہ اپنے موقع پر صحیح ہے اس کے باوجود اگر اثری صاحب دھوکہ دہی سے کام لیں تو اس کے ذمہ دار وہ خود ہیں۔

بارہواں الزام اثری صاحبؒ پر امام الساجیؒ کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ وہ الامام اور حافظ حدیث ہیں مگر مولانا صفدر صاحب نے ان پر جرح نقل کی ہے اور جرح کرتے وقت اسی عبارت سے ان کے بارے توثیق کے کلمات ذکر نہیں کیے اور امام ابن قطنؒ نے ان پر جو جرح کی ہے اس کا تعاقب علامہ ابن حجرؒ نے کیا ہے مگر مولانا صاحب نے اس تعاقب کا بھی لحاظ نہیں رکھا۔ نیز جب ان کو خود ضرورت محسوس ہوتی ہے تو محدث ساجیؒ کہتے ہیں اور جب مقصد کے برعکس بات ہو تو حرف گیری سے اجتناب نہیں کرتے۔ (مخلص)

الجواب حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے امام ساجیؒ پر دو لحاظ سے بحث کی ہے ایک یہ کہ ان پر جرح موجود ہے اور دوسری بحث اس لحاظ سے کہ ان کا احناف کے خلاف تعصب واضح ہے اور یہ بحث بھی امام ابو حنیفہؒ کی جانب ایک غلط بات منسوب کرنے کے متعلق ہے اس لیے انکی اس بارہ میں بات کا اعتبار نہیں ہے۔ اثری صاحب کا یہ کہنا کہ علامہ ذہبیؒ کے حوالہ سے ابن قطنؒ کی جرح تو نقل کر دی مگر علامہ ذہبیؒ نے خود جو یہ فرمایا کہ احد الاشبات ما علمت فیہ جرحاً اصلاً اس کو نقل نہیں کیا۔ اثری صاحب حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے علامہ ذہبیؒ کے حوالہ امام ابن قطنؒ کا جو قول نقل کیا ہے وہ میزان الاعتدال میں ہے یا کہ نہیں؟ کیا اس قول میں کمی بیشی کی ہے؟ جس طرح آپ نے عبارات میں کمی بیشی کی قطعاً اس طرح حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے نہیں کیا۔ علامہ ذہبیؒ اپنے علم کی بدولت فرما رہے ہیں کہ میرے

علم کے مطابق اس پر کوئی جرح نہیں اگر فی الواقع اس پر جرح نہ ہوتی تو قطعاً امام ابن قطنؒ کا قول نقل نہ کرتے اور پھر اثری صاحب کا یہ تاثر دینا کہ علامہ ابن حجرؒ نے ابن قطنؒ کا تعاقب کیا ہے مگر حضرت مولانا صاحب نے اس کی پرواہ نہیں کی تو اثری صاحب کا یہ تاثر دینا بھی غلط ہے اس لیے کہ حضرت نے خود لکھا ہے۔ اگر ہم ان کی تضعیف سے صرف نظر بھی کر لیں جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ کی رائے ہے۔ (ملاحظہ ہو لسان المیزان ص ۲۸۸) تب بھی ان کا تعصب خصوصیت سے احناف کے بارے میں ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ (مقام ابی حنیفہ ص ۲۲۳) اثری صاحب لکھتے ہیں رہا تعصب کا الزام تو یحییٰ کوثریؒ کی کورانہ تقلید کا نتیجہ ہے۔ الخ۔

اثری صاحب تعصب اس کو کہتے ہیں جس کا مظاہرہ آپ کر رہے ہیں کہ علامہ کوثریؒ کا نام بھی سلجھے ہوئے انداز میں لینے پر بھی آمادہ نہیں۔ یہ محض ان بزرگوں پر الزام نہیں بلکہ ان کا تعصب بالکل آشکارا ہے جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ آپ جیسا کوئی اثری حقیقت سے آنکھیں بند کر لے تو اس سے حقیقت مرٹ نہیں جاتی۔

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ خود مولانا صاحب کو ضرورت محسوس ہوتی ہے تو محدث ساجیؒ کہتے ہیں اور مقصد کے برعکس بات ہو تو حرف گیری سے اجتناب نہیں کرتے۔ الخ۔ اثری صاحب پہلے یہ بات گزر چکی ہے کہ جس معاملہ میں کسی محدث پر گرفت ہو اسی میں اس کا لحاظ رکھا جاتا ہے باقی معاملات میں اس کا اثر نہیں پڑتا جب وہ ائمہ جرح و تعدیل میں سے ہیں اور وہ جرح تعصب کی بنا پر نہ کریں تو قاعدہ کے مطابق ان کی جرح و تعدیل قابل قبول ہے اور جب نہیں بلکہ کوئی بھی امام تعصب کی بنا پر جرح کرے تو اس کی جرح کا اصول کے مطابق کوئی اعتبار نہیں ہے اس کے لیے آپ اپنے استاد محترم کی خیر الکلام کا سہارا ہی پڑھ لیتے تو آنکھیں کھل جاتیں یہ اصول کی

بات ہے۔ اس کی وجہ سے الزام عائد کرنا کوئی عقل مند ہی نہیں ہے۔

اثری صاحب کا کیا ہوا ترجمہ غلط
ان کی ترجمہ سانی غلط؟

بارے میں جو یہ کہا ہے کہ بعض نے ان کی توثیق کی ہے اور بعض نے ضعیف کی ہے ان کی اس بات سے کوئی آدمی دھوکا نہ کھائے اس لیے کہ امام ساجیؒ کو کسی نے بھی ضعیف نہیں کہا۔ مگر علامہ ابن حجرؒ کی بات نقل کر کے اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

”کہ ابن قطلان کے قول سے کوئی دھوکا نہ کھائے یہ بات انھوں نے بنے بنی کی ہے کہ زکریا ساجیؒ کو کسی نے کبھی ضعیف نہیں کہا“ ص ۵۸

اس ترجمہ سے واضح ہے کہ یہ بات بے حجتی ہے کہ کسی نے کبھی ان کو ضعیف نہیں کہا۔ حالانکہ ترجمانی اس کے برعکس کر رہے ہیں۔ اب اس کا فیصلہ خود کر لیں کہ ترجمہ غلط کیا ہے یا ترجمانی غلط کر رہے ہیں؟ ہم تو صرف یہی کہہ سکتے ہیں کہ علامہ کوثرؒ کی کا نام آجانے کی وجہ سے نہ جانے اثری صاحب کا بلڈ پریشر کس قدر ہائی ہو چکا ہوگا اور پیچھا کس ہمت سے اپنی بات کو مکمل کر کے ہونگے یہ الگ بات ہے کہ صحیح مکمل کی یا غلط۔

تیرھواں الزام
اثری صاحب ص ۵۸ پر امام احمد بن عمر بن جوہار کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ ان کا شمار حفاظ اور مشہور محدثین میں ہوتا ہے مگر

مولانا صفدر صاحب نے ان پر جرح نقل کی ہے اور کہا ہے کہ احمد بن عمر بن جوہار کمزور اور ضعیف ہے۔ اور مولانا صفدر صاحب نے علامہ ذہبیؒ کا کلام نقل کرنے میں انتہائی بدیناتی کا مظاہرہ کیا ہے نیز لیس بالقویٰ کو تسکین القدر میں جرح مبہم کہ اس کا اعتبار نہیں کرتے اور احسن الکلام میں اس کا اعتبار کرتے ہیں۔ نیز امام دارقطنی کا قول ابن جوہار کے بارہ میں ابو عبد الرحمن السلی کے واسطے سے ہے جب کہ مولانا صفدر صاحب نے خود

لکھا ہے کہ وہ صوفیوں کے لیے حدیثیں وضع کیا کرتا تھا اور وہ قابل اعتماد نہیں۔ (مخلص)

الجواب
احمد بن عمر پر جرح کا انکار تو اثری صاحب کے استاد محترم محدث گوندلویؒ بھی نہیں کر سکے انھوں نے بھی لکھ دیا کہ جو جرحیں ذکر ہوئی ہیں ان میں

سے کوئی جرح مفسر نہیں۔ (خیر الکلام ص ۱۱۸) اور محدث گوندلویؒ کا یہ فرمان بھی ہے کہ جرح مبہم کی وجہ سے روایت کا درجہ صحت گر جاتا ہے اس کا حال پہلے گزر چکا ہے۔ وہ مزید لکھتے ہیں اب ظاہر ہے کہ علماء مذکورہ بالا کی توثیق کے بعد جرح مذکور کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا کیونکہ وہ مبہم ہے ہاں اعلیٰ درجہ کا نہیں ہوگا۔ اس کی حدیث شک از کم حسن ہوگی۔ (خیر الکلام ص ۱۱۸) بات واضح ہے کہ جرح مبہم کا اثر ضرور پڑتا ہے اور جب روایات کے تقابل کی صورت ہو تو ان چیزوں کا لحاظ رکھا جاتا ہے اس لیے احسن الکلام میں احمد بن عمر پر اس مبہم جرح کا اعتبار ہوگا کیونکہ اس کی روایات کے مقابلہ میں صحیح روایات موجود ہیں۔

اثری صاحب کا یہ کہنا کہ مولانا صفدر صاحب نے احمد بن عمرؒ کو ضعیف اور کمزور کہا ہے تو اس کے بارے میں عرض ہے کہ جو جرحیں نقل کی گئی ہیں ان کے ہوتے ہوئے وہ اس درجہ کے نہیں کہ ان پر مختلف فیہ باتیں مدار رکھ کر فیصلہ کیا جاسکے۔ امام کچول کا محمودؒ سے سماع ثابت ہے یا نہیں اس بارے میں اختلاف ہے اور سماع ثابت کرنے کا مدار احمد بن عمرؒ پر ہے تو حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے لکھا کہ وہ کمزور ہے اس کی سند کیونکر حجت ہو سکتی ہے۔ اثری صاحب ضعیف اور کمزور کے لفظ سے یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہے ہیں کہ گویا وہ ان کے نزدیک بالکل ماقول الاعتبار ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ ضعیف اور کمزور سے مراد یہ ہے کہ اس پر مدار نہیں رکھا جاسکتا۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح محدث گوندلویؒ عثمان دارمیؒ کا امام ابن مہدیؒ سے سوال نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”میں نے پوچھا آپ کے نزدیک علامہ بن عبد الرحمن اچھا ہے یا سعید؟ تو فرمایا سعید زیادہ ثقہ ہے اور علامہ ضعیف ہے۔ (خیر الکلام ص ۱۱۸)

محدث گوندلوی اس ضعیف کی تعبیر یہ کرتے ہیں یعنی سید حبیب اللہ نہیں۔ یہاں بھی حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے جو فرمایا ہے اس کی مراد یہ ہے کہ وہ اس درجہ کا نہیں کہ اس کی بات اختلاف رکھنے والوں پر حجت بن سکے اور ان کے الفاظ پر غور کرنے والا اس مفہوم کو بخوبی سمجھ سکتا ہے ان کے الفاظ یہ ہیں: "کیونکہ پہلے نقل کیا جا چکا ہے کہ احمد بن عمر بن جوہار کمزور اور ضعیف ہے اس کی سند کو بخوبی حجت ہو سکتی ہے" (احسن الکلام ص ۹۵ طبع سوم)

اثری صاحب بددیانتی کا الزام

اثری صاحب ص ۱۱ پر صفر صاحب کی بددیانتی کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ علامہ ذہبی کا کلام نقل کرنے میں حضرت شیخ الحدیث صاحب نے انتہائی بددیانتی کا مظاہرہ کیا۔ ان کے الفاظ ہیں: الحافظ ابوالحسن صدوق لہ غرائب - (میزان ص ۱۱۵) اندازہ کیجئے کہ صدوق کا لفظ کس طرح شیر مادر مجھ کو مضم کر گئے ہیں۔۔۔۔ الخ۔

الجواب

جو چیز مسلم ہو اس کے ذکر نہ کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس راوی کے صدوق ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ بحث یہ ہے کہ صرف صدوق ہے یا صدوق کے ساتھ اس میں نقص بھی پایا جاتا ہے اگر صدوق ہے اس پر جرح نہ ہو تو اس کو علامہ ابن حجر نے تقریب کے مقدمہ میں چوتھے درجہ میں ذکر کیا ہے اور اگر صدوق ہونے کے ساتھ اس میں نقص پایا جاتا ہے تو اس کو پانچویں درجہ میں ذکر کیا ہے۔ (تقریب ص ۱) احمد بن عمر کا صدوق ہونا مسلم ہے مگر ثابت یہ کرنا ہے کہ صدوق ہونے کے ساتھ لہ غرائب ہے اس لیے اگر حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے صدوق کا لفظ اس کے ساتھ ذکر نہیں کیا تو اتنا براہم ہونے کی ضرورت نہیں۔ اگر اثری صاحب کے ہاں واقعی یہ بددیانتی ہے تو اس کے مرتکب اثری صاحب کے استاد محترم محدث گوندلوی بھی ہیں دو کئی بن ابی اسحاق کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

علامہ ابن حجر کہتے ہیں صدوق ہے۔ تقریب ص ۲۳۔

ابن تقریب کے اس صفحہ میں اس راوی کے ترجمہ کو دیکھیں وہاں الفاظ یہ ہیں:

صدوق ربما اخطأ۔ تو محدث گوندلوی صاحب نے ربما اخطأ کے الفاظ ترک کر دیے اور صرف صدوق لکھ دیا۔

اسی طرح وہ عبد العزیز کے متعلق لکھتے ہیں۔ اسی واسطے حافظ ابن حجر نے اس کے متعلق کہا ہے "صدوق" یہ سچا ہے۔ (تقریب ص ۱۶۲)۔ (یہ حوالہ تقریب ص ۱۶۲ کا ہے شاید غلطی سے ص ۱۶۲ لکھ دیا گیا ہے یا ان کے پاس نسخہ کوئی اور ہو۔ مرتب) اب اس عبد العزیز بن محمد کے ترجمہ کو تقریب سے دیکھیں تو وہاں یہ لکھا ہوا ہے:

صدوق کان یحدث من کتب غیرہ۔ محدث گوندلوی صاحب نے صرف صدوق لکھ دیا اور کان یحدث من کتب غیرہ کو لکھنے کی زحمت گوارا نہیں کی۔

اثری صاحب اگر لہ غرائب کے ساتھ صدوق کا لفظ ذکر نہ کرنا بددیانتی ہے حالانکہ صدوق کے بارے میں اختلاف ہی نہیں تو صدوق کے ساتھ ربما اخطأ اور صدوق کے ساتھ کان یحدث من کتب غیرہ نہ لکھنا تو بدترین قسم کی بددیانتی ہے۔ کیا آپ کلمہ حق بلند کریں گے؟ اور کیا اپنے استاد محترم کے بارے میں بھی کہیں گے کہ وہ بددیانتی کے مرتکب ہوئے ہیں؟ اثری صاحب اگر لہ غرائب کے ساتھ صدوق کو ذکر نہ کر کے بقول آپ کے مولانا صفر صاحب اسکو شیر مادر سمجھ کر مضم کر گئے ہیں تو کیا آپ کے استاد محترم ان الفاظ کو لیے بی ملک سمجھ کر فیڈر میں ڈال کر پڑھا گئے تھے؟

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ سعید بن ابی ہلال کے بارے میں حافظ ابن حزم نے کہا ہے: ليس بالقوي۔ مولانا صفر صاحب فرماتے ہیں یہ جرح مبہم ہے جس کا اعتبار نہیں۔ (تسکین الصدور ص ۲۱۸) مگر یہاں اس کا اعتبار کیوں؟

الجواب تسکین الصدور میں راوی ثقہ ہے اور اس کی روایت کے مقابل روایت بھی نہیں صرف راوی پر اس جرح کی وجہ سے اعتراض ہے تو ایسی حالت میں راوی ثقہ ہو تو جرح مبہم قابل اعتبار نہیں ہوتی جیسا کہ اثری صاحب کے استاد محترم محدث گوندلوی لکھتے ہیں اور مبہم جرح توثیق کے بعد مقبول نہیں ہوتی۔ (خیر الکلام ص ۱۲) اور احسن الکلام میں روایت کے مقابل کی صورت ہے جہاں ترجیح کا عمل ہو گا تو اس کے بارہ میں بھی محدث گوندلوی کو بھی دیکھ لیں وہ کہتے ہیں کہ جرح مبہم کی وجہ سے درجہ اعلیٰ نہیں ہو گا۔ (خیر الکلام ص ۱۲) جب اس سے فرق پڑ جاتا ہے تو اپنے سے اعلیٰ کے مقابلہ میں روایت مہجور ہوگی۔ اس لیے احسن الکلام میں اس کا اعتبار ہے اور تسکین الصدور میں اعتبار نہیں۔ یہ قاعدے اور اثری صاحب کے استاد محترم کے مسلمات کے مطابق بات ہے۔ اثری صاحب خواہ مخواہ خط کا شکار ہو کر اعتراض کر رہے ہیں۔

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ ابن جوصار کے بارہ میں امام دارقطنی کا قول ابو عبد الرحمن المسلمی کے واسطے سے ہے اور مولانا صفدر صاحب نے خود ابو عبد الرحمن المسلمی کو صوفیوں کے لیے حدیثیں وضع کرنے کی وجہ سے ناقابل اعتماد کہا ہے۔ (مخلص)

الجواب اثری صاحب بات کو غلط ملط کرنے کے ماہر ہیں یہاں بھی اپنے ہی فن کا مظاہرہ کر رہے ہیں مگر اثری صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ راوی جب روایت کرتا ہے تو اس کی روایت قابل قبول ہونے اور نہ ہونے کا حکم ائمہ جرح و تعدیل لگاتے ہیں اور جب کسی بات کو ائمہ جرح و تعدیل خود نقل کریں تو وہ بات ان کی تحقیق کے مطابق ہوتی ہے۔ یہاں امام دارقطنی کے قول کو خود علامہ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں نقل کر رہے ہیں۔ اور احادیث کے بارے میں ابو عبد الرحمن المسلمی پر جرح بھی علامہ ذہبی کر رہے ہیں تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ امام دارقطنی

کا قول ان کے نزدیک محقق اور مسلم ہے اسی لیے اس کو نقل کر رہے ہیں۔ اگر ایسی باتیں اثری صاحب کی سمجھ میں نہیں آتیں تو وہ پہلے اپنی سمجھ کا علاج کروائیں اور پھر اعتراض کریں۔

اثری صاحب کا جھوٹ اثری صاحب ص ۱۲ پر لکھتے ہیں کہ حافظ ابو علی کے ہاں جب بعض لوگوں نے ان کی کچھ روایات پر اعتراض کیا اور حافظ ابن جوصار پر ناراضگی کا اظہار کیا تو انھوں نے ان کے شبہات کا ازالہ کرتے ہوئے فرمایا: کان رکنا من ارکان الحدیث هو امام من ائمتہ المسلمین قد جاوز القنطرة (التذکرۃ)۔ الخ۔

جواب اہل علم التذکرہ کی یہ بحث دیکھیں اور اثری صاحب کی عبارت دیکھیں قطعاً ان لوگوں کے جواب میں ان کے الفاظ کان رکنا من ارکان الحدیث کے نہیں بلکہ ان کے جواب میں ان کے الفاظ هو امام من ائمتہ المسلمین قد جاوز القنطرة کے ہیں اور کان رکنا من ارکان الحدیث اس جواب میں نہیں بلکہ وہ الگ ہیں مگر اثری صاحب اس جواب میں ان کو شامل کر کے بددیانتی اور جھوٹ کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔

چودھواں الزام اور بریلویوں کی وکالت اثری صاحب ص ۱۲ پر امام احمد بن صالح المصری کا عنوان قائم کر کے اس کے تحت بریلویوں کی خوب وکالت کر رہے ہیں اور لکھتے ہیں کہ چنانچہ غزوہ خیبر کے موقع پر سورج لوٹنے کی معروف روایت (جو حضرت اسماء سے مروی ہے)۔ الخ۔

اس روایت کو معروف کرنے کی جرات بریلوی حضرات تو نہ کر سکے مگر ان کے وکیل جناب اثری صاحب اس روایت کو معروف کہہ رہے ہیں۔ اسی کو کہتے ہیں

مدعی سست گواہ چشت ۔

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ امام احمد بن صالح کو ثقہ کہا گیا ہے مگر مولانا صفدر صاحب نے قانون الموضوعات کے حوالے سے ان پر جرح نقل کی ہے اور کہا ہے کہ محدثین نے اس میں طعن کیا ہے۔ (دل کا سرور صفحہ ۱۵۹، طبع نعم مکتبہ مرتب)

الجواب

اثری صاحب نے خود قانون الموضوعات کی جو عبارت پیش کی اس کا پہلا جملہ ہی یہ ہے: احمد بن صالح مطعون فیہ اور اثری صاحب نے اس کا ترجمہ کیا ہے یعنی احمد بن صالح میں کلام کیا گیا ہے... الخ۔ جب حضرت شیخ الحدیث دام مجدہم نے قانون الموضوعات کے حوالہ سے جو بات لکھی ہے وہ اس میں موجود ہے اور خود اثری صاحب اس کو نقل بھی کر رہے ہیں تو حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے کیا بددیانتی کی ہے؟ اگر قانون الموضوعات میں یہ بات نہ ہوتی تب تو حضرت کی بددیانتی تھی۔ جب اس میں وہ بات موجود ہے اور اثری صاحب خود نقل بھی کر رہے ہیں تو پھر بھی اگر یہ حضرت کی بددیانتی ہے تو نہ جانے اثری طبقہ کے ہاں دیانت کس چیز کا نام ہے؟ اثری صاحب نے مقدمہ فتح الباری کی عبارت بحوالہ قانون الموضوعات جو لکھی ہے تو اس کے بارہ میں سوال علامہ قسطلانی سے کریں کہ علامہ ابن حجر کے ان الفاظ کے باوجود انہوں نے مطعون فیہ کیوں کہا ہے؟ اس کی وجہ سے حضرت شیخ الحدیث دام مجدہم کو بددیانت کہنا صرف تعصب اور حسد ہے اس کے سوا کچھ نہیں۔

اثری صاحب قانون الموضوعات کی عبارت کا ترجمہ بھی صحیح نہیں غلط ترجمہ کر کے عبارت اور اثری صاحب کا ترجمہ ملاحظہ کریں:

(قانون الموضوعات کی عبارت) (اثری صاحب کا کیا ہوا ترجمہ)
وَقَالَ النَّسَائِيُّ لَيْسَ بِثِقَّةٍ اور امام نسائی نے کہا ہے کہ وہ لیس

ولامامون ونقل عن ابن معين
تکذیبہ وهو وہم منه
فقد قال ابن حبان ان
الذی تکلم فیہ هو غیث ابن
الطبری وهو الاشعری
المشهور بالوضع واما ابن
الطبری فیقارب ابن معین فی
الضبط والافتان۔
ثقة ولامامون: ہیں اور ابن معین
سے ان کی تکذیب نقل کی ہے حالانکہ یہ ان کا
وہم ہے امام ابن حبان نے کہا ہے کہ امام
نسائی نے جس پر جرح کی ہے وہ احمد بن
صالح الاشعری ہے احمد بن صالح بن الطبری
نہیں اور اشعری حدیثیں گھڑنے میں مشہور ہے
اور ابن الطبری توسط و افتان میں امام ابن معین
کے قریب ہے۔

اثری صاحب کا کیا ہوا یہ ترجمہ بالکل غلط ہے۔ اصل ترجمہ یوں ہے:
”اور امام نسائی نے کہا ہے کہ وہ لیس بثقة ولامامون ہیں اور انہوں نے
امام ابن حبان سے ان کی تکذیب نقل کی ہے حالانکہ یہ ان (امام نسائی) کا وہم
ہے۔ امام ابن حبان نے کہا ہے کہ امام ابن معین سے اس کے بارہ میں کلام
کیا ہے وہ احمد بن صالح الطبری نہیں بلکہ وہ الاشعری ہے جو حدیثیں گھڑنے
میں مشہور ہے اور باقی رہا ابن معین وہ توسط و افتان میں امام ابن معین کے
قریب ہے۔“

دونوں ترجموں میں فرق نمایاں ہے اور اصل ترجمہ فی ناہد عاثر ابن حجر کی اس
عبارت سے ہو جاتی ہے جو انہوں نے احمد بن صالح الطبری کے ترجمہ کے تحت
قریب مالا میں تحریر فرمائی ہے۔

اثری صاحب لکھتے ہیں بتلایئے یطعن کیا ہے اور کیسا ہے؟

اثری صاحب اگر عینک اتار کر دیکھیں تو ان کو خود اپنا لکھا ہوا نظر آ
جائے گا کہ امام نسائی نے کہا ہے: لیس بثقة ولامامون علامہ

ابن حبان نے صرف یہ فرمایا ہے کہ امام نسائی نے جو یہ فرمایا کہ امام ابن عیینہ نے ان کی تکذیب کی ہے یہ ان کا وہم ہے یہ بات درست نہیں ہے۔ باقی امام نسائی کا ایسے بشقتہ ولہامون کہنا اپنی جگہ موجود ہے اور پہلے امام احمد بن حنبل وغیرہ کے حوالہ سے یہ بات گزر چکی کہ عقائد اور حلال و حرام کے معاملہ میں ہم روادے پر شدت اختیار کرتے ہیں اور یہ روایت بھی حضور علیہ السلام کو مختار کل ثابت کرنے جیسے باطل عقیدہ کی دلیل کے طور پر پیش کی جا رہی ہے۔

یہاں بھی اثری صاحب قواعد کی نا سمجھی کی بنا پر تضاد بیانی کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ دل کا سرور میں مولانا صفدر صاحب نے احمد بن صالح پر جرح کی ہے، اور الکلام المفید میں ان کی توثیق نقل کی ہے۔

تو اس کا جواب پہلے بھی گزر چکا ہے کہ عقائد اور حلال و حرام کے بارے میں اثر جرح و تعدیل شدت اختیار کرتے ہیں اس لیے دل کا سرور میں ان پر جرح قاعدہ کے مطابق ہے جبکہ الکلام المفید میں جرح ثابت کا یہ راوی ہے وہ روایت حضرات ہماہر کوام کے نظریہ کے مطابق ہے اور اس کے مقابل بھی کوئی ایسی روایت نہیں جو اس درجہ کی ہو اور ترجیح کے عمل کی ضرورت ہو تو قاعدہ کے مطابق وہاں جرح کی ضرورت ہی نہیں۔ خواہ مخواہ اثری صاحب اعتراضات کی پٹاری کھولے بیٹھے ہیں۔

اثری صاحب ۵۵ پر امام داؤد بن ابی ہند کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ یہ صحیح مسلم کے راوی ہیں اور امام احمد نے ان کو ثقہ ثقہ کہا اور یعقوب بن شیبہ نے

ثقتہ ثبت کہا ہے مگر مولانا صفدر صاحب نے ان پر جرح نقل کی ہے۔ (محصلہ) اثری صاحب نے یہاں بھی بریلویوں کی خوب وکالت کی اور مختار کل جیسے باطل عقیدہ کو تقویت پہنچانے کے لیے ان کی پیش کردہ دلیل کو

الجواب

صحیح ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا مگر اثری صاحب نے خود یہ لکھا ہے کہ صرف امام اثرم کی روایت میں امام احمد کا ایک قول یہ ہے کہ وہ کثیر الاضطراب والخلاف ہیں اور علامہ ابن حجر کا تقریب سے قول نقل کیا کہ وہ ثقہ متقن ہیں آخری عمر میں انھیں وہم ہو جاتا تھا۔ اثری صاحب کے اس اعتراف کے باوجود ان کے اعتراض کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے؟ کیونکہ یہ روایت نص قرآنی اور پانچ وقتی نمازوں کو فرض ثابت کرنے والی صحیح احادیث کے برخلاف ہے اور اس سے مختار کل جیسے باطل عقیدہ کو ثابت کیا جا رہا ہے تو ائمہ محدثین کے قواعد کی روشنی میں اس راوی پر کیسے مدار رکھا جاسکتا ہے؟ اور اس جرح کے اعتراف کے باوجود اثری صاحب اس کو صحیح کیسے قرار دے رہے ہیں؟ اور کسی کی نہیں تو کم از کم اپنے استاد محترم محدث گوندلوی کی بات کی لاج ہی رکھ لیجئے وہ صحیح کی تعریف یوں کرتے ہیں:

”محدثین کے ہاں صحیح حدیث وہ ہے جس کے راویوں میں عدالت اور تمام ضبط پایا جائے شرف سے آخر تک کہیں سند کا سلسلہ ٹوٹنے نہ پائے یعنی سند متصل ہو شاذ نہ ہو اس میں کوئی مخفی علت نہ ہو“ (خیر الکلام ص ۳۱)

اب اس روایت میں راوی ایسا ہے جو کثیر الاضطراب والخلاف ہے اور اس کو آخر عمر میں وہم ہو جاتا تھا جو تمام ضبط کی شرط کے منافی ہے تو یہ صحیح بھی نہیں حالانکہ اگر خبر واحد صحیح بھی ہوتی تو اس سے اثبات عقیدہ نہیں ہو سکتا تھا۔ اس بحث میں بھی اثری صاحب تضاد بیانی کا عنوان قائم کر کے اپنا وہی چکر چلانے کی کوشش کر رہے ہیں جس کو بارہا پہلے آ رہا ہے۔

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ دل کا سرور میں داؤد بن ابی ہند پر جرح نقل کی ہے اور احسن الکلام میں ان کی توثیق نقل کی ہے۔ (محصلہ) اس کا جواب واضح ہے کہ دل کا سرور میں معاملہ عقیدہ کا ہے جب کہ احسن الکلام

میں عمل کا ہے اور اس کے مقابل اس درجہ کی روایت بھی نہیں ہے۔ دونوں حکم حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے قاعدہ کے مطابق عمل کیا ہے۔

نیز اثری صاحب لکھتے ہیں کہ دل کا سرور میں مستدرک حاکم کے حوالہ سے جو روایت حضرت سلمان فارسی کی نقل کی گئی اور کہا ہے کہ حاکم اور علامہ ذہبی نے اسے شرط مسلم پر کہا ہے وہ امام داؤد بن ابی ہند سے ہے لہذا یہ صحیح کیسے؟

الجواب یہ روایت نہ تو کسی نص قرآنی کے خلاف ہے اور نہ ہی کسی صحیح حدیث کے اور نہ ہی حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد اس کا درجہ بیان فرمایا ہے: قال الحاكم والذہبی علی شرط مسلم نقل کیا ہے توجہ مسلم میں صحیح اور حسن دونوں قسم کی روایات موجود ہیں تو اس روایت کو بھی حسن درجہ میں مان کر علی شرط مسلم قرار دیا جاسکتا ہے۔ ارباب علم کو تو اس میں کوئی اشکال نہیں۔ اثری صاحب خواہ مخواہ اشکال کریں تو یہ ان کے حسد اور تعصب کے ہاتھوں مجبور ہونے کی واضح علامت ہے۔

سولھواں الزام اور بریلویوں کی وکالت اثری صاحب ص ۸۷ پر امام ابوالاحد الزبیری کا عنوان قائم کر کے اس کے تحت بھی بریلوی حضرات کی خوب وکالت کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ امام ابوالاحد

الزبیری صحاح ستہ کے راوی ہیں مگر مولانا صفدر صاحب نے ان پر جرح نقل کی ہے اور پھر ص ۸۷ پر تضاد بیانی کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے الکلام المفید اور طائفہ منصورہ میں ان کو ثقہ ثبت لکھا ہے۔ (محصّل)

الجواب ازالۃ الريب میں جس روایت پر جرح کی گئی ہے وہ روایت عمدۃ القاری اور تفسیر ابن کثیر وغیرہ کی ہے جس کو اہل بدعت علم غیب ثابت کرنے کے لیے بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے اس

روایت پر جرح نقل کرتے ہوئے امام ابوالاحد الزبیری کے بارہ میں بھی حضرات محدثین کرام کی جرح نقل کی ہے اور جرح کا مقصد حضرات محدثین کرام کا وہ قاعدہ پورا کرنا ہے جو انہوں نے فرمایا کہ عقائد اور علل و حرام کے بارے میں شدت اختیار کی جاتی ہے اور اس جرح سے روایت کا درجہ گر جاتا ہے لہذا یہ جرح بے فائدہ نہیں۔ باقی اثری صاحب کا یہ کہنا کہ وہ شیعوں متقدمین میں سے ہے تو اس بحث کا جواب امام عبدالرزاق کے بارہ میں کی گئی بحث کے ضمنی میں گزر چکا ہے۔

اور الکلام المفید اور طائفہ منصورہ میں جو ان کے بارے میں توثیق کے کلمات نقل کیے ہیں تو طائفہ منصورہ میں تو صرف ان کا ترجمہ نقل کیا ہے اور الکلام المفید میں جس حدیث کے وہ راوی ہیں وہ روایت عمل کے بارہ میں ہے اور اس کے مقابل اس درجہ کی کوئی روایت بھی موجود نہیں اس لیے وہاں جرح نقل کرنے کی چنداں ضرورت نہیں اس لیے حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے کسی قاعدہ کی خلاف ورزی نہیں کی۔

اثری صاحب ص ۸۷ پر امام ہیشتم بن حمید دمشقی کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ یہ حضرات محدثین کے نزدیک ثقہ اور صدوق ہیں مگر مولانا صفدر صاحب نے ان کو تنکلم فیہ راوی کہا ہے۔ (محصّل)

الجواب اثری صاحب نے حضرات محدثین کرام کے قول کو نقل کرنے میں بدنامی سے کام لیا ہے انہوں نے اپنی اس کتاب میں اشارہ دیا ہے کہ ہماری کتاب توضیح الکلام میں اس بحث کو دیکھا جائے اور وہاں انہوں نے تقریب کے حوالہ سے لکھا کہ حافظ ابن حجر کا فیصلہ یہ ہے کہ وہ صدوق ہے۔

توضیح الکلام ص ۳۱۵) حالانکہ حافظ ابن حجر نے صدوق رومی بالقدر فرمایا ہے اور دونوں باتوں میں حافظ ابن حجر کے نزدیک فرق ہے اس لیے کہ وہ مقدم میں صدوق کو چوتھے درجہ میں اور صدوق رومی بالقدر وغیرہ کو پانچویں درجہ میں شمار کرتے

ہیں۔ اور پھر اثری صاحب کا یہ کہنا کہ صرف ان کے معاصر ابو مسر نے ان کو ضعیف کہا ہے تو اس کے بارے میں عرض ہے کہ اگر ان کا یہ کہنا صرف معاصرت کی وجہ سے ہوتا تو حافظ ابن حجر وغیرہ اس پر خاموشی اختیار نہ کرتے۔ اس لیے ان کو مشکلم فیہ راوی کہنے میں کسی قاعدہ کی خلاف ورزی تو نہیں ہوئی البتہ اثری صاحب کو حد کی آگ کے شعلے بلند کرنے کا موقع ضرور مل گیا ہے۔

اٹھارہواں الزام اثری صاحب ص ۸۹ پر محمد بن حمیر الحمصی کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ یہ صحیح بخاری وغیرہ کے راوی ہیں مگر مولانا صفدر صاحب نے ان پر جرح نقل کی ہے۔ (محصّل)

الجواب حضرت شیخ الحدیث صاحب دَامِ مَجْدِهِم نے جس روایت پر جرح نقل کی ہے وہ کتاب القراءۃ وغیرہ کی ہے۔ اثری صاحب لکھتے ہیں کہ امام یعقوب بن سفیان نے لیس بالقوی کہا ہے اور یہ جرح مفسر نہیں ہے اثری صاحب کا یہ کہنا ٹھیک ہے مگر جرح مبہم سے روایت کا درجہ صحت گر جاتا ہے جیسا کہ محدث گوندلوی کے حوالہ سے پہلے گزر چکا ہے۔ اسی طرح اثری صاحب لکھتے ہیں کہ علامہ ذہبی کے یہ کلمات مولانا صفدر صاحب نے نقل کیے کہ صاحب غرائب و افراد میں حالانکہ مولانا صفدر صاحب خود لکھ چکے ہیں کہ صاحب غرائب و افراد ہونا کوئی جرح نہیں ہے۔ اثری صاحب بے شک یہ الفاظ قابل اعتبار جرح کے الفاظ نہیں مگر ترجیح کے موقع پر ان کا لحاظ رکھا جاسکتا ہے۔

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ امام ابو حاتم کے الفاظ مولانا صفدر صاحب نے اپنے نقل نہیں کیے۔ اصل الفاظ ہیں: یکتب حدیثہ ولا یحتج بہ۔ مگر مولانا صفدر صاحب نے صرف ولا یحتج بہ نقل کر دیا اور یکتب حدیثہ کے الفاظ شیر مادر سمجھ کر ہضم کر گئے۔ الخ۔

اثری صاحب سے عرض ہے کہ جب آپ خود لا یحتج بہ کو جرح تسلیم کر رہے ہیں بے شک غیر قادر تسلیم کر رہے ہیں تو اس جرح سے روایت کا درجہ ضرور کم ہو جائے گا اور بحث یکتب حدیثہ میں نہیں بلکہ اس میں ہے کہ کس کی روایت کا درجہ کیا ہے؟

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب لکھتے ہیں فصاعدًا کی زیادت امام اوزاعی اور شعیب سے بھی مروی ہے۔ (کتاب القراءۃ) حالانکہ یہ روایت اسی محمد بن حمیر نے امام اوزاعی اور شعیب سے بیان کی ہے۔ یہاں اس پر خاموشی کیوں؟

اثری صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دَامِ مَجْدِهِم نے اس روایت کو تقویت کے لیے ذکر کیا ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں۔ علاوہ انہیں فصاعدًا کی زیادت امام اوزاعی اور شعیب بن ابی حمزہ سے بھی مروی ہے اور اس جیسی روایت کو تقویت کے لیے لیا جاسکتا ہے۔ اثری صاحب نے خواہ مخواہ دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے اور اپنی جہالت کے ثبوت فراہم کیے ہیں۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَآيٰتٍ لِّاُولٰٓئِیْ الْاَبْصَارِ

ثقة محدثین سے بے خبری کا طعن

اثری صاحب نے ص ۹ پر ثقہ محدثین سے بے خبری کا عنوان قائم کر کے اس بات کو شد و مد سے ذکر کیا ہے کہ مولانا صفدر کو بعض راویوں کا علم نہیں ہے۔ تو عرض ہے کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے کب ہمہ دانی کا دعویٰ کیا ہے؟ اگر بعض رواۃ کا علم ان کو نہیں ہو سکا تو اس میں تعجب اور اعتراض کی کوئی بات ہے؟ ایسا معاملہ تو حضرت محدثین کرام میں ہوتا چلا آ رہا ہے۔ علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں:

جهل جماعة من الحفاظ يعني حفاظ الحديث في ابي جماعة ثبت راويون قوما من الرواة لعدم علمهم به في علم نهو نے کی وجہ سے ان کو ناواقف دہم۔ (تذیب الراوی ص ۳۶) رہی دیا ان کو مجہول قرار دیا۔

اور علامہ ابن حزمؒ جیسے وسیع النظر محدث اگر امام ترمذیؒ کو مجہول کہتے ہیں (تہذیب التہذیب ص ۳۸۹) اور وہ ان کے حالات سے بے خبر تھے۔ اسی طرح محدث مبارکپوری صاحب بھی لکھتے ہیں: قلت اني لمواقف على ترجمة مهمل بن بحر الجندی باوری

ولا على ترجمة عبد الله بن رشيد. (ابکار المنین ص ۱۶) یعنی میں سہل بن بحر اور عبد اللہ بن رشید کے حالات سے واقف نہیں۔ جب حفاظ حدیث کے بعض رواۃ کو نہ جاننے کی وجہ سے ان کے حفاظ ہونے میں کوئی فرق نہیں آتا اور علامہ ابن حزمؒ کے اس قدر جلیل القدر محدث کو نہ جاننے سے ان کی شان میں فرق نہیں آتا اور محدث مبارک پوریؒ کے ان راویوں کے حالات نہ جاننے سے ان

ان کی محدثانہ شان میں فرق نہیں آتا تو یقیناً جانتے حضرت شیخ الحدیث دام مجدہم کو اگر بعض رواۃ کا علم نہیں تو اس سے ان کے چالیس سالہ درس و تدریس میں بھی کوئی فرق نہیں آتا۔ یہ اثری صاحب کی بھنگی آنکھ کا نتیجہ ہے کہ ان کو ان محدثین کی شان میں فرق نظر نہیں آتا مگر حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی شان میں اسی کی وجہ سے فرق نظر آ رہا ہے اور وہ اس کی وجہ سے طعن کر رہے ہیں۔ یہ تو حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی دیانت داری ہے کہ جن راویوں کے بارہ میں ان کو علم نہیں ہو سکا ان کے بارہ میں صاف لکھ دیا کہ ان کے بارہ میں علم نہیں ہو سکا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آج سے تقریباً چالیس، پچاس سال قبل اکثر کتابیں نایاب تھیں اور تلاش بسیار کے باوجود بھی دستیاب نہیں ہوتی تھیں اور اس ہی زمانہ میں حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے اکثر کتابیں لکھی ہیں تو کتابیں میسر نہ آنے کی وجہ سے کسی راوی کے حالات معلوم نہیں ہو سکے یا کسی راوی کے نام یا کنیت میں اگر وہم ہو گیا تو اس میں طعن کی توپ چلانا کسی طرح بھی زیب نہیں دیتا۔

علم حدیث میں فن اسما الرجال سب سے مشکل شعبہ ہے اور بڑے بڑے حضرات کو اس میں دقت اور مشکل پیش آتی رہی ہے۔ خود امام بخاریؒ کے بارہ میں بھی لکھا ہے کہ امام بخاریؒ نے اہل شام سے اکثر روایات ان راویوں سے براہ راست نہیں لیں بلکہ ان کی کتابوں سے لی ہیں اس لیے ان کے راویوں میں کبھی کبھی امام بخاریؒ سے غلطی واقع ہو جاتی ہے۔ ایک ہی راوی کہیں اپنی کنیت اور کہیں اپنے نام سے مذکور ہوتا ہے۔ امام بخاریؒ اس کو دو شخص سمجھ لیتے ہیں۔ (بستان المحدثین ص ۸۷، ص ۸۸)

اور خود اثری صاحب کو بھی اس کا اعتراف ہے کہ راویوں کے ناموں میں شبہ پیدا ہو جانا کوئی بعید بات نہیں۔ چنانچہ وہ اسی کتاب کے ص ۱۹ پر ہی لکھتے ہیں کہ بلاشبہ نام کی تعین میں وہم کا پیش آ جانا مستبعد نہیں۔ ... الخ۔ اس کے باوجود

اثری صاحب نے اس بارہ میں جو طعن و تشنیع کی ہے اس کا مقصد وہ خود ہی بتا سکتے ہیں ہمیں تو سوائے حسد اور سلکی عصبیت کے اور کوئی مقصد نظر نہیں آتا۔

پہلے تو کتابیں نیا یا رقیبیں اب قریب کے سالوں میں سعودیہ، مصر، بیروت اور دمشق وغیرہ کے کثیر مطبع کی وجہ سے کتابوں کی فراوانی ہو گئی ہے اور بیشتر نایاب کتابیں اب میسر ہیں اس لیے کتابوں کی عدم دستیابی کی وجہ سے اگر کسی بات کا علم نہیں ہو سکا تو عقل مند لوگوں کو تو اس میں کوئی عیب نظر نہیں آتا۔ البتہ اثری صاحب اور ان کے طبقہ کا معاملہ جدا ہے۔

اثری صاحب کا نرا انداز

اثری صاحب نے ثقہ محدثین سے لیے خبری کے تحت بعض ایسے راویوں کا ذکر بھی کیا ہے جن کے بارہ میں حضرات محدثین کو ائمہ میں اختلاف ہے کہ راوی کون سا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجد ہم نے اپنی تحقیق کے مطابق جس پہلو کو راجح سمجھا اس کا ذکر کیا اثری صاحب ان کے مخالف پہلو کا لحاظ رکھ کر اس کو بے خبری سے تعبیر کرتے ہیں حالانکہ اس کا بے خبری سے کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ الگ بحث ہے اور پھر اثری صاحب کا اخلاقی فریضہ تھا کہ وہ دلیل کے ساتھ اپنے موقف کو مبرہن کرتے مگر وہ اپنی اس کتاب میں بھی اور اپنی کتاب توضیح الکلام میں بھی کوئی دلیل تو نہ دے سکے اگر مگر کے ساتھ بے نتیجی بحث سے اوراق سیاہ کیے۔ اثری صاحب نے اپنی اس کتاب کے صفحہ ۹۸ میں اس بات پر کہ راوی حمصی ہے یا الرقی المکلائی ہے قرینہ پیش کیا کہ اس راوی سے روایت کرنے والا راوی بھی چونکہ حمصی ہے اس لیے یہ اس بات کا قرینہ ہے کہ وہ حمصی ہے۔ اثری طبقہ کو اثری صاحب کے اس نرالے انداز اور انوکھی تحقیق پر داد دینی چاہیے۔

اثری صاحب کا گلہ | اثری صاحب ص ۹۹ پر اس بات کا گلہ کرتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے محدث مبارک پوری کا شکریہ ادا

نہیں کیا۔ کیونکہ علامہ نبویؒ نے جب لکھا کہ الإنسان کا نام مجھے معلوم نہیں ہو سکا تو اس کے بعد محدث مبارک پوریؒ نے لکھا کہ اس کا نام ضرار بن مرہ تھا اور مولانا صفدر صاحب نے محدث مبارک پوریؒ سے اس نام کو معلوم کر کے لکھا مگر ان کا شکریہ ادا نہیں کیا۔ اور یہ انداز من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ کے زمرہ میں آتا ہے۔ الخ۔

اثری صاحب کیا آپ نے اپنی توضیح الکلام میں محدث گو ندویؒ اور محدث مبارک پوریؒ کا شکریہ ادا کیا ہے جن کی کتابوں سے آپ نے مواد لے کر کتاب لکھی اور ان کے مضامین کا اپنی اثریہ تحقیق میں بیڑا فرق کیا ہے؟ اور کیا آپ نے صاحب آئینہ تسکین الصدور کا شکریہ ادا کیا ہے جن کا مارا ہوا شکار پیش کر کے آپ تیس بار خاں بننے کی کوشش کر رہے ہیں؟ کیا آپ من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ کے زمرہ میں نہیں آتے؟ لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ۔ نیز یہ بات بھی پیش نظر ہے کہ محدث مبارک پوریؒ نے تو صرف نام بتایا ہے جب کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجد ہم نے تہذیب ص ۱۶۶ کے حوالہ سے لکھا ہے تو یہ محدث مبارک پوریؒ کی محنت کو اپنی محنت سمجھنا نہیں بلکہ بذات خود اپنی محنت کا اظہار ہے۔ وَذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ۔ اثری صاحب خواہ مخواہ سچ یا ہوتے ہیں تو ہوتے رہیں۔

اثری صاحب کی تصویر کا دوسرا رخ

اثری صاحب نے مندرجہ تصویر کا دوسرا رخ کا عنوان قائم کر کے اس کے تحت یہ یاد رکھانے کی کوشش کی ہے کہ مولانا صفدر صاحب نے بعض ضعیف راویوں کے ساتھ امام کا لفظ لکھا ہے حالانکہ ان کو امام کہنا درست نہیں۔ انھوں نے غلط استدلال کے حوالے سے لکھا کہ ہشام بن محمد کو مولانا صفدر صاحب امام ہشام لکھا ہے حالانکہ محدثین نے اس کو لیس بشیقہ اور مستوفی الحدیث تک کہا ہے۔ (محصّل)

الجواب امام اور شیخ کا اطلاق ماہر فی الفن پر کیا جاتا ہے۔ اثری صاحب کو خود اعتراف ہے کہ ہشام شہور مورخ ہیں اور حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم نے اس کی بات بھی تاریخی حوالے سے لکھی ہے اور تاریخ کا وہ امام ہے۔ اگر حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم نے اس کی بات حدیث کے بارے میں لکھی ہوتی تب تو اس کا متروک الحدیث اور لیس بشیقہ ہونے کی وجہ سے اعتراض ہو سکتا تھا جب حدیث کے بارے میں بحث نہیں تاریخی واقعہ کے متعلق ہے جس کا وہ امام ہے تو اس کو امام کہنے میں کیا حرج ہے؟ اثری صاحب بات کو غلط ملط کر کے پھر میں ان چاہتے ہیں۔

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ قرہ بن عبد الرحمن کو مولانا صفدر صاحب نے امام قرہ کہا ہے حالانکہ بعض محدثین نے اس پر جرح بھی کی ہے اور امام احمد نے اس کو منکر الحدیث کہا ہے۔ (محصّل)

اثری صاحب نے خود اعتراف کر کے کہ وہ سنن اربعہ کے راوی ہیں اور امام مسلم نے بھی قردنا ان سے روایت لی ہے، اپنے اعتراض کا جواب

دے دیا ہے۔ جب وہ سنن اربعہ اور سلم کے راوی ہیں تو امام کہنے میں کیا حرج ہے؟

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ ابو جعفر عیسیٰ بن ہامان پر مولانا صفدر صاحب نے جرح بھی نقل کی ہے اور ان کو امام عیسیٰ بھی کہا ہے۔ (محصّل)

الجواب اثری صاحب نے یہاں بھی اپنے ہاتھ کی صفائی کا مظاہرہ کیا ہے وہ یقیناً اس بات کو جانتے ہوں گے کہ کسی راوی پر حدیث کا مدار رکھ کر اس بارہ میں بحث کرنا اور شعبہ ہے اور احادیث کو بیان کرنا اور پڑھنا پڑھانا اور شعبہ ہے۔ ان پر جو جرح نقل کی گئی ہے وہ حدیث کے راوی اور ان کے سند میں آجانے کے لحاظ سے ہے اور احادیث اور فقر کے ساتھ مشغول ہونے کی وجہ سے وہ اس بارہ میں امام ہیں اسی لیے باحوالہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم نے نقل کیا کہ وہ حدیث اور فقر میں اہل ری کے امام تھے۔ (ملاحظہ ہو منقلاً ابی حنیفہ صلی اللہ علیہ وسلم)۔ اثری صاحب نے خواہ مخواہ بات کو غلط ملط کر کے شکوک و شبہات پیدا کرنے کے لیے زور صرف کیا ہے مگر حق شبہات کے پردوں کو بھاڑ کر بھی اپنے آپ کو ظاہر کر دیتا ہے۔

اثری صاحب مندرجہ پر لکھتے ہیں کہ عبد الرحمن بن الحنفی المدنی کو مولانا صفدر صاحب نے امام کہا ہے حالانکہ وہ قدری فرقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ (صدق رومی بالقدر) اہل علم ایمان داری سے بتلائیں کیا وہ حقیقتاً امام اور جلیل القدر ائمہ و حفاظ میں شمار ہوتے ہیں؟ یقیناً نہیں۔

الجواب رومی بالقدر کی وجہ سے امام کہنا درست ہے یا نہیں؟ اثری صاحب کے استاد محترم محدث گوندلوی سے ہی پوچھ لیں وہ خود حضرت قتادہ کو امام قتادہ لکھتے ہیں۔ (خیر الکلام ص ۵۲) حالانکہ وہ بھی رومی بالقدر ہیں۔

(میزان الاعتدال ص ۳۸۵) اثری صاحب صرف چکر ڈالنے کے لیے یہ اعتراض کر رہے ہیں حالانکہ وہ خود محدث عبد الرزاق کو امام عبد الرزاق لکھتے ہیں۔ (توضیح الکلام ص ۳۳)

حالات ان میں تشیع تھا۔ (بتان المحدثین ص ۱۲۷)

اثری صاحب ص ۱۰۳ پر حسن بن زیاد کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ ان پر محدثین کو ام نے جرح کی ہے مگر مولانا صفدر صاحب ان کو امام حسن بن زیاد لکھتے ہیں۔ (محصلہ)

اثری صاحب نے امام حسن بن زیاد کے بارہ میں متشددین کی جتنی جرحیں ہو سکتی تھیں نقل کر کے اپنے من کی آگ کو ٹھنڈا کیا ہے اور جو المیزان الاعتدال اور لسان المیزان وغیرہ کا دیا ہے مگر افسوس صد افسوس کہ اثری صاحب نے میزان الاعتدال کی جرحیں تو نقل کر دیں مگر امام ذہبی کا یہ فرمان وکان رأساً فی الفقه (میزان الاعتدال ص ۱۹۹) نقل نہیں کیا۔ اسی طرح لسان المیزان سے جرح تو نقل کر دی مگر علامہ ابن حجر کا یہ فرمان نقل کرنے کی زحمت گوارا نہیں کی۔

قلت ومع ذلك كله اخرج له ابو داود في مستخرجيه والحاكم في المستدرک (لسان المیزان ص ۱۹۹) اپنی مستدرک میں اس کی روایت لی ہے۔

جب امام حسن بن زیاد رأساً فی الفقہ ہیں اور اس پایہ کے ہیں کہ ان کی روایات مستدرک اور صحیح ابوعوانہ میں لی گئی ہیں تو ان کو امام کہنے میں کیا حرج ہے؟ اثری صاحب کی آگ بھڑکتی ہے تو ان کو کوئی کامل مرشد بچہ کو اپنے دل کا علاج کرنا چاہیے۔

اثری صاحب نے ص ۱۰۳ پر لکھا کہ مولانا صفدر صاحب نے موفق کو امام صدر الامر کہا حالانکہ محدثین نے ان کی روایات کو مجہول اور بعض کو موضوع وغیرہ قرار دیا ہے، اور علامہ ابن تیمیہ اور شاہ عبدالعزیز صاحب کا حوالہ نقل کیا ہے کہ حدیث کے معاملہ میں موفق پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ (محصلہ)

اثری صاحب اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ بعض پرانے علماء کے جواب ناموں کے ساتھ شمس الامر اور صدر الامر وغیرہ منقول ہے اگر اسی کے

مطابق امام موفق کو امام صدر الامر لکھ دیا ہے تو کونسی حرج کی بات ہے علامہ ابن تیمیہ اور شاہ عبدالعزیز صاحب کا حوالہ اپنی جگہ درست ہے مگر اثری صاحب اس سے جو مطلب لے رہے ہیں وہ قطعاً درست نہیں۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب دمام مجید نے اس کی بیان کردہ حدیث پیش نہیں کی کہ علامہ ابن تیمیہ کی بات نقل کرنے کی ضرورت ہوتی اور نہ اس کی ایسی مروی روایت پیش کی ہے جس سے کوئی فقہی حکم اخذ کیا جاتا ہو کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کے حوالہ کی ضرورت ہوتی۔ علامہ ابن تیمیہ کا فرمان ہے کہ حدیث کے معاملہ میں اس پر مدار نہیں رکھا جاسکتا، اور شاہ عبدالعزیز کا فرمان ہے کہ فقہائے اہل سنت اس کی مرویات سے حجت نہیں پکڑتے حضرت شیخ الحدیث صاحب دمام مجید نے مناقب اور تاریخی حوالہ سے اس کے اقوال نقل کیے ہیں جس میں کوئی حرج نہیں۔ اثری صاحب کے پیٹ میں مروی جس بات کی وجہ سے اٹھا اس کا انہار وہ مجبوراً کر ہی گئے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں: مگر افسوس کہ اسی شخص نے امام صاحب کے مناقب لکھ کر حنفی حضرات کی ہمدردیاں حاصل کیں اور انھوں نے اسے امام صدر الامر بنا ڈالا۔ (مصلح)

راویوں کی توثیق و تضعیف میں تضاد الزامات

اثری صاحب نے ملے پر راویوں کی توثیق و تضعیف میں تضاد کا عنوان قائم کر کے یہ ناثر دیا ہے کہ مولانا صفدر صاحب کسی جگہ ایک راوی کو ثقہ کہتے ہیں اور دوسری جگہ اس کو ضعیف کہتے ہیں۔ (محصلہ)

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے دل کا مرنے پر الزام میں ابوالصہبار کے بارہ میں لکھا ہے کہ وہ بخاری کا راوی تو

نہیں لیکن صحیح مسلم (۴/۴۸۸) میں ان سے روایات موجود ہیں اور ابن حبان وغیرہ سے اس کی توثیق نقل کی ہے۔ اور عمدۃ الاثبات میں لکھا کہ ابوالصہبار مسلم کی روایت میں راوی نہیں بلکہ صرف سائل ہے اور امام نسائی وغیرہ سے اس کی تضعیف نقل کی۔ (محصلہ)

الجواب اثری صاحب نے دل کا سرور کی عبارت نقل کرنے میں انتہائی دہل کا مظاہرہ کیا ہے وہ لکھتے ہیں لیکن صحیح مسلم (۴/۴۸۸) میں ان سے روایات موجود ہیں حالانکہ دل کا سرور کی اصل عبارت ہے: لیکن صحیح مسلم (۴/۴۸۸) میں انکی روایت موجود ہے ان سے روایات اور ان کی روایت میں شاید اثری صاحب اور انکے طبقہ کے نزدیک فرق نہ ہو مگر حقیقت سے آشنا لوگوں کے ہاں فرق بالکل ظاہر ہے انکی روایت کا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان سے روایت اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایسی روایت جس میں ان کا ذکر ہو اور مراد کامتین کرنا متکلم کا کام ہوتا ہے جب متکلم خود اپنی کلام کی مزامتین کر رہا ہو تو کسی دوسرے کو دخل اندازی کا حق نہیں ہوتا۔ ان کی روایت کے الفاظ دل کا سرور میں ہیں اور جب دوسری جگہ اسی واقعہ کا ذکر آیا تو مزامتین کر دی کہ ان سے روایت تو نہیں البتہ ایسی روایت ہے جس میں ان کا ذکر ہے۔ ان کی روایت سے ان سے روایات بنا دینا اثری صاحب کے ہاتھ کی کرشمہ سازی ہے۔

نیز دل کا سرور میں مذکورہ روایت ادعیہ سے متعلق ہے جہاں جرح میں شدت نہیں کی جاتی جبکہ عمدۃ الاثبات میں مذکورہ روایت ایسے مسئلے سے متعلق ہے جس میں حلت و حرمت ہے اس لیے وہاں جرح میں شدت کا لحاظ ہے۔ دونوں جگہوں میں حضرات محدثین کو ائمہ کے قاعدہ کے مطابق عمل ہے۔

اثری صاحب کا یہ کہنا کہ ابوالصہبار جب راوی نہیں تو پھر اس پر جرح اور

کلام چہ معنی دارد ؟

تو اس کے بارہ میں عرض ہے کہ اس پر جرح اس لیے نقل کی گئی کہ میں کوئی اثری یہ نہ کہنے لگ جائے کہ جب ابوالصہبار صیبا آدمی یہ کہہ رہا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ابتدائی دور میں تین طلاقیں کو ایک ہی کہا جاتا تھا تو یہ تین طلاقیں کو ایک قرار دینے والوں کے لیے حجت قاطعہ ہے تو حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجد ہم نے واضح کر دیا کہ یہ شخصیت ایسی نہیں کہ اس کی بات کو کسی صحابی کے مقابل تسلیم کیا جاسکے کیونکہ وہ صحابی نہیں اور نہ ہی وہ ایسی متفقہ شخصیت ہیں کہ ان پر مدار رکھا جاسکے اس لیے جرح کی ضرورت تھی اور اسی ضرورت کی وجہ سے جرح نقل کی گئی ہے۔ اگر اثری صاحب بند آنکھوں کو کھولنا پسند کریں تو یہ ضرورت ان کو ضرور نظر آجائے گی۔

دوسرا الزام اثری صاحب ص ۱۰ پر شریک بن عبداللہ قاضی کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے اپنی تائید میں ان کی روایت پر ان کے بارے میں الحافظ وغیرہ کے الفاظ نقل کیے ہیں اور جب ان کی روایت مولانا صفدر صاحب کے خلاف آئی تو ان پر سخت سے سخت جرح بھی نقل کر دی۔ (محصلہ)

الجواب اثری صاحب کے ہوش تو گم ہوئے ہی تھے، سر فراز دشمنی میں ان کی آنکھیں بھی بند ہو گئیں۔ اپنی تائید میں حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجد ہم نے جو روایت پیش کی ہے اس کے بارہ میں واضح طور پر لکھا ہے کہ ہم نے شریک کو صرف متابع کے طور پر پیش کیا ہے۔ استدلال حضرت امام سفیان ثوریؒ سے ہے جو ثقہ اور ثبت تھے۔ (احسن الکلام ص ۳۱۹ طبع سوم) تعجب کی بات ہے کہ اسی عبارت کے بعد ترجمان الحدیث "ماہ جولائی ۱۹۷۳ء" کی بددیانتی کا بھی اظہار کیا گیا ہے اس کے باوجود اثری صاحب فریب دینے کی کوشش میں ہیں تو خدا ہی حافظ۔

تیسرا الزام اثری صاحب ص ۱۵۸ پر عبد اللہ بن لہیعہ کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے خزان السنن میں ایک جگہ لکھا ہے،

اس کی سند میں عبد اللہ بن لہیعہ آتا ہے جس کے متعلق ترمذی میں لکھا ہے ضعیف عند اہل الحدیث۔ اور دوسری جگہ اس کی روایت کو قبول کیا ہے اور اس روایت کی سند کو حسن قرار دیا ہے بلکہ یہ کہہ کر کہ امام حاکم اور امام ذہبی نے اس پر سکوت اختیار کیا ہے اس کی صحت کو تسلیم کیا ہے۔ اس لیے کہ وہ خزان السنن

ہی میں ایک مقام پر لکھتے ہیں حاکم اور ذہبی دونوں سکوت کر کے اسکی صحت تسلیم کرتے ہیں۔

الجواب اثری صاحب تجاہل عارفانہ سے کام لے رہے ہیں ورنہ کم از کم اتنی بات تو جانتے ہی ہونگے کسی اور سے نہیں تو اپنے استاد محترم محدث گوندلوی کی

غیر الکلام کے مطالعہ سے ہی جان چکے ہونگے کہ ضعیف عند اہل الحدیث میں ضعف کا درجہ تین نہیں ہے کہ کس درجہ کا ضعیف ہے؟ اور اعلیٰ درجہ سے ضعیف کی روایت حسن ہو سکتی ہے۔ پہلے غیر الکلام کے حوالہ سے یہ بات گزر چکی ہے۔ دونوں باتوں میں اثری صاحب کو کیا تضاد نظر آیا ہے؟ حیرانگی کی بات ہے کہ اثری صاحب خود تسلیم کرتے ہیں کہ راوی مشکل فیہ ہے اور پھر اعتراض بھی کرتے ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں بلاخبر بہت سے محدثین نے

اس پر جرح کی ہے مگر توثیق کرنے والوں میں امام مالک، امام احمد، عبد اللہ بن وہب، احمد بن صالح اور ابن عدی شامل ہیں جیسا کہ تہذیب اور میزان الاعتدال میں ہے۔ الخ (توضیح الکلام ص ۱۹) اور مختلف فیہ کی روایت حسن درجہ کی ہوتی ہے جیسا کہ غیر الکلام کے حوالہ سے پہلے گزر چکا ہے اور یہی بات حضرت شیخ الحدیث صاحب نے فرمائی ہے

اور وہ یعنی ابن لہیعہ حسن الحدیث ہے۔ (خزان السنن ص ۳۸۵) پھر یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ جہاں اسکی روایت کو پیش کیا ہے وہ مسئلہ دعا سے متعلق ہے جس جیسے موقع پھر حضرت محدثین کرامؒ رواۃ پر شدت نہیں کرتے جب کہ وہ جگہ جہاں اس کو ضعیف کہا ہے وہ وضو کی فرضیت کے ابتداء کے بارہ میں ہے کہ فرضیت کب ہوئی؟ جن حضرات

نے کہا کہ یہ ابتداء اسلام ہی میں فرض تھا تو انہوں نے جو دلیل دی اس دلیل میں راوی ابن لہیعہ ہے تو امام ترمذی کا قول نقل کیا کہ وہ محدثین کے ہاں ضعیف ہے یعنی اس پر مدار نہیں رکھا جاسکتا۔

چوتھا الزام اثری صاحب ص ۱۰۹ پر اسامہ بن زید کا عنوان قائم کر کے اس کے تحت لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے اسامہ بن زید

کے بارہ میں احسن الکلام میں جرح نقل کی ہے اور مسئلہ قربانی میں بھی جرح نقل کی ہے اور یہاں تک لکھ دیا ہے کہ تعجب ہے کہ امام بیہقی بن سعید العقیان اور امام بخاری جیسے امام اس کو اس حدیث کی وجہ سے مطلقاً قابل ترک سمجھتے ہیں اور مولانا محمد اسماعیل صاحب حافظ ابن القیم کی تقلید کرتے ہوئے اس سے استدلال کرتے ہیں اور دوسری طرف حکم الذکر بالجرح اور اخفاء الذکر میں اسامہ بن زید کی مروی روایت استدلال کیا ہے۔ (مخلص)

الجواب حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے احسن الکلام میں اسامہ بن زید کو ضعیف کہا ہے اور جس درجہ کا ضعیف کہا ہے دوسری کتابوں

میں قطعاً اس کی مخالفت نہیں کی۔ اپنی تائید میں حکم الذکر بالجرح میں جو روایت پیش کی اس کے بارہ میں بھی اخفاء الذکر ص ۱۱ میں وضاحت کر دی کہ اس روایت میں کذاب راوی کوئی نہیں ہے۔ مختلف فیہ راوی قابل برداشت ہوتا ہے اور اس کی حدیث حسن درجہ سے کم نہیں ہوتی۔ الخ۔ اور یہی نظریہ اثری صاحب کے استاد محترم محدث گوندلوی نے غیر الکلام ص ۱۲۴ میں بیان کیا ہے۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے مسئلہ قربانی میں لکھا کہ جب اسامہ بن زید کی روایت ایام منیٰ کا لہا منحر امام بخاری کو پہنچی تو اس روایت کی وجہ سے انہوں نے اس کی دیگر روایات کو بھی ترک کر دیا۔ تو حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے لکھا کہ تعجب ہے کہ جس روایت کی وجہ سے امام بخاری جیسے

اہم اس کی روایات کو ترک کر رہے ہیں۔ اسی روایت سے مولانا محمد اسماعیل صاحب حافظ ابن القیم کی تقلید کرتے ہوئے استدلال کرتے ہیں۔ (مسئلہ قربانی ص ۳) اور یہ بات ہے بھی قابل تعجب۔ مگر اثری صاحب تصدیب کی پٹی آنکھوں پر باندھ کر سر پٹ دوڑنے کی کوشش میں جا بجا منہ کے بل گرتے ٹھوکریں کھاتے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سنبھلنے کی توفیق دے۔

نیز اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے ازالۃ الريب میں بھی اسامہ بن زید کی روایت استدلال میں پیش کی ہے تو اس کے بارہ میں عرض ہے کہ عقیدہ اور نظریہ کے لیے جو روایت ابو داؤد ص ۱۴۴ وغیرہ کے حوالہ سے ازالۃ الريب پر پیش کی ہے، اس میں قطعاً اسامہ بن زید نہیں ہے اور آگے ص ۸۱ میں جو روایت کا حصہ ذکر کیا ہے تو وہ صرف بریلوی مفتی صاحب کے اس نظریہ کے جواب میں ہے کہ قضیہ شریطہ میں مقدم کا صدق ضروری نہیں ہے تو اس کے جواب میں حضرت شیخ الحدیث صاحب داعم مجد ہم نے فرمایا کہ یہ عقلاً اور نقلاً دونوں لحاظ سے غلط ہے نقلاً اس لیے کہ اس حدیث کے دوسرے سیاق میں یوں آتا ہے... الخ۔ اور یہ روایت اتنی ضعیف بھی نہیں کہ منطقی نظریہ کو اس پر فوقیت دے دی جائے۔ روایت کا یہ حصہ بریلوی مفتی صاحب کے منطقی من گھڑت نظریہ کے جواب میں ہے مگر اثری صاحب بریلوی حضرات کی وکالت کرتے ہوئے یہ چکر دینے کی کوشش کر رہے ہیں کہ عقیدہ کے لیے جو روایت پیش کی ہے وہ یہی روایت ہے حالانکہ ایسا قطعاً نہیں ہے۔

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ خزائن السنن ص ۵۵ میں ابو داؤد کے حوالہ سے مولانا صفدر صاحب نے ایک روایت نقل کی اور العرف الشذی سے نقل کیا کہ اس کی سند قوی ہے حالانکہ اس روایت میں بھی اسامہ بن زید ہے۔ یہاں اسے

کیوں قوی تسلیم کیا گیا؟ جواب صاف ہے کہ یہ ان کے مسلک کی بویہ ہے۔ (محصلاً ص ۱۱۲) اس کے بارہ میں عرض ہے کہ جواب یہ نہیں کہ یہ ان کے مسلک کی بویہ ہے بلکہ صاف جواب یہ ہے کہ اس باب میں اس درجہ کی کوئی اور روایت نہیں اور اس باب کی دیگر روایات کی بہ نسبت اس کی سند قوی ہے اور اس کی مثالیں حدیث کی کتابوں میں بکثرت موجود ہیں۔

پانچواں الزام اثری صاحب ص ۱۱۲ پر عیسیٰ بن جاریہ کا عنوان قائم کر کے لکھتے کہ مولانا صفدر صاحب نے عیسیٰ بن جاریہ پر جرح نقل کی ہے حالانکہ میزان الاعتدال میں اس کی روایت کے بعد علامہ ذہبی نے کہا اسنادہ وسط۔ اور خود مولانا صفدر صاحب نے ایک مقام میں لکھا ہے کہ حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ جب میں قلت هو وسط کہوں تو وہ راوی درمیانے درجہ کا ہوتا ہے جس کی حدیث حسن درجہ سے کم نہیں ہوتی۔ لہذا یہ روایت حسن کیوں نہیں؟ اس کے راوی درمیانہ درجہ کے کیوں نہیں؟ (محصلاً)

الجواب اثری صاحب پر احناف دشمنی کا نشہ اس قدر چڑھا ہوا ہے کہ ان کا شمار کم ہوتا ہی نہیں کہ کسی بات کو معقول انداز میں سمجھ سکیں یا کر سکیں۔ ارباب علم غور فرمائیں کہ اثری صاحب الفاظ نقل کر رہے ہیں؟ اسنادہ وسط کا علامہ ذہبی کے اور اصطلاح بیان کر رہے ہیں علامہ ابن حجر کی کہ میں جب کہوں ہو وسط تو حدیث حسن درجہ سے کم نہیں ہوگی۔ اور دونوں کو جوڑ کر اپنا مٹھونی نسخہ اثری صاحب تیار کر رہے ہیں اور طعن دے رہے ہیں کہ اس نسخہ کو کیوں استعمال نہیں کیا گیا؟

اثری صاحب فی نسخہ آپ جیسا کوئی بخاری حالت والا تو استعمال کر سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ہوش و حواس دیئے ہیں اس سے اس کی توقع نہ رکھیں۔

چھٹا الزام اثری صاحب رحمہ اللہ پر محمد بن اسحق کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ محمد بن اسحق کو جمہور محدثین اور اکثر ائمہ فہم نے ثقہ کہا ہے

جس کی تفصیل تحصیل حاصل ہے مگر مولانا مہدر صاحب جو شش جذبات میں فرماتے ہیں کہ ۹۵ فیصد محدثین نے ان پر کلام کیا ہے اور اس کی روایات کا وجود و عدم برابر ہے مگر خود اپنی تائید میں ایسی روایات لی ہیں جن میں محمد بن اسحق (روی) (محصل) حضرت شیخ الحدیث صاحب دام محمد بن اسحق کی پوری عبارت اگر اثری صاحب **الجواب** نقل کر دیتے تو قارئین کو ام کے سامنے ان کے اعتراض کی حیثیت واضح ہو جاتی۔ پوری عبارت اس طرح ہے :

پہلا جواب : محمد بن اسحق کو گو تاریخ اور مغازی کا امام سمجھا جاتا ہے لیکن محدثین اور ارباب جرح و تعدیل کا تقریباً پچانوے فیصدی گروہ اس بات پر متفق ہے کہ روایت حدیث میں اور خاص طور پر سنن اور احکام میں ان کی روایت کسی طرح بھی حجت نہیں ہو سکتی اور اس لحاظ سے ان کی روایت کا وجود اور عدم بالکل برابر ہے۔ (اس کلام پر طبع موم) عبارت سے واضح ہے کہ تاریخ اور مغازی میں ان کی حیثیت اور ہے اور روایت حدیث بالخصوص سنن اور احکام کی روایات میں ان کی حیثیت اور ہے۔ اب جن روایات کو لے کر اثری صاحب نے اعتراض کیا ہے ان میں پہلی روایت بحوالہ تسکین الصدوق نقل کی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد حضور علیہ السلام کی قبر پر حاضر ہو کر سلام کہیں گے۔ یہ روایت سنن و احکام سے متعلق نہیں اور پھر حضرت شیخ الحدیث صاحب دام محمد بن اسحق نے یہ بھی فرمایا کہ بطور شاہد پیش کی جا رہی ہے۔ اصل استدلال پہلے پیش کر دیا جائے۔ باقی رہا یہ کہ بطور شاہد اس کی روایت کیوں پیش کی؟ تو عرض ہے کہ راوی کو جس معاملہ میں ترک کیا جاتا ہے اسی معاملہ میں متروک ہوتا ہے اور اسی معاملہ میں اس کی روایت اصالتاً اور متابعتاً قبول نہیں ہوتی۔ سنن و احکام کے علاوہ مغازی وغیرہ

میں تو محمد بن اسحق کی اپنی روایت کا اعتبار ہے تو اس کی روایت کو بطور شاہد پیش کرنے میں کیا حرج ہے؟

اور دوسری روایت جو اثری صاحب نے ص ۱۱۶ پر پیش کی وہ سماع موتی سے لی ہے، وہ روایت تو ہے ہی مغازی کے باب سے۔

اور تیسری روایت جس کا حوالہ دیا کہ ہم نے توضیح الکلام میں ذکر کی ہے وہ زکوٰۃ کی فرضیت کی ابتداء کے بارہ میں ہے کہ کب ہوئی؟ اور یہ تاریخ سے متعلق ہے۔

اور چوتھی روایت فضیلت مسواک سے متعلق ہے، احکام سے متعلق نہیں۔

اور پانچویں روایت مسواک کے موقع کے متعلق ہے کہ اس کا موقع وضو کے ساتھ ہے یا نماز کے ساتھ۔

اور چھٹی روایت میں حضرت بلالؓ کے فخر کی اذان کے وقت کے متعلق ہے اس کا تعلق بھی تاریخ سے ہے۔

ساتویں روایت میں ایک واقعہ کا ذکر ہے کہ ایک صحابی اپنے گھر میں نماز پڑھ چکا تھا اور بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا انھوں نے نماز پڑھی تو وہ شریک نہ ہوا تو بعد میں آپ نے اس سے پوچھ گچھ فرمائی۔ واقعہ کو بطور تائید محمد بن اسحق کی روایت سے لینے میں کون سا حرج ہے؟

آٹھویں روایت بھی واقعہ سے متعلق ہے۔

نویں روایت بھی واقعہ سے متعلق ہے اور اس میں حضرت شیخ الحدیث صاحب دام محمد بن اسحق نے فرمایا ہے کہ یہ روایت متابع اور شاہد کے طور پر ہے۔

اور دسویں روایت بھی ایک واقعہ سے متعلق ہے۔ ان روایات میں سے کوئی بھی حلال و حرام، سنن و احکام میں سے نہیں۔ اثری صاحب نے خواہ مخواہ فضول و اوراق سیاہ کر کے کتاب کا حجم بڑھایا ہے۔

متکلم فیہ واق کے بارہ میں ضروری بحث

اثری صاحب نے اس بات کو بڑے شد و مد سے بیان کیا ہے کہ حضرت مولانا صفدر صاحب راوی پر جرح کرتے ہیں اور پھر خود اس سے استدلال بھی کرتے ہیں۔ مگر حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی کتابوں کا مطالعہ کرنے کے بعد متکلم فیہ راویوں کے بارہ میں جو نظریہ واضح ہوا وہ یہ ہے کہ غیر مقلدین علماء اور ان کی غالی اور متعصب جماعت کے دعوے انتہائی ناروا اور سخت ہیں مثلاً یہ کہ احناف گمراہ ہیں اور فی النار والتقر ہیں اور ان کی نمازیں بے کار، باطل اور کالعدم ہیں وغیرہ وغیرہ تو ان کے لیے ضروری تھا کہ ان بے بنیاد دعاوی کے اثبات کے لیے قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت دلائل اور براہین پیش کرتے جس سے وہ کلیتہً عاجز اور سراسر قاصر ہیں ان کا فریضہ تھا کہ اگر احادیث اپنے نظریہ پر پیش کرتے تو ایسی حدیث پیش کرتے کہ ان کی اسانید میں کسی راوی پر کسی کی کوئی جرح نہ ہوتی اور وہ راوی بالاتفاق ثقہ اور ثبوت ہوتے مگر یہ ان کے بس کار و گنہیں اور ظاہر بات ہے کہ کذاب اور دجال قسم کے راویوں سے ایسے دعوے تو ہرگز ثابت نہیں ہو سکتے اور ایسے راویوں پر جتنی بھی جرح نقل کی جائے بالکل کم ہے کیونکہ اس سے غلط اور باطل مطلب برآری کی جاتی ہے۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے نہ تو کوئی سخت اور غالبانہ دعویٰ کیا ہے اور نہ ایسے روایات سے استدلال کیا ہے بلکہ بعض مقامات میں اختلافی اور فروعی مسائل میں بعض متکلم فیہ راویوں کی روایات لی ہیں یا بطور تائید اور شاہد ان کی روایات کو نقل کیا ہے۔ اس بات کو غیر مقلد علماء اور ان کی جماعت بالکل ڈکارے بغیر ہضم کر جاتی ہے۔

اگر غیر مقلدین اپنے غالبانہ دعاوی کے اثبات سے عاجز ہیں اور یقیناً عاجز ہیں تو ان دعاوی سے درست بردار ہو جاتے اور اگر وہ ان غالبانہ دعاوی سے متفق نہیں تو غالیوں سے کلی طور پر بیزاری کا اعلان کرتے اور ان پر لعنت بھیجتے کہ ہم غالیوں کے بیزار ہیں اور ان پر لعنت بھیجتے ہیں مگر اس کی توفیق بھی ان غیر نصیب نہیں ہوئی۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے احسن الکلام ص ۲۲ میں علامہ ذہبی، حافظ ابن حجرؒ اور قاضی شوکانیؒ وغیرہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ حلال و حرام اور احکام کی روایات میں محدثین اسلحہ تحت نہیں۔ (محصلہ) اور امت کی اکثریت کے صحیح عمل کو باطل اور کالعدم قرار دینے اور زمین کے احناف کو چیلنج کرنے سے بڑا ظالمانہ اور باطل حکم اور کیا ہو سکتا ہے؟ تو ایسے حکم کے اثبات کے لیے ایسے راوی پر یا اس جیسے اور راویوں پر جرح و تنقید عین انصاف اور ائمہ محدثین کے قواعد کے مطابق اور حق ہے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے اسی اعتراض کا ذکر جب محدثین اسلحہ ثقہ نہیں تو احناف اذان قطع سرقہ اور جمیل افطار وغیرہ میں اس کی روایتوں سے احتجاج کیوں کرتے ہیں؟ احسن الکلام ص ۸۵ میں جواب دیا ہے کہ علماء احناف نے اذان قطع سرقہ اور جمیل افطار وغیرہ کے بارے اگر محدثین اسلحہ سے استدلال کیا ہے تو کیا صرف استدلال ہی کیا ہے یا فریق ثانی کو مباہلہ اور فسادین عمل ہونے کا چیلنج بھی کیا ہے؟ اور کیا محدثین اسلحہ کی روایات کو لے کر تمام روئے زمین کے غیر مقلدین پر اشتہاری رعب بھی قائم کرنے کی کوشش کی ہے؟ اور ان روایات کو دلیل ٹھہرا کر کہا ہے کہ فریق ثانی کا فلاں فلاں عمل ناقص، بیکار اور کالعدم ہے؟ اھ اور احسن الکلام ص ۸۶ میں لکھا ہے کہ مؤلف خیر الکلام نے جن بعض ائمہ کی بسلسلہ ابن اسحقؒ توثیق نقل کی ہے تو وہ مسلم ہے مگر وہ صرف تاریخ اور مغازی وغیرہ کے بارہ میں ہے نہ کہ صفات اللہ تعالیٰ، حلال و حرام، احکام اور سنن کے

بارہ ہیں۔ مجددین الحق مغازی میں ثقہ بھی ہیں اور امام بھی۔ اس میں نزاع نہیں ہے۔
..... الخ۔ مگر محترم جناب اثری صاحب ان تمام واقعی حقائق کو شیر مادر سمجھ کر ٹریپ
رگئے ہیں اور ہم یقین ہے کہ اثری صاحب اور ان کی جماعت کا کوئی غالی ان کلمے
حقائق کا بھولے سے بھی اظہار نہیں کرے گا کیونکہ اس سے ان کے منکر و فریب کی
ہنڈیا چرلے میں پھوٹ جاتی ہے۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے احسن الکلام میں مفصل ضابطہ
لکھا ہے کہ جرح و تعدیل میں ہم جمہور ائمہ جرح و تعدیل اور محدثین کرام کے مسلہ اور
طے شدہ اصول و ضوابط کے مطابق کسی راوی پر جرح یا تعدیل کا لحاظ رکھیں گے۔ (محصلہ)
اس مفصل ضابطہ کے بعد بھی حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم پر اعتراض کرنا
صرف ضد تعصب اور بہت دھرمی ہی ہے۔

جن روایات کو کسی نے کسی باطل عقیدہ کے اثبات اور غلو کے عمل کے لیے
پیش کیا ہے تو ان کے روایات کی تضعیف کے لیے اگر بعض محدثین کرام کے اقوال
بھی ملے ہیں تو کتب اسامہ الرجال سے باحوالہ وہ نقل کر دیئے گئے ہیں تاکہ کسی بھی ادنیٰ
منکلم فیہ راوی کی روایت سے غلط عقیدہ اور غالیانہ نظریہ کے اثبات پر استدلال نہ ہو
سکے اور غلط کاروائی کی تیج کٹی ہو جائے۔

جناب اثری صاحب نے ایسے ہی بعض مقامات میں حقیقت کو نہ سمجھتے ہوئے
محض لیے سمجھی میں طحی قسم کی گرفت کی ہے اور ان کی گرفت کا بیشتر حصہ اسی پر مشتمل ہے
کہ شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم مثلاً محمد بن ائحیٰ اور العلماء بن عبد الرحمن وغیرہ وغیرہ
روایات سے فلاں اور فلاں کتاب میں استدلال کرتے ہیں مگر فلاں اور فلاں کتاب
میں ان کی سخت تضعیف کرتے ہیں۔ ان کی تضاد بیانی، مطلب برآری اور دوغلا پن
ہے مگر اثری صاحب (اور اسی طرح ان کے جملہ متعصب خواری) اس نکتہ کو

شیر مادر سمجھ کر پی گئے ہیں کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے جہاں جہاں بھی
ضعیف اور کمزور راویوں سے استدلال کیا ہے یا ان کی روایات متابعات اور شواہد
میں پیش کی ہیں تو یا تو مسئلہ کے ثبوت کا مدار ان پر نہیں بلکہ مدار دلائل پر ہے اور
ان کو صرف شاہد اور تابع کے طور پر پیش کیا ہے یا وہ تمام کے تمام اختلافی اور فروعی
مسائل میں ان میں کسی فرقہ پر گمراہ اور فی النار و السقر ہونے کا فتویٰ نہیں لگایا اور نہ
کسی اختلافی اور فروعی مسئلہ کو باطل، کالعدم اور بے کار قرار دیا ہے۔ اور اختلافی و
فروعی مسائل میں سبھی حضرات محدثین کرام ضعیف اور کمزور راویوں سے استدلال و احتجاج
کرتے ہیں۔ ہاں جب اصولی اور بنیادی مسائل آتے ہیں تو حضرات محدثین کرام راویوں
پر سخت جرح اور تنقید کرتے ہیں اور یہی طریقہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم
نے احسن الکلام وغیرہ میں اپنایا ہے۔ حوالے تو احسن الکلام میں مذکور ہیں صرف
جناب اثری صاحب کی یادداشت کے لیے بعض کچھ مزید تشریح کے ساتھ یہاں
نقل کیے جاتے ہیں۔ غور سے ملاحظہ کریں۔

۱۔ عن عبد الرحمن بن مہدی امام عبد الرحمن بن مہدی داہد حضرت
یقول اذ فرینا عن النبی امام بخاری فرماتے ہیں کہ ہم جب آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم فی الحلال و صلی اللہ علیہ وسلم سے حلال و حرام اور احکام کی
الحرام والاحکام شدنا فی الاسانید احادیث روایت کرتے ہیں تو اسانید و تنقید
وانتقدنا الرجال و اذارینا فی فضائل الرجال و الثواب والعقاب و
فضائل الاعمال و الثواب والعقاب و اعمال، ثواب و عقاب، جائز اور مباح احکام
المباحات و المنہیات و ما ہلنا فی الاسانید اور دعاؤں کے بارہ میں روایات نقل کرتے
(المستدرک ص ۴۹ و التخصیص ص ۴۹) میں تو اسانید میں تساہل سے کام لیتے ہیں۔
اسی قاعدہ اور ضابطہ پر حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے عمل کیا ہے

کہ حلال و حرام اور احکام کی روایات میں روایت سے کوئی نرمی نہیں برتی۔ باقی فرمود
اختلافی مسائل میں اور ثواب و عقاب اور صابح قسم کی روایات میں ضعیف راویوں کو
برداشت کیا ہے۔ لیکن اثری صاحب اور ان کے غالی حمایتی جن روایات سے
احضاد و غیر ہم کی صحیح نماز کو باطل، کالعدم اور بے کار قرار دیتے ہیں اور ان کو
گمراہ قرار دیتے ہیں اور فی النار و السقر تک پہنچاتے ہیں تو ایسے مقامات میں حضرت
شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے حضرات محدثین کرامؒ کے طے شدہ اور مسلمہ قاعدہ
کے رد سے روایت پر جرح نقل کی ہے اور اس میں حضرت شیخ الحدیث صاحب
دام مجدہم بالکل حق بجانب ہیں۔ مجرم تو وہ ہیں جو اس ضابطہ اور نکتہ کو یا تو سمجھتے ہی
نہیں یا پھر جان بوجھ کر عوام الناس کے اذعان کو مشوش کر کے سستی شہرت حاصل
کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں اور اٹل چور کو وال کو ڈانٹنے کا عملی نمونہ پیش کر رہے
ہیں۔ جناب اثری صاحب کی لیے فخر کتاب "توضیح الکلام" اور مولانا مسر فراز صفدر
اپنی تصانیف کے آئینہ میں "کے رد کے لیے تو صرف ہی ایک قاعدہ، نکتہ اور جواب
کافی و کافی ہے مگر مزید چند حوالے ملاحظہ کریں۔

۲۔ امام نوویؒ حضرات محدثین کرامؒ کا ضابطہ نقل کرتے ہیں کہ :

فانهم متفقون على انه لا
يحتج بالضعيف في الاحكام
... الخ. (شرح مسلم ص ۱۱۱)
محدثین کرامؒ کا اس بات پر اتفاق ہے
کو ضعیف راوی سے احکام میں احتجاج
درست نہیں ہے۔

مگر اثری صاحب اور ان کی غالی جماعت ضعیف راویوں کی روایات سے
صحیح نماز کو باطل، کالعدم اور بے کار ثابت کرنے پر نکلے بیٹھے ہیں اور ان کو فی النار
و السقر تک پہنچانے اور گمراہ قرار دینے کی قسم کھاتی ہوئی ہے۔ ان کی اس ظالمانہ
کارروائی پر جتنا بھی رد اور اسوس کیا جائے کم ہے۔

۳۔ علامہ طاہر فرماتے ہیں کہ :

يجوز عند العلماء التساهل في
اسانيد الضعيف بلا شرط بيان
ضعفه في الوعظ والقصاص للفضائل
لا في صفات الله تعالى
علامہ کے نزدیک غلط قصص اور فضائل کی
ضعیف احادیث کی اسانید میں بلا شرط
بیان ضعف تساہل اور نرمی جائز ہے مگر
اللہ تعالیٰ کی صفات اور صلال و حرام کے
بارے مروی احادیث کے بارے تساہل
(تذکرۃ الموضوعات ص ۵۸)
اور نرمی جائز نہیں ہے۔

اس کے حوالہ جات پہلے بھی گزر چکے ہیں۔

اگر اثری صاحب میں ہمت ہوتی تو وہ حضرت شیخ الحدیث صاحب ام مجدہم
کی کسی کتاب سے کوئی ایسا حوالہ نقل کرتے جس میں کسی ایسی حدیث سے کسی کی تکفیر و
تفیل کی ہو جس میں محدثین الحقؒ اور العلماء وغیرہ راوی ہوں۔ محض اپنی جماعت کے
جوشیلے اور ناخواندہ حوالوں کو غرض کرنے کے لیے حضرت شیخ الحدیث صاحب ام مجدہم
کی کتابوں پر تنقید کی پرکاش حیثیت بھی نہیں ہے۔ جن کتابوں کی مقبولیت عوام و خواص
موافق و مخالف ہر طبقہ میں تمام اسلامی ممالک میں ایک بڑی حقیقت ہے اور بے شمار
لوگ ان کتابوں کے ٹوس حوالوں سے متاثر ہو کر غلط نظریات کو ترک کر کے صحیح
عقائد کو قبول کر چکے ہیں۔ فَلَئِنَّ تَعَالَى الْحَمْد۔

ضعیف قرار دیئے ہوئے راویوں استدلال کا طعن

اس سے پہلے جو تفصیلی بحث کی گئی ہے اس کے بعد ضرورت تو نہیں کہ اثری صاحب کے ص ۱۲۶ تا ۱۲۹ سیاہ کردہ اوراق کا تذکرہ کیا جائے مگر پھر بھی اجمالی نظر سے اس کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

امام محمول دمشقؒ کی روایت حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے راہ سنت میں جولی ہے وہ اس اختلافی مسئلہ میں ایک جانب کو ترجیح دینے کے لیے ہے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے یا توقف۔ بھڑات فقہاء کرامؒ کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب ام مجدہم کا موقف یہ ہے کہ اصل توقف ہے۔ اس پر یہ روایت پیش کی ہے۔

اور کثیر بن عبد اللہؒ کی روایت راہ سنت میں ایک قبل روایت کی تشریح اور تفصیل کے لیے پیش کی ہے اور اس کے ساتھ اور روایات بھی ہیں۔

اور اسماعیل السدی سے روایت ازالۃ الريب میں جولی ہے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ علیہا السلام کی اس وقت عمر کے بارہ میں ہے جب فرشتے ان کے ہاں نمان کی حیثیت سے آئے تھے۔

اور اسباط بن نصر سے جو روایت ازالۃ الريب میں لی ہے وہ حضرت ہارون علیہ السلام کی وفات کے وقت کے حالات کا ذکر ہے۔

اور عکرمہ بن عمارؒ کی روایت جو ازالۃ الريب میں لی ہے وہ قیامت کے بارہ میں

سوال کے جواب میں متعلق ہے اور رجال من جہینہ کی روایت ان میں درج کی ہے اس سے استدلال نہیں کیا بلکہ استدلال مسترد کیا گیا اور ابو داؤد میں روایت سے ہے جو حضرت نعمان بن بشیرؒ سے ہے اور صرف اس مطابقت سے کہ یہ الفاظ اس سند کے ساتھ ان کتابوں میں بھی موجود ہیں، اس روایت کو درج کیا ہے۔

اور خزان السنن میں عن رجل من بنی الدیل کی روایت بھی بطور تائید پیش کی ہے۔

اور خزان السنن ص ۲۲۳ میں بعض اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت تکبیرات عیدین کے بارہ میں اختلافی مسئلہ میں پیش کی ہے اور خزان السنن ص ۲۹۹ میں امرأة من بنی النجار کی روایت بھی اذان باللیل کے بارہ میں اختلافی مسئلہ میں پیش کی ہے۔ ان میں سے کسی روایت پر بھی دلیل کا مدار نہیں رکھا اور نہ ہی ان روایات کو لے کر چیلنج بازی کی ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ محدثین کو ام سے اسنادہ حسن، رجالہ موثقون اور ہذا اسناد صحیح وغیرہ کے الفاظ نقل کرنا تو یہ ان ائمہ محدثین کے اپنے نظریات کے مطابق ہے جس سے اختلاف کی گنجائش ہے جیسا کہ محدث مبارک پوری علامہ ابن حجرؒ کی تحسین پر فرماتے ہیں:

قلت فی تحسین اسنادہ فظن۔ (ایکار المن ص ۹)

اور زمیر عن ابی اسحق کی روایت جو بحوالہ مستدرک ازالۃ الريب ص ۱۱ میں لی ہے وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے فائدان کے افراد کے بارہ میں ہے اور امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ سے نقل کیا ہے کہ یہ اثر صحیح ہے۔ اثری صاحب کو اس پر اعتراض ہے کہ احسن الکلام اور گلدستہ توحید میں مولانا صفدر صاحب نے کہا ہے کہ زمیر کی روایت ابو اسحق سے ضعیف اور یہاں اس کو صحیح کہہ رہے ہیں۔

الجواب احسن الکلام میں جرح نقل کی ہے اس لیے کہ غیر قلعہ بن حضرت اس مجروح روایت سے اپنا تشددانہ دعویٰ ثابت نہیں کر سکتے، ان کو دلیل قطعی اور غیر مجروح پیش کرنی چاہیے۔ اسی طرح گلدستہ توحید میں کہا گیا کہ ایسی روایت کو عقائد میں پیش نہیں کیا جاسکتا چنانچہ اصل عبارت یوں ہے: "لہذا باب عقائد میں ان کی روایت کیسے حجت ہو سکتی ہے؟" (گلدستہ توحید ص ۱۲۸) اور ازالہ الريب میں جن بارہ میں روایت پیش کی ہے نہ تو وہ عقائد سے متعلق ہے اور نہ ہی اس سے کسی غالی دعویٰ کا ثبوت ہے اور پھر جب امام حاکم اور ذہبی جیسے حضرات نے اس کو صحیح کہا ہے تو اس کو صحیح نقل کرنا کون سا جرم ہے؟ اگر محدثین پر اعتماد کوئی جرم نہیں ہے بلکہ اثری صاحب کے استاد محترم محدث گوندلوی نے تو اس معاملہ میں حدیثی کو دی۔ وہ اگر جرح و تعدیل بالخصوص امام حاکم اور ذہبی کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "اگر ان علماء کی بات بدون وجہ بیان کیسے قابل اعتماد نہیں تو پھر کس کی بات قابل اعتماد ہوگی؟" (خیر الکلام ص ۱۳۲)

اثری صاحب کی توجہ کے لیے اثری صاحب کی توجہ کے لیے عرض ہے کہ تقلید کی تعریفات میں سے ایک تعریف یہ بھی کی جاتی ہے کہ دلیل کا مطالبہ کیے بغیر کسی اہل علم کا قول مان لینا اور اس پر عمل کرنا۔ اور یہی بات اگر جرح و تعدیل کے بارہ میں محدث گوندلوی فرما رہے ہیں تو کیا وہ ان کے مقلد تھے؟ اور کیا تقلید کو شرک اور کفر ہی قرار دینے والے محدث گوندلوی کے بارہ میں کوئی لب کشائی کریں گے؟ اور اپنے اہل حق ہونے کا اظہار کریں گے؟ دیدہ باید۔

اثری صاحب ص ۱۳۲ پر الوقایہ کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے احسن الکلام میں اس کو غضب کا مدلس کہہ کر اس کی روایت کو ضعیف کہا ہے مگر دل کا سرور میں اس کی روایت کو لیا ہے اور امام حاکم اور امام ذہبی سے اس کی تصحیح نقل کی ہے۔ (محصلہ)

الجواب احسن الکلام میں مبارک پوری اور محدث گوندلوی کے مسلمات کی روشنی میں جرح نقل کر کے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور دل کا سرور میں جو روایت نقل کی ہے اس میں اگر جرح و تعدیل سے اس کی تصحیح نقل کی ہے امام ترمذی نے مرفوع روایت کی بجائے ابوقلابہ کی مرسل روایت کو اصح قرار دیا ہے یہ روایت مرفوع ہو یا مرسل اس باب میں قابل حجت ہے اور خزائن السنن ص ۴۴ میں ابوقلابہ کی روایت صلوٰۃ کسوف میں ایک رکوع یا دو رکوع کے اختلافی فقہی مسئلہ کے بارہ میں لی ہے۔

اثری صاحب نے ص ۱۳۲ پر نعیم بن حماد کا عنوان قائم کر کے لکھا ہے کہ نعیم بن حماد پر مولانا صفدر صاحب نے الکلام المفید وغیرہ میں جرح نقل کی ہے مگر ارشاد الشیخ میں اس کی روایت کو قبول کیا ہے جس میں یہ آتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسجد نبوی کی تعمیر کے موقع پر پہلا پتھر خود رکھا، دوسرا پتھر حضرت ابوبکرؓ نے، تیسرا پتھر حضرت عمرؓ نے اور چوتھا پتھر حضرت عثمانؓ نے رکھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: هُوَ الْوَلَدُ وَلَاۤءِ الْاَمْرِ مِنْ بَعْدِي۔ کہ میرے بعد یہ اسی ترتیب سے حکمران ہوں گے، (محصلہ)

الجواب اگر اثری صاحب حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی ارشاد الشیخ میں پیش کردہ عبارت کو سیاق و سباق کے ساتھ غور سے دیکھ لیتے تو ان کو اصول حدیث کے قاعدہ کی جانب اشارہ مل جاتا۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم اس روایت کو پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "اور اسلامی تاریخ تو اترے بتلاتی ہے کہ ایسا ہی ہوا اور اسی ترتیب سے یہ حضرات خلفاء ہوئے۔" (ارشاد الشیخ ص ۱۳۲) اس میں اشارہ ہے اس قاعدہ کی جانب جو علامہ طاہر بن صالح الحجازی نے حافظ ابن حزم الظاہری کے حوالہ سے لکھا ہے وہ لکھتے ہیں: اذ اور حدیث مرسل او اور جب کوئی مرسل حدیث ہو یا کوئی

فی احدنا قلیہ ضعیف فوجدنا
 ذلك الحديث مجمعا على
 اخذه والقول به علمنا يقيناً
 انه حديث صحيح لا شك
 فيه - اھ - (تجريد النظر في بحوالہ التبيين للحدیث)

ایسی حدیث ہو جس کے کسی راوی میں ضعیف
 ہو اور ہم یہ دیکھیں کہ سب لوگوں کا اس پر اجماع
 ہے اور سب اسکے قائل ہیں تو یقیناً ہم یہ جان
 لیں گے کہ وہ حدیث صحیح ہے اور اس میں
 کوئی شک نہیں۔

جب اسلامی تاریخ نے اس حدیث کے متن کو صحیح ثابت کر دیا ہے اور پوری اُمت
 کا اس پر اجماع ہے تو پھر اس روایت کو صحیح کہنا کون سا جرم ہے؟ یہ تو اصولی بات ہے
 اگر اثری صاحب کی سمجھ سے یہ باتیں بالائیں تو اس میں ان کا اپنا قصور ہے اور خواہ مخواہ
 وہ چاند پر تھوکنے کی کوشش میں اپنا علیہ بگاڑ رہے ہیں۔

اثری صاحب ص ۱۳۹ پر اسماعیل بن عیاش کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مولانا
 صفدر صاحب نے ان پر آنکھوں کی ٹھنڈک میں جرح کی ہے اور خزان السنن میں
 ان سے روایت لی ہے۔ (محصّل)

الجواب حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے نصب الراية کے حوالہ سے
 روایت نقل کی علامہ زبلی نے حضرات محدثین کرام کے اقوال کی روشنی
 میں پوری بحث کرنے کے بعد لکھا کہ فحدیث عائشة صحیح۔ اثری صاحب
 یہاں بھی مغالطہ دینے کی بھرپور کوشش کر رہے ہیں مگر اثری صاحب کے معلوم ہونا چاہیے
 کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے اس کے ساتھ حضرت ابوسعید خدریؓ
 کی روایت کا بھی حوالہ دیا ہے جو اس کے لیے تقویت کا باعث ہے۔ نیز علامہ زبلیؒ
 نے لکھا کہ یہ روایت اسماعیل بن عیاش کے علاوہ محمد بن عبد اللہ انصاری، ابو عامر ثمالی
 اور عبد الوہاب بن عطاء وغیرہ سے بھی مروی ہے۔ الخ۔ (نصب الراية ص ۱۳۹)
 اور اثری صاحب کے استاد محترم محدث گوندلوی لکھتے ہیں کہ کثرت طرق سے

حسن روایت صحیح بن جاتی ہے۔ (خیر الکلام ص ۳۴)
 اسی طرح محدث گوندلوی لکھتے ہیں کہ یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے مگر کثرت طرق
 سے اس کا ضعف جاتا رہا۔ (خیر الکلام ص ۳۵)
 تو یہاں کثرت طرق سے ضعیف روایت کا ضعف کیوں کم نہیں ہوتا؟ حضرت
 شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے جو آنکھوں کی ٹھنڈک میں جرح نقل کی ہے وہ
 اپنی جگہ بالکل درست ہے کہ اکیلے اس کی روایت کا کوئی اعتبار نہیں ہے اس کی
 روایت پر مدار نہیں رکھا جاسکتا۔

اثری صاحب ص ۱۳۹ پر امام ابن جریج کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر
 صاحب نے راہ سنت میں ان پر جرح کی ہے اور آنکھوں کی ٹھنڈک میں ان کی روایت
 سے استدلال کیا ہے۔ (محصّل)

الجواب اثری صاحب کو جھوٹ بولنے کی عادت نہ جانے کیوں پڑ گئی ہے؟
 اثری صاحب اگر آنکھوں کی ٹھنڈک ص ۴۸ کی یہ عبارت دیکھ لیتے تو
 یہ نہ کہتے کہ اس روایت سے استدلال کیا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم
 نے وضاحت کی ہے کہ بخاری و مسلم کی روایت سے استدلال کیا ہے اور مستدرک
 وغیرہ کی روایت بطور شاہد اور اعتبار نقل کی ہیں۔ اس کے باوجود اگر اثری صاحب
 کہیں کہ استدلال کیا ہے تو اس کذب بیانی کا کیا علاج ہو سکتا ہے؟
 خزان السنن ص ۴۸ میں ابن جریجؒ کی روایت ایک فقہی اختلافی مسئلہ کے
 بارہ میں لی ہے اور علامہ زبلیؒ کا ہذا سند صحیح قوی فرمانا فی
 ہذا الباب کے درجہ میں ہے کہ اس باب میں باقی روایات کی یہ نسبت یسند
 صحیح اور قوی ہے۔
 اثری صاحب ص ۱۳۹ پر لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے خزان السنن ص ۲۳۲

میں بے وضو آدمی کے لیے قرآن پاک کو ہاتھ نہ لگانے کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ کی جو روایت دارقطنی وغیرہ سے لی ہے اور اس سے استدلال کیا ہے وہ روایت ابن جریج عن سلیمان کی سند سے ہے جب ابن جریج مدلس ہیں تو ان کی روایت سے استدلال کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ (محصلہ)

الجواب اثری صاحب ہر بات میں چکر دینے کی کوشش کرتے ہیں یہاں بھی چکر دے رہے ہیں درہ ان کو معلوم ہو گا کہ اگر مدلس راوی کی روایت ہو اور اس کے ساتھ اسی کی حدیثی سے روایت یا کسی دوسرے راوی کی روایت متابعت اور موافقت میں موجود ہو تو تدلیس کے نقص میں ضرور فرق آجاتا ہے۔ اگر اثری صاحب اس سے بے خبر ہوں تو اپنے استاد محترم محدث گوندلوی صاحب کے دریافت کر لیں وہ لکھتے ہیں "اور تدلیس کا نقص حدیثی اور متابعت سے رفع ہو جاتا ہے۔ (خیر الکلام ص ۳۱۴) اور یہاں اس روایت کے علاوہ اور بھی کئی روایات موجود ہیں جو دارقطنی وغیرہ میں موجود ہیں اور حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجاہد نے بھی اور روایات دلیلوں میں پیش کی ہیں۔ اثری صاحب کو کم از کم اپنے استاد محترم کی بات تو یاد رکھنی چاہیے۔

اثری صاحب ص ۱۳۹ و ص ۱۴۰ پر لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے سماع موتی ص ۲۹۴ پر حضرت عائشہ صدیقہؓ کی اپنے بھائی عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کی قبر پر حاضری کی جو روایت پیش کی ہے وہ بھی ابن جریج عن ابن ابی ملیکہ کی سند سے ہے اور ابن جریج مدلس ہیں مگر مولانا صفدر صاحب نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔ (محصلہ)

الجواب اثری صاحب کو خود اعتراف ہے جیسا کہ انہوں نے لکھا بھی ہے کہ امام ترمذی نے اس روایت پر خاموشی اختیار کی ہے اور علامہ شیخ

نے رجالہ رجال الصبیح کہا ہے۔ نیز یہ روایت مستدرک ص ۴۴ میں بھی ہے اور امام حاکمؓ اور امام ذہبیؓ دونوں نے سکوت کیا ہے تو ان کے پر اعتماد کرتے ہوئے اگر حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجاہد نے اس روایت کو صحیح کہہ دیا ہے تو کوئی نسا جرم کیا؟ اثری صاحب مسئلہ پر عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جده کا عنوان قائم کر کے اس کے تحت لکھتے ہیں کہ احسن الکلام میں مولانا صفدر صاحب اس سند کو بعض محدثین کے اقوال کی بنیاد پر ضعیف اور مرسل قرار دیا ہے مگر خزان السنن میں اس سند سے استدلال کیا ہے اور باسناد صحیح اور ہذا الاسناد تقویم بہ الحبۃ ان شاء اللہ وغیرہ نقل کیا ہے۔ (محصلہ)

الجواب اس سند کے بارے میں حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجاہد کے ہاں راجح نظریہ وہی ہے جو انہوں نے خزان السنن میں اختیار کیا ہے باقی رہا یہ کہ احسن الکلام میں اس سند پر جرح کی ہے تو یہ غیر مقلدین حضرات کے اس ناروا اور متشددانہ دعویٰ کی وجہ سے ہے جس کی بنا پر وہ اُمت کی اکثریت لطائف کی نمازوں کو باطل اور کالعدم قرار دیتے ہیں تو حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجاہد نے فرمایا اور ظاہر امر ہے کہ فرضیت قطعی دلیل کے بغیر تو ہرگز ثابت نہیں ہو سکتی اور اہل علم جانتے ہیں کہ قطعی دلیل نص قرآنی، خبر متواتر اور اجماع ہی ہے ان کے علاوہ اور کوئی دلیل قطعی نہیں مگر یقین جانیے کہ فریق مخالف اپنے اس باطل اور بے بنیاد دعویٰ پر ایک بھی حوالہ اور دلیل نہیں پیش کر سکا اور نہ تا قیامت پیش کر سکتا ہے... الخ۔ (احسن الکلام ص ۱۴۱) غیر مقلدین کو ایسی دلیل پیش کرنی چاہیے جس پر کوئی جرح موجود نہ ہو اور اس سند پر حضرات محدثین کرام کی جرح موجود ہے تو اس سے وہ اپنے اس باطل اور بے بنیاد دعویٰ کو کیسے ثابت کر سکتے ہیں؟ اس لیے احسن الکلام میں اس سند پر جرح نقل کی ہے کہ ایسی سند سے اس قسم کا دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا۔

اثری صاحب ص ۱۳۲ پر لکھتے ہیں کہ امام ترمذی نے جب اسے غیر صحیح کہا تو مولانا صفدر صاحب نے علامہ منذری سے اس کی تردید نقل کی ہے۔ (محصلہ)

الجواب | کاشش اثری صاحب آنکھیں کھول کر دیکھ لیتے کہ صرف علامہ منذری سے ہی نہیں بلکہ اثری صاحب کے محترم پیشوا علامہ مبارک پوری صاحب سے بھی نقل کیا ہے جو تحفۃ الاحوذی ص ۱۱۲ میں یہ فرماتے ہیں: قلت فظہر ان قول الترمذی لا یصح فی ہذا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم غیر صحیح۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (خزائن السنن ص ۴۶)

اثری صاحب ص ۱۳۲ پر لکھتے ہیں: ہم حضرت موصوف کی مجبوری سے واقف ہیں یہ پینترے محض ضرورت کے تحت بدلے جا رہے ہیں۔۔۔ الخ۔

الجواب | اثری صاحب یہ پینترے بدلنا نہیں بلکہ آپ کے طبقہ کو غیرت دلانا ہے کہ اگر غیرت نام کی کوئی چیز آپ لوگوں میں ہے تو دعویٰ کے مطابق کوئی ایک مرتبہ صحیح، مرفوع خیر مجروح دلیل پیش کریں ورنہ اپنے کھوکھلے دعویٰ سے غواہ مخواہ حوام الناس کو گمراہ کرنے کی کوشش نہ کریں۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجد ہم نے خزائن السنن ص ۱۱۲ میں یتیم کے مال میں زکوٰۃ کے بارہ میں جو روایت ابیہ بن ابی سلیم سے لی ہے وہ ایک فقہی اختلاف میں مسئلہ میں ہے اور پہلے گزر چکا کہ فقہی اختلاف میں مسائل میں ضعیف روایات سے تمام فقہاء استدلال کرتے ہیں۔ یہ ادلیٰ غیر ادلیٰ کا اختلاف ہے غیر مقلدین کی طرح نمازوں کو کالعدم اور باطل قرار دینے جیسا دعویٰ نہیں ہے۔

اسی طرح دترول میں رفع یدین کے ثبوت کے بارہ میں خزائن السنن ص ۱۱۶ میں جو سنن الکبریٰ للبیہقی وغیرہ کی روایت لی ہے وہ بھی فقہی اختلاف میں مسئلہ کے بارہ میں ہے۔ اس پر اثری صاحب ص ۱۳۲ پر لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے

اس روایت کے بعد لکھا اسنادہ صحیح اور صرف مولانا صفدر صاحب نے ہی نہیں بلکہ علامہ نموی اور علامہ بنوری نے بھی اسنادہ صحیح کہا ہے۔ (محصلہ)

الجواب | اثری صاحب کو خدا خوفی سے کام لینا چاہیے اور بات پوری کرنی چاہیے تھی کہ ان حضرات نے امام بخاری کے اس قول اسنادہ صحیح کو نقل کیا ہے۔ یہ اسنادہ صحیح کے الفاظ جزیرہ رفیع یدین سے نقل کیے جا رہے ہیں۔ اثری صاحب لکھتے ہیں کہ اگر یہاں اس کی سند صحیح تو احسن الکلام میں وہ ضعیف کیوں ہے؟

الجواب | احسن الکلام میں ضعیف اس لیے ہے کہ اس پر جرح موجود ہے اور مجروح راوی کی روایت دلیل قطعی نہیں بن سکتی جبکہ غیر مقلدین کو اپنے دعویٰ کے ثبوت کے لیے دلیل قطعی پیش کرنی چاہیے۔ اور یہاں صحیح اس لیے ہے کہ ایک فقہی اختلاف میں مسئلہ ہے اور اس میں اس باب میں اسنادہ صحیح ہے۔

اثری صاحب ص ۱۳۲ پر سلیمان شاذکونی کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے اس پر شدید جرح نقل کی ہے مگر امام البیہقی اور امام اوزاعی کے درمیان مناظرہ کا واقعہ اسی سلیمان شاذکونی کے واسطے منقول ہے اور مولانا صفدر صاحب سمیت تمام احناف اس کو تسلیم کرتے اور بیان کرتے ہیں۔ (محصلہ)

الجواب | اثری صاحب بدحواسی کے عالم سے نکلیں تو کوئی ان کو بتائے کہ جناب کسی راوی کی روایت پر مدار رکھ کر اپنا نظریہ متعین کرنا اور دوسرے کو طعن کا نشانہ بنانا اور بات ہے اور اس کے واسطے کسی واقعہ کا نقل کرنا اور بات ہے جب کہ اس واقعہ کو بڑے بڑے حضرات نے بیان کیا ہو اور کسی سے اس کی تردید بھی منقول نہ ہو اور یہ مناظرہ کا واقعہ تو مشہور درجہ تک پہنچا ہوا ہے اکل لیے اس کو تسلیم کرنے اور بیان کرنے میں کیا حرج ہے؟

اثری صاحب ص ۱۳۶ پر محمد بن جابر یامنی کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے خرائن السنن ص ۱۴۳ میں اس پر جرح نقل کی اور امام بیہقی سے اس کو متروک الحدیث نقل کیا ہے اور خود احسن الکلام میں لکھا ہے کہ متروک کی روایت کو نہ متابعت میں پیش کیا جاسکتا ہے اور نہ شاہد میں مگر اس کے باوجود خرائن السنن ص ۳۷۶ میں اس کی روایت کو متابعت میں پیش کیا ہے۔ (مخلصہ)

الجواب اثری صاحب کو یہ کہتے ہوئے شرم آنی چاہیے تھی کہ مولانا صفدر صاحب نے محمد بن جابر کی روایت پیش کی ہے۔ مولانا صفدر صاحب نے روایت کو پیش نہیں کیا بلکہ صرف یہ بتلایا ہے کہ نور العینین میں ہے کہ عامر بن کلیب نہ تضعیف ہیں اور نہ متفقہ ہیں بلکہ حماد بن ابی سلیمان ان کے متابع ہیں جن کی دو سندیں ہیں ایک سند میں محمد بن جابر کا واسطہ ہے اور دوسری سند میں محمد بن جابر کا واسطہ نہیں ہے۔ متابع حماد بن ابی سلیمان کو بتلایا ہے اور ہم صاحب نور العینین نے وضاحت بھی کر دی کہ اس کی دو سندیں ہیں۔ اس کے باوجود اثری صاحب اگر عوام الناس کو مغالطہ دینے کی کوشش کریں اور کذب بیانی سے کام لیں تو یہ ان کی گول گردن پر۔

اثری صاحب ص ۱۲۴ پر محمد بن حمید الرازی کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے تسکین الصدور ص ۱۲۱ میں محمد بن حمید الرازی کو کذاب لکھا ہے مگر عمدۃ الائمہ ص ۶۶ میں دارقطنی اور السنن الکبریٰ للبیہقی کے حوالہ سے اس کی قرایت سے استدلال کیا ہے۔ (محملہ)

کاملاً بتا رہے ہیں حالانکہ یہ عبارت تسکین الصدر مسئلہ کی ہے اور پھر اثری صاحب کا یہ کہنا کہ اس روایت سے استدلال کیا ہے یہ بھی درست نہیں کیونکہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دایم مجہد ہم نے اپنے دلائل نمبر وار بیان کیے ہیں ان میں یہ روایت موجود نہیں ہے اور نہ ہی اس کو مستقل دلیل کے تحت ذکر کیا ہے بلکہ بارہویں دلیل کے تحت حضرت علیؑ کی روایت پیش کی ہے اور صرف اس نسبت کہ حضرت علیؑ یا حضرت حسنؑ اس پیش کردہ روایت کے مطابق اور روایت بھی موجود ہے اس روایت کو پیش کیا ہے اور محدث عظیم آبادی کے اس روایت پر اعتراضات کا جواب دیا ہے۔ اگر حضرت شیخ الحدیث صاحب مجہد ہم نے محمد بن حمید الرازی سے بقول اثری صاحب نہیں بند کر لی ہیں تو اثری صاحب کے محدث عظیم آبادی سے بھی پوچھنا چاہیے کہ انھوں نے کیوں آنکھیں بند کر لیں۔ جہاں اور اعتراض انھوں نے کیے یہ اعتراض کیوں نہیں کیا کہ اس میں محمد بن حمید الرازی کذاب بنے کیا ان کو معلوم نہ تھا کہ اس روایت میں یہ راوی بھی ہے یا ان کو حضرات محدثین کرامؒ کی اس بے بارہ بین جرح کا علم نہ تھا؟ اثری صاحب مزید لکھتے ہیں: بتلائیے کہ کذاب کی روایت سے استدلال کو ان ہی دینی خدمت کے ہاں ہم اس پر ان سے یہی کہیں گے کہ اثری صاحب کذاب بیانی کوئی دینی یا اخلاقی خدمت ہے؟ ہم اس صورت حال پر یہی کہتے ہیں:

ابن اگر کسی صنف نے ایسی بات نگہ دی ہو جس پر معافی کا اعلان کرنا ضروری ہو تو اس بات کو نکال دینا کافی نہیں ہوتا بلکہ معافی کے اعلان کی ضرورت ہوتی ہے جیسا کہ مودودی صاحب کی وہ عبارات جن پر علماء نے گرفت کی اور بعد والے ایڈیشنوں سے ان عبارات کو نکال دیا گیا حالانکہ صرف نکال دینا کافی نہیں تھا بلکہ معافی کا اعلان کرنا ضروری تھا۔ اور اگر ایسی صورت نہ ہو تو ان عبارات کو نکال دینا ہی کافی ہوتا ہے۔ اثری صاحب کی اس کتاب کی تالیف کے وقت تک راہِ سنت کے انیس ایڈیشن شائع ہو چکے تھے اور بحمد اللہ تعالیٰ اس کا بیسواں ایڈیشن بھی منظرِ عام پر آچکا ہے مگر اثری صاحب نے تلبیس کا مظاہرہ کرتے ہوئے راہِ سنت کے چوتھے یا پانچویں ایڈیشن سے عبارت لے کر اس کا "مقام ابی حنیفہ" کی عبارت کے ساتھ تعارض پیش کیا ہے۔ حالانکہ بعد والے ایڈیشنوں میں حضرت عوف بن مالک کی روایت نہیں ہے۔ اور اثری صاحب کے پیش نظر بعد والے ایڈیشن بھی ہیں اس کے باوجود وہ صرف دھوکا دینے کے لیے ہی تلبیس سے کام لے رہے ہیں۔ اثری صاحب نے ص ۱۵۱ تک صفحات اسی تلبیس پر بحث کیا ہے۔ اسی طرح اثری صاحب نے ص ۱۵۱ پر "راہِ سنت" کے پرانے ایڈیشنوں میں سے کسی سے حضرت عمرؓ کا قول نقل کر کے "مقام ابی حنیفہ" کی عبارت کے ساتھ اس کا تعارض پیش کیا ہے حالانکہ "راہِ سنت" کے بعد والے ایڈیشنوں میں حضرت عمرؓ کا قول درج نہیں ہے مگر اثری صاحب نے اس پر بحث کرتے ہوئے دو صفحات سیاہ کیے ہیں۔ اثری صاحب ص ۱۵۱ پر (۳) کا نشان دے کر لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے حضرت ابوہریرہؓ کی بواسطہ علامہ بن عبد الرحمن فہمی خداج والی روایت کو شاذ کہا ہے مگر اسی روایت کے دوسرے حصہ سے بسم اللہ کے سورۃ الفاتحہ کی جز نہ پورے پر استدلال کیا گیا۔

اثری صاحب یہاں بھی تلبیس سے کام لے رہے ہیں درنہ ان کو یہ تو معلوم ہو گا کہ یہ روایت دو حدیثوں پر مشتمل ہے ایک فہمی خداج والی اور

الجواب

دوسری جو حضرت ابوہریرہؓ نے راوی کے جواب میں بیان فرمائی۔
مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد قیمت الصلوٰۃ والے حصہ کے بارہ میں فرماتے ہیں :
وفیہ دلیل علی ان اباهریرۃ
اور اس میں اس بات پر دلیل ہے کہ
قال هذا القول بطریق الاستدلال
حضرت ابوہریرہؓ نے یہ قول بطریق استدلال
(ببذل المجہود ص ۱۵۱)
فرمایا ہے۔

اور حضرت ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں :

وتمت الحدیث ندل علی ان
اور حدیث کا تتمہ اس بات پر دلالت کرتا
المراد بھاذا تحتہ الکتاب (ص ۱۵۱)
ہے کہ اس سے مراد فاتحہ ہے۔
علامہ سہارن پوریؒ اور حضرت ملا علی قاریؒ کی عبارات سے واضح ہے کہ بعد والا حصہ علیحدہ حدیث ہے جو حضرت ابوہریرہؓ نے جواب میں فرمایا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب دایم مجد ہم نے فہمی خداج والی روایت کو شاذ کہا ہے نہ کہ قیمت الصلوٰۃ والی حدیث کو۔ اثری صاحب اپنی جہالت کا نزلہ حضرت شیخ الحدیث صاحب ام مجد ہم پر نہ گرائیں۔

باقی رہا یہ کہ دونوں حصوں کا راوی تو علامہ بن عبد الرحمن ہے تو اس کے بارہ میں عرض ہے کہ جہاں علامہ بن عبد الرحمن کی فہمی خداج والی روایت کے مقابل روایت موجود ہے اور اس کا مقابل راوی خالد اس سے اوثق ہے تو اس کی روایت کو شاذ ہی کہا جائے گا اور قیمت الصلوٰۃ والی حدیث کے مقابل کوئی نہیں تو یہ اپنی جگہ قابل احتجاج باقی ہے اور اگر اس روایت کو ایک ہی حدیث مان لیا جائے جیسا کہ اثری صاحب ظاہر کر رہے ہیں تب بھی اثری صاحب کا اعتراض ناگہبی کی وجہ سے ہے اس لیے کہ راویوں کے اختلاف کی وجہ سے روایت کا جو حصہ مشکوک فیہ ہو اس کا حکم اور باقی حصہ کا حکم اور ہوتا

ہے اور اس کی شالیں کتب احادیث میں بکثرت موجود ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی اثری یہ چکر دینے کی کوشش کرے کہ مولانا صفدر صاحب نے اس روایت کو شاذ کہا ہے۔ روایت کے حصہ کو شاذ نہیں کہا تو ہم عرض کر دیتے ہیں کہ بعض اوقات حکم کسی حصہ پر ہوتا ہے اور مراد بھی یہی ہوتا ہے مگر حکم علی الاطلاق بول دیا جاتا ہے جیسا کہ اثری صاحب کے استاد محترم محدث گوندوٹی و اذا قرأ فافضتوا کے بارہ میں لکھتے ہیں کہ اکثر محدثین نے اس حدیث کو صحیح نہیں مانا ہے بلکہ شاذ قرار دیا ہے۔ (خیر الکلام ص ۲۱۵)۔ اور پھر آگے جا کر لکھتے ہیں: خلاصہ کلام یہ ہوا کہ یہ جملہ و اذا قرأ فافضتوا صحیح نہیں بلکہ شاذ ہے۔ (خیر الکلام ص ۲۱۶) اسی جملہ کی وجہ سے وہ حدیث کو شاذ کہہ رہے ہیں۔ اسی طرح حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجہم نے اس روایت کو اسی جملہ کی وجہ سے شاذ کہلایا ہے اور مراد اتنا حصہ ہی ہے۔ باقی روایت اپنی جگہ بدستور قابل احتجاج ہے اگر یہ باریک نکات اور علمی باتیں اثری صاحب کی سمجھ میں نہیں آتیں تو ان کو پہلے کسی کامل استاد سے غور و تحقیق کرنی چاہیے خواہ مخواہ اپنی جہالت کے ثبوت و ثبوت فراہم نہیں کچھ نہیں۔ اثری صاحب ص ۱۵۹ پر لکھتے ہیں قارئین کرام انصاف فرمائیے کہ اس حدیث کا ایک حصہ شوافع تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں مگر اس حصہ سے احناف استدلال کرتے ہیں..... لیکن اسی حدیث کا پہلا حصہ چونکہ ان کے مسلک کے مطابق نہیں اس لیے اسے شاذ اور منکر قرار دیتے ہیں..... الخ۔

الجواب اثری صاحب خواہ مخواہ بات کو غلط ملط کر رہے ہیں۔ حالانکہ یہ چیز ان کی نظروں سے اوجھل نہ ہوگی کہ احناف جس حصہ کو شاذ قرار دے رہے ہیں اس میں راویوں کا اختلاف موجود ہے اور علامہ سے اوثق راوی غالب اس کے خلاف الفاظ نقل کرتے ہیں جبکہ شوافع جس حصہ کو تسلیم نہیں کرتے اس میں کوئی اختلاف موجود نہیں ہے اور نہ ہی اس کے انکار کا جواز موجود ہے تو خواہ مخواہ تسلیم نہ کرنے اور

شاذ ہونے کی وجہ سے تسلیم نہ کرنے میں فرق تو فن حدیث سے ادنیٰ واقفیت رکھنے والا بھی جانتا ہے مگر اثری صاحب جان بوجھ کر بات کو غلط ملط کر رہے ہیں۔ (لے) تَلْسُونَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ

ضعیف روایات پر خاموشی کا الزام

محترم جناب اثری صاحب نے ص ۱۵۹ میں یہ عنوان قائم کیا ہے ”ضعیف روایات پر خاموشی“ اس سلسلہ میں وہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجہم پر گرفت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہ اپنی کتابوں میں اپنے مسلک کی تائید میں ضعیف اور ناقابل اعتبار روایات بھی ذکر کرتے اور ان پر خاموشی اختیار کر لیتے ہیں اور اگر کوئی اور اس قسم کی روایات سے استدلال کرتا ہے تو وہ جرح کے تمام نشتر ان پر چلا دیتے ہیں اور یہ ان کی عادت شریفہ ہے۔ (مخلص) پھر آگے جناب اثری صاحب نے چند مثالیں دی ہیں۔ ہم ان تمام کا تفصیلی جائزہ جوابات سمیت پیش کرتے ہیں۔

اثری صاحب ص ۱۵۹ پر لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے سماع الموقل ص ۲۳۱ میں مغنی ابن قدامہ اور علامہ حلبی کی کبیری سے ایک روایت نقل کی ہے اور اس پر خاموش رہے ہیں حالانکہ امام ابن الجوزی وغیرہ اس کو موضوع قرار دیتے ہیں۔ (مخلص)

الجواب چونکہ امام مرفق الدین بن قدامہ الحنبلی اور علامہ ابراہیم حلبی الحنفی دونوں بزرگ چوٹی کے محدث اور فقیہ ہیں اور احنافوں نے استدلال میں روایت نقل کی ہے اور اس کے ضعیف ہونے کا اشارہ تک نہیں کیا اور خاموش رہے ہیں اس لیے حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجہم نے ان پر اعتماد کرتے ہوئے روایت نقل کر دی ہے۔ اور امام ابن الجوزی متشدد ہیں اس لیے اگر کوئی اور محدث ان کا

ساتھ دے تو بات ستم ہوگی ورنہ نہیں۔

دوسرا الزام اثری صاحب ص ۱۶ پر لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے راہ سنت ص ۱۷ میں ابن ماجہ ص ۱ کی بدعت کی تردید میں ایک روایت نقل کی ہے جس میں محمد بن محسن عکاشی راوی کذاب ہے اور ایسے راوی کی روایت کو نقل کرنا جرم ہے۔ (محصلاً)

الجواب راہ سنت کے جدید ایڈیشن میں اس روایت کی جگہ حضرت علیؑ کی روایت نقل کی گئی ہے جو بخاری ص ۲۵۱ سے ہے۔ اور پھر یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ اگر اس روایت کا نقل کرنا جرم ہے تو اصل جرم تو حضرت امام ابن ماجہؒ کا ہے جن کی کتاب جمہور کے نزدیک صحاح ستہ میں شمار ہوتی ہے اور انھوں نے اس راوی کی نشاندہی کیے بغیر روایت بیان کی ہے۔ اثری صاحب نے اس بحث کے آخر میں اپنے حواریوں پر اپنا علمی رعب ڈالنے کے لیے سوالیہ انداز میں لکھا ہے :

”بتلائیے ایسے کذاب کی روایت بیان کرنا اگرچہ وہ متابعت ہی میں ہو، درست ہے؟ قطعاً نہیں۔ یہ سوال جناب اثری صاحب کو امام ابن ماجہؒ سے کرنا چاہیے جنھوں نے روایت بیان کی تھی۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب امجد ہم نے تو ان کے حوالہ سے روایت نقل کی ہے۔ کیا اثری صاحب اسی طرح عنوان قائم کر کے امام ابن ماجہؒ پر طعن کی جرات کریں گے جس طرح انھوں نے عنوان قائم کر کے حضرت شیخ الحدیث صاحب امجد ہم کے خلاف دلی بھڑاس نکالی ہے۔ دیدہ باید

تیسرا الزام اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے خزانۃ السنن ص ۱۱۱ میں بحوالہ فتح الملہم علامہ بیہقیؒ کی مجمع الزوائد سے روایت نقل کی ہے۔ علامہ بیہقیؒ فرماتے ہیں : امستاده حسن افشاء اللہ۔ اور اس روایت کو علامہ طبرانیؒ نے معجم کبیر ص ۳۲۵ میں نقل کیا ہے اور فاضل محقق حمدی عبدالمجید السلفیؒ

نے بھی علامہ بیہقیؒ پر اعتماد کرتے ہوئے اسے حسن کہل ہے حالانکہ اس کی سند میں سلیمان بن داؤد شاذکونی ہے جو وضاع ہے اور مولانا صفدر صاحب نے اس پر دوسری جگہ تنقید کی ہے مگر یہاں خاموشی اختیار کی ہے۔ (محصلاً ص ۱۶۱، ۱۶۲)

الجواب اگر اس روایت کو نقل کرنا غلطی ہے تو اصل غلطی امام طبرانیؒ، علامہ بیہقیؒ اور فاضل محقق حمدی السلفیؒ کی ہے جنھوں نے اس روایت کو حسن کہا ہے۔ اگر ایک فرعی مسئلہ میں حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجد ہم نے ان حضرات پر اعتماد کرتے ہوئے اس روایت کو نقل کیا ہے تو ان کا کیا قصور ہے؟ علاوہ ازیں جمہور محدثین نے شاذکونی پر سخت تنقید کی ہے اور بعض نے وضاع تک کہا ہے لیکن سان المیزان ص ۸۴ میں اسے الحافظ لکھا ہے اور محدث صالح بن محمد الحافظ لکھتے ہیں ما رأیت احفظ من الشاذکونی (ص ۸۵) اور امام ابن عدیؒ فرماتے ہیں للشاذکونی حدیث کثیر مستقیم و هو من الحفاظ المحدثین۔ (ص ۸۵) غالباً علامہ بیہقیؒ وغیرہ کے نزدیک ایسے ہی حوالے ہیں جن کی وجہ سے وہ اس کی حدیث کو حسن کہتے ہیں جیسے محدثین اسحقؒ کہ جس پر کتب رجال میں کڑی جمع ہے مگر صفات خداوندی، طلال و حرام اور احکام کے علاوہ باقی باتوں میں حضرات محدثینؒ انکی روایات سے استدلال کرتے ہیں۔ اسی طرح شاذکونیؒ کو بھی ایسا ہی سمجھ لیجئے۔

چوتھا الزام اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے خزانۃ السنن ص ۱۱۱ میں حافظ ابن القیمؒ کی بدائع الفوائد ص ۹۱ کے حوالہ سے حضرت علیؑ سے زیر ناف ہاتھ باندھنے کی روایت نقل کی ہے اور حافظ ابن القیمؒ اس کو صحیح کہتے ہیں اور اثری صاحب لکھتے ہیں کہ ساری دنیا کے حنفی مل کو بھی اس کی تصحیح ثابت نہیں کر سکتے : وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ مُّصَدِّقِينَ۔ اور جناب اثری صاحب نے اس حوالہ کی کڑی مصنف

ابن ابی شیبہ ^{۳۹۱} کی اس سند سے جوڑی ہے جس میں عبدالرحمن بن اُحمر ہے جو بالاتفاق ضعیف ہے۔ (محملہ ۱۶۳ و ۱۶۴)

اجواب حافظ ابن القیم نے نہ تو اس کی سند نقل کی ہے اور نہ ہی کسی کتاب کا حوالہ دیا ہے۔ بلاشبہ اس کی کڑی عبدالرحمن بن اُحمر کی سند سے جوڑنا قطعاً غلط ہے۔ حافظ ابن القیم کے پیش نظر ضرور کوئی سند ہے جس کی بنا پر وہ اس روایت کو صحیح کہتے ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے ان کے حوالہ سے نقل کیا ہے اور ناقل کے ذمہ صرف صحت نقل ہے۔ رشیدیہ مع الحمیدہ ۸۶ میں اس کی تصریح ہے اور خود جناب اثری صاحب لکھتے ہیں کہ: ہمیں اعتراف ہے کہ ناقل پر صحت نقل کافی ہے۔۔۔ الخ (ص ۲۵۴) زندہ باد۔ کیا روئے زمین کے غیر مقلد جمع ہو کر بھی حافظ ابن القیم کے اس حوالہ کو غلط ثابت کر سکتے ہیں؟ اگر سکتے ہیں تو ہلیموا! شہداء کرو۔ اثری صاحب آپ تمام دنیا کے احناف سے اس کی تصحیح کا مطالبہ کر کے علمی دنیا میں مزید رسوا نہ ہوں بلکہ اس کا مطالبہ حافظ ابن القیم سے کریں کہ انھوں نے اسے صحیح کیوں کہا ہے؟ اور حنبلی ہو کر غیر مقلدین کی نیند کیوں حرام کر دی ہے؟ جیسا کہ حافظ ابن القیم نے عند الركوع وعند رفع الرأس من الركوع رفع اليدين کو مباح کہہ کر (دیکھئے زاد المعاد ص ۳۱۶) غیر مقلدین کی کمر توڑ دی ہے اور علمی طور پر ان کا وزن بہت ہی کم کر دیا ہے جو ان مقامات میں رفع یدین کے ترک کو خلاف سنت قرار دیتے ہیں۔

احناف کے پاس زیرناظر ہاتھ باندھنے کے لیے دیگر دلائل کے علاوہ صحیح سند سے روایت موجود ہے جو مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ میں موجود ہے جس کو دیکھ کر جناب اثری صاحب کے اوسان خطا ہو گئے ہیں اور سر پر ہاتھ دھرے نوہ اور واویلا کر رہے ہیں۔

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے خزان السنن ^{۳۶۲} میں حافظ ابن القیم کی زاد المعاد ص ۵۵ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ

سجدہ کو جاتے ہوئے ہاتھ زمین پر پہلے رکھنے کی روایت منقلب ہو گئی ہے کیونکہ مصنف ابن ابی شیبہ ^{۲۶۳} میں بسند صحیح حضرت ابوہریرہ کی روایت میں ہے کہ پہلے گھٹنے رکھے۔

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے اس روایت کے بارہ میں بسند صحیح کہا ہے حالانکہ اس روایت میں عبداللہ بن سعید مترکول ^{۱۶۵} (محملہ ۱۶۳ و ۱۶۴) ہیں

اجواب اثری صاحب کا یہ اعتراض بھی دراصل حافظ ابن القیم پر ہے کیونکہ شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے تو ان سے نقل کیا ہے حافظ

ابن القیم نے سجدہ کو جاتے ہوئے پہلے ہاتھ رکھنے کی روایت کے دس جوابات دیے ہیں ان میں سے ایک جواب یہ بھی تھا کہ روایت منقلب ہو گئی ہے۔ اثری صاحب کو اگر یہ جواب پسند نہیں تو دوسرے جوابات لے لیں اور نہیں تو امام خطابؒ نے جو فرمایا اسی کو لے لیں۔ ایک جواب پسند نہیں تو اس میں سیخ پا ہونے کی کونسی بات ہے؟

اثری صاحب کی حواس باطنی اثری صاحب ^{۱۶۴} پر (۵) کا نمبر دے کر لکھتے ہیں اور پھر ^{۱۶۶} پر بھی (۵)

کا نمبر دیتے ہیں۔ حالانکہ ان کو (۶) نمبر دینا چاہیے تھا مگر وہ حواس باختگی کے عالم سے نکلیں تو ان کو پتہ چلے کہ میں کیا لکھ رہا ہوں۔ شروع کتاب سے آخر تک اثری صاحب پر یہی کیفیت طاری ہے۔ اللہ تعالیٰ کوئے کسی کے دل میں کسی کے بارے میں حسد اتنا بھی خوش نہ مارے کہ وہ حواس باختہ ہو کر کسوا اللہ فَاَنَسَهُمْ اَنفُسَهُمْ کے درجہ میں پہنچ جائے۔ (نعوذ باللہ من ذلک)

چھٹا الزام اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے خزان السنن میں ^{۱۵۴} قاضی شوکانی پر اعتماد کرتے ہوئے ایک سند کے بارے لکھا ہے

واسنادہ حسن۔ (ذیل الاوطار ص ۱۱۱) جناب اثری صاحب لکھتے ہیں کہ اس روایت کے بارہ میں اسنادہ حسن کہنا قاضی شوکانیؒ کی غلطی ہے کیونکہ سند میں یوسف بن خالد السمعی ہے و نسب الی الکذب۔ (مجمع الزوائد ص ۲۱۱) اور پھر آگے جا کر لکھتے ہیں کہ مگر افسوس کہ حافظ ابن حجرؒ نے بھی التلخیص ص ۱۱۱ میں اس روایت کو اسنادہ حسن کہا اور انہی پر علامہ شوکانیؒ نے اعمتہ کیا۔ (محصلہ ص ۱۶۷ و ۱۶۸)

الجواب اثری صاحب کا یہ اعتراض بھی دراصل حافظ ابن حجرؒ اور قاضی شوکانیؒ پر ہے کہ ایک جھوٹے راوی کی روایت کو اسنادہ حسن کہا۔ اثری صاحب سے گزارش ہے کہ اگر یہ روایت کمزور ہے تو اس کو زلیں۔ اس مضمون کی دیگر متعدد روایات جو صحیح اسانید سے مروی ہیں ان کو لے لیں مگر اختلاف برائے اختلاف اور متعصبانہ تنقید سے تو بچیں جس کی زد میں حافظ ابن حجرؒ اور قاضی شوکانیؒ وغیرہ بھی آتے ہیں۔

پڑھنے والے حضرات نے بخوبی ملاحظہ کر لیا کہ ضعیف و بلکہ مضاعف اور کذاب راویوں کی حدیث پر خاموشی کا فرد جرم جو اثری صاحب حضرت شیخ الحدیث صاحب دمام مجرم پر عائد کر رہے ہیں اس میں حضرت شیخ الحدیث صاحب تنہا نہیں بلکہ امام ابن ماجہ، علامہ ابن قدامہ، علامہ علی، حافظ ابن القیم، حافظ ابن حجرؒ، علامہ سیوطی، قاضی شوکانیؒ اور محقق فاضل حمدی عبد المجید السلفی وغیرہ بھی ان کے ساتھ ہیں مگر چونکہ جناب اثری صاحب کو مسلکی تعصب اور حضرت شیخ الحدیث صاحب دمام مجرم کی کتابوں کی مقبولیت سے قلبی بغض ہے اس لیے وہ نشانہ صرف انہی کو بنا رہے ہیں۔ مشورہ ہے کہ زور برعضو ضعیف ریزد۔ باقی حضرات کا ذکر طرد الباب اور فائدہ پوری کے طور پر کرتے رہے ہیں۔

ساتواں الزام اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے خزانہ السنن ص ۱۹۲ میں لکھا ہے کہ علامہ زلیعیؒ نصب الراية ص ۱۳۵ میں روایت

نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک صحابی کے گھر تشریف لے گئے۔ الخ۔ اثری صاحب لکھتے ہیں کہ اس روایت میں عیسیٰ بن المسیب راوی ہے امام حاکمؒ فرماتے ہیں وہ صدوق ہے اور اس کی روایت صحیح ہے مگر علامہ زلیعیؒ نے ان پر تعاقب کیا ہے اور کہا ہے کہ امام ابو داؤد اور امام ابو حاتم نے اسے ضعیف قرار دیا ہے اور امام یحییٰ بن معین اور امام حقیلی نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ علامہ زلیعیؒ کی یہ سب تنقید خزانہ السنن میں کیوں ترک کر دی ہے؟ (محصلہ ص ۱۶۷ و ۱۶۸)

الجواب اس بارہ میں حضرت شیخ الحدیث صاحب دمام مجرم سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ چونکہ یہ راوی مختلف ہیں اس لیے ہم نے نہ تو اس کی توثیق نقل کی ہے اور نہ تفسیف۔ حضرات محدثین کرامؒ میں اس کی تفسیف کرنے والے بھی ہیں جن کا ذکر ہوا اور توثیق کرنے والے بھی ہیں۔ علامہ زلیعیؒ ہی نقل کرتے ہیں: قال الحاکم حدیث صحیح ولم یخرجہا و عیسیٰ ہذا تفرد عن ابی زرۃ اذا نہ صدوق ولم یجرح قط انتھوا و تعقبہ الذھبی۔ الخ۔ نصب الراية ص ۱۳۵۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام حاکمؒ کے نزدیک یہ راوی صدوق ہے اور اس کی روایت صحیح ہے اور اس پر کبھی بھی کسی نے کوئی جرح نہیں کی۔ اور سان المیزان ص ۱۵۴ میں ہے: وقال ابو حاتم علیہ السلام الصدوق وفي سنن الدارقطني (ص ۲۲) صالح الحديث وقال ابن عدی صالح الحديث۔ اور ایسے راوی کی روایت کو اگر ایک فرعی اور فقہی مسئلہ میں خزانہ السنن میں پیش کیا گیا ہے تو کونسا جرم ہے؟ جب کہ اثری صاحب اور ان کی جماعت کے قرآنہ تلف الامام عیسیٰ ایک اہم اور بنیادی مسئلہ کا مدار ہی محمد بن حنفیہ جیسے کذاب اور دجال راوی کی روایت پر ہے۔ حیرت ہے کہ علامہ زلیعیؒ نے اسی صفحہ میں اور اسی مقام میں امام حاکمؒ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے: ولم یجرح

قط۔ مگر اثری صاحب نے یہ جلد جان بوجھ کر نقل نہیں کیا اور بالکل پی گئے ہیں اور
ص ۱۶۸ میں اسی بحث میں اثری صاحب لکھتے ہیں جو روایت ذکر کی ہے اس پر مصنف
نصب الرایہ نے جرح کی ہے مگر افسوس محترم موصوف اس پر بالکل خاموشی اختیار
کرتے ہیں آخر بددیانتی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ (بلفظ) لیکن صد ہزار افسوس کہ
علامہ زبلی نے یہاں ہی ولع و جرح قط بھی نقل کیا ہے اور اثری صاحب اس
کو پی گئے ہیں کیونکہ ضدی اور متعصب کی بددیانتی کی کوئی حد ہی نہیں ہوتی۔

آٹھواں الزام اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے خزان السنن
ص ۵۵۴ میں ترمذی وغیرہ کے حوالے سے جو روایت نقل کی ہے:
علی کل اهل بیت فی کل عام اضحیٰ وقال الترمذی حدیث حسن
غریب۔ یہ روایت قطعاً حسن نہیں ہے۔ صرف امام ترمذی کے حسن کہنے سے
کوئی روایت حسن نہیں ہو جاتی۔ اور احسن الکلام ص ۱۲۱ میں لکھا ہے کہ امام ترمذی کی
تحسین و تصحیح کا کوئی اعتبار نہیں۔ علامہ زبلی حنفی فرماتے ہیں قال عبد الحق
اسنادہ ضعیف وقال ابن القطان وعلتہ الجہل بحال ابی رملہ
واسمہ عامر۔ الخ۔ (نصب الرایہ ص ۲۱۱)۔ اور حاشیہ میں اثری صاحب
لکھتے ہیں حافظ ابن حجر نے فتح الباری ص ۱۰ میں اس کی سند کو قوی کہا ہے مگر یہ درست
نہیں کیونکہ تقریب ص ۲۴ میں صراحت ہے: عامر لا یعرف اور فتح الباری ص ۵۹۹
میں لکھا ہے کہ خطاب نے اسے ضعیف اور ترمذی نے حسن کہا ہے اور آگے اثری صاحب
نصب الرایہ ص ۲۰ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ: وهذا متروک الظاہ راذا لاین
العتیرۃ یہ روایت ظاہراً متروک ہے کیونکہ عتیرہ قطعاً مسنون نہیں۔ اثری صاحب
مزید لکھتے ہیں کہ حضرت مولانا صفدر صاحب نے یہ روایت ذکر کرنے میں بھی بڑی
بددیانتی کا مظاہرہ کیا ہے کہ اس روایت میں عتیرہ کا ذکر بھی ہے جو جاہلیت میں

ماہ رجب کی تعظیم کے لیے ذبح کیا جاتا تھا۔ ابتداءً جائز تھا بعد کو منسوخ ہو گیا تھا اس
لفظ کو ترک کر کے اپنے ہاتھ کی صفائی دکھائی اور اپنا آلو سیدھا کیا۔ فرع اور عتیرہ کا
حکم اخاف کے نزدیک بھی منسوخ ہے تو نہ تو اس روایت سے سنداً استدلال صحیح ہے
اور نہ متناً۔ (مجلد ۱ ص ۱۶۹)

الجواب اس حدیث کو صرف امام ترمذی ہی نہیں کہتے بلکہ باقر اثری صاحب
حافظ ابن حجر بھی اس کی سند کو قوی کہتے ہیں۔ تقریب میں جو لا یعرف
کہا تو پہلے ان کو اس راوی کا علم نہیں ہوا ہو گا اس لیے لا یعرف کہا، بعد کو علم ہو گیا ہو
گا اس لیے اس کی روایت کو سند قوی کہا۔ خود حافظ ابن حجر فرماتے ہیں لست واضیا
عن شیء من تصانیفی لانہا عملتہا فی ابتداء الامر ثم لم یتھیأ لی من
یحورہامی سوی شرح البخاری ومقدمتہ والمشتبہ والتہذیب
ولسان المیزان۔ اھ۔ (البد والظالم ص ۸۹ طبع اول ۱۳۴۷ھ) اور تنزیہ ص ۵۹
میں اس کا ذکر بغیر جرح کے کیا ہے۔ لہذا فرعی مسئلہ میں بطور تائید اس راوی کی روایت
کو نقل کرنے پر اثری صاحب کیوں اتنے سیخ پا ہوتے ہیں؟ چونکہ امام ترمذی نے
ص ۱۸۲ میں لا فرع ولا عتیرہ کی حدیث بیان کی ہے اور یہ دونوں اگر اللہ ہوں تو
مستحب ہیں۔ (فتح الباری ص ۵۹۹) اور جبہور کے نزدیک منسوخ ہیں اور اثری صاحب نے
بھی ص ۱۲۱ میں تحفۃ الاحوذی ص ۱۲۱ اور اخاف کے حوالے سے اس کی منسوخیت نقل کی ہے
تو جو چیز مفروغ عنہ (خارج از بحث) ہو اس کو ذکر نہ کرنے میں کون سی بددیانتی
ہے مگر اثری صاحب اپنی عقل نارسا سے اس کو بڑی بددیانتی سے تعبیر کر رہے ہیں
یہ صرف ضد تعصب اور قلبی بغض کا شاخسانہ ہے۔ خدا اور تعصب بھی بڑی چیز ہے
جو آدمی کو پل بھر چین نہیں لینے دیتی اور راہ ہدایت سے دور کر دیتی ہے۔
والمعصوم من عصماء اللہ تعالیٰ۔

قربانی تمام اہل اسلام کے ہاں ثابت ہے کوئی اس کو واجب اور کوئی سنت
 کہتا ہے۔ حدیث میں یہ حدیث منسوخ نہیں ہے اس کا تذکرہ خزان السنن میں کیا گیا ہے
 فرع اور غیر منسوخ ہیں اس لیے ان کا ذکر نہیں کیا گیا۔ کیا یہ ایک بہت بڑی بدیانتی
 نہیں کہ ایک منسوخ کلمہ کا ذکر کر کے محض ضد کی بناء پر کسی کو طعن کا نشانہ بنایا جائے
 کہ اس منسوخ کا ذکر کیوں نہیں کیا؟ یہ کون سی دیانت ہے؟ اس کو صرف سخت باطنی
 ہی کہا جاسکتا ہے۔

اثری صاحب نے حاشیہ میں فتح الباری کی عبارت نقل کرنے میں بھی خیانت
 کی ہے پوری عبارت یوں ہے: فقد ضعفه الخطابی لكن حسنه
 الترمذی وجاء من وجه اخر عن عبد الرزاق عن مخنف بن سليم
 الخ (فتح الباری ص ۵۹) حافظ ابن حجرؒ نے بالکل بجا فرمایا ہے مصنف عبد الرزاق
 ص ۳۲۲ میں سند یوں ہے: اخبرنا عبد الكريم عن جبيب بن مخنف
 العنبري عن ابيه... الخ۔ یہ سند البورملہ کے طریق سے نہیں ہے بلکہ
 جبيب بن مخنف کے طریق سے ہے۔ چونکہ عبارت کے اس حصہ سے اثری
 صاحب پر کڑی زد پڑتی ہے۔ (کیونکہ وہ اس روایت کو البورملہ کی وجہ سے ضعیف
 ہی ثابت کرنا چاہتے ہیں) اس لیے انھوں نے خیر اسی میں سمجھی کہ اس عبارت
 کو مہرٹپ ہی کر لیا جائے۔

عربی زبان میں علی لزوم اور وجوب کے لیے آتا ہے۔ اثری صاحب کا ملی اور
 اضلاقی فریبہ تھا اور ہے کہ وہ لغت عربی سے یہ ثابت کریں کہ لفظ علی کبھی اور کہیں بھی
 لزوم اور وجوب کے لیے نہیں آیا اور نہ آتا ہے جب وہ یہ ثابت نہیں کر سکتے اور
 یقیناً نہیں ثابت کر سکتے تو اخاف کا اس حدیث سے استدلال سننا وہاں ہر
 لحاظ سے صحیح اور درست ہے لا مثلاً فیہ۔ اثری صاحب کا یہ کہنا کہ اس

سے استدلال نہ ملتا صحیح اور نہ سند صحیح ہے تو یہ صرف مجذوبانہ بڑھک ہے اس سے
 بڑھ کر اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

نوا الزام اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے خزان السنن ص ۱۶۲
 میں ایک روایت نقل کی ہے: اذا اضطجع استتر تحت
 مفاصلہ اور فتح الملہم کے حوالہ سے اس کی توشیح نقل کی ہے۔ اثری صاحب
 لکھتے ہیں کہ بلاشبہ اخاف اسے صحیح بنانے کی کوشش کرتے ہیں مگر اکثر محدثین
 کے نزدیک یہ ضعیف ہے کیونکہ اس کا مدار ابو خالد الدالانی پر ہے اور حافظ ابن حجرؒ
 نے انتخاب میں امام بخاریؒ، امام ابو داؤدؒ اور امام ترمذیؒ وغیرہ سے اس کی
 تصنیف نقل کی ہے۔ نیز اس راوی نے قتادہؒ سے کچھ نہیں سنا اور یہ مدلس اور
 کثیر الخطا بھی ہے۔ علامہ زبلیؒ نے بھی اس پر کلام نقل کیا ہے۔ قتادہؒ نے
 ابو العالیہؒ سے صرف چار روایتیں سنی ہیں اور یہ روایت ان میں نہیں ہے۔ حضرت
 ابن عباسؓ کی صحیح حدیث اس کے معارض ہے جس میں آپؓ سو کر اٹھے تو بلا وضو
 نماز پڑھائی۔ (ابو داؤد وغیرہ) مولانا صفدر صاحب کی بے خبری اور مولانا عثمانیؒ کا وہم
 ہے کہ علامہ سیوطیؒ نے اس کی توشیح کی ہے۔ مجمع الزوائد کتاب الطہارت کی
 ایک ایک سطر دیکھیں لگا کر پڑھیں یہ روایت آپ کو نظر نہ آئے گی۔ اگر کوئی یہ روایت
 مجمع الزوائد سے ثابت کر دے تو ہم اس کے شکر گزار ہونگے۔ (مجموعہ ملکہ امانت)

الجواب اثری صاحب نے یہاں جو چھ باتیں کی ہیں یہ تمام باتیں صرف اخاف
 سے ضد، عناد اور مسلکی تعصب کا نتیجہ ہیں۔

پہلی بات: کہ اخاف اس کو صحیح بنانے کی کوشش کرتے ہیں تو اس بارہ
 میں غرض ہے کہ اس روایت کو صرف اخاف ہی صحیح بنانے کی کوشش نہیں کرتے۔
 بلکہ امام سیوطیؒ الشافعی بھی اس کو حسن کہتے ہیں۔ (الجامع الصغیر ص ۱۱۱) اور علامہ

امروزی اشاعتی بھی فرماتے ہیں: قال العلقمی بجانبه علامته الحسن والرحمۃ
 (۲۳) اور امام ابن جریر الطبریؒ نے بھی اس کی تصحیح کی ہے۔ (بغیۃ اللامعۃ ص ۱۱۲)
 دوسری بات کہ ابوالخالد الدلائلی ضعیف ہے۔ اگرچہ بعض محدثین نے ابوالخالد کو ضعیف
 کہا ہے لیکن بعض اس کی توثیق بھی کرتے ہیں۔ امام یحییٰ بن سعیدؒ فرماتے ہیں: لیس بہ
 بأس۔ وکذا قال النسائی وقال ابو حاتم وصدر وقتقہ۔ وقال احمد
 بن حنبل لا بأس بہ، وقال الحاکم ان الائمة المتقدمین
 شہدوا له بالصدق والاتقان۔ (تہذیب التہذیب ص ۸۲ و ۸۳)
 رہی غلطی اور خطا تو اس سے کون سا محدث محفوظ رہا ہے؟ اگر دلیل کسی کی غلطی
 ثابت ہو جائے تو غلط کو غلط ہی کہا جائے گا مگر ضد آتھب اور غلطی کے زمرے
 دعویٰ سے ہرگز غلط ثابت نہیں ہوتی اور نہ ہو سکتی ہے۔

تیسری بات: کہ ابوالخالد نے قتادہؒ سے کچھ نہیں سنا۔ تو ہم اثری صاحب کے
 عرض کرتے ہیں کہ الجوزہ النقی ص ۱۲ میں ہے: ذکر صاحب الکمال انہ
 سمع عن قتادہ... الخ۔ کہ ابوالخالد نے حضرت قتادہؒ سے سماعت کی ہے
 لہذا عدم سماعت کا دعویٰ قطعی نہ رہا۔

چوتھی بات: کہ قتادہؒ نے ابوالعالیہؒ نے صرف چار حدیثیں سنی ہیں تو اس بارہ
 میں اثری صاحب کو امام بیہقیؒ کا یہ فرمان بھی پیش نظر رکھنا چاہیے۔ وہ فرماتے ہیں کہ
 چار حدیثوں کے علاوہ اور احادیث بھی قتادہؒ نے ابوالعالیہؒ سے سنی ہیں: وسمع
 ایضاً حدیث ابن عباسؓ فیما یقول عند الکرب وحديثه فی رتبۃ
 النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ اسری بہ موسیٰ وغیرہ... الخ
 (سنن الکبریٰ ص ۱۲۱)

پانچویں بات: کہ یہ روایت حضرت ابن عباسؓ کی صحیح روایت کے معارض

ہے تو یہ اثری صاحب کی کم فہمی کا نتیجہ ہے۔ اثری صاحب اپنی غیادت کی وجہ
 سے یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ کی اس حدیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم کی نیند کا ناقض ہونا ثابت ہوتا ہے جب کہ دوسری احادیث عدم نقض پر
 دلالت کرتی ہیں مگر یہ ان کی انتہائی کم فہمی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلوب
 حکیم کے طور پر عوام اور ائمہ کے لیے حکم دیا ہے کہ جو اضطرار کی حالت میں سوتے
 گا اس کی نوم ناقض و ضرر ہوگی۔ آپ کی نیند ناقض و ضرر نہ تھی۔ (دیکھئے
 العرف الشذی ص ۷۷ و خزائن السنن ص ۱۱۱ وغیرہ) لہذا اس حدیث کا عدم
 نقض والی کسی حدیث سے قطعاً کوئی تعارض نہیں ہے۔ یہ اپنی جگہ صحیح اور وہ
 احادیث اپنی جگہ درست ہیں۔

چھٹی بات: کہ مولانا صفدر صاحب کی بے خبری اور مولانا عثمانیؒ کا وہم ہے
 کہ علامہ بیہقیؒ نے اس کی توثیق کی ہے اس کے جواب میں ہم اثری صاحب سے
 واضح کرتے ہیں کہ بفضلہ تعالیٰ مولانا عثمانیؒ کو یادت دار اور ثقہ مصنفین کے زمرہ میں
 شامل ہیں بلا وجہ ان کو وہی قرار دینا درست نہیں ہے۔ حضرات محدثین کرامؒ اپنی
 اپنی صوابدید کے مطابق کبھی بھی حدیث کسی اور باب میں نقل کر دیتے ہیں جہاں اس
 کا وہم بھی نہیں ہوتا۔ ممکن ہے علامہ بیہقیؒ نے یہ حدیث کسی اور باب میں نقل کی ہو
 اثری صاحب مجمع الزوائد کی مکمل دس جلدیں بغور بغیر خوردین لگائے پڑھ لیں۔ اگر
 واقعی یہ روایت مجمع الزوائد میں نہ ہوئی تو ہم علامہ عثمانیؒ کا وہم تسلیم کر لیں گے کیونکہ وہ
 معصوم نہیں اور ان کے حوالہ سے نقل کرنے والے بھی معصوم نہیں ہیں۔

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے ارشاد الشیخ
دسواں الزام ص ۱۱۱ میں حضرت علیؓ سے ایک روایت تصحیح کے ساتھ نقل
 کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ کے یقین اپنے بعد کسی کو خلیفہ نامزد نہیں

کیا۔ اثری صاحب کو اس پر اعتراض ہے وہ لکھتے ہیں کہ اگرچہ علامہ ہاشمیؒ نے کہا ہے کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں بغیر اسماعیل بن ابی الحارث کے اور وہ ثقہ ہے اور امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے مگر حقیقت میں یہ روایت قطعاً صحیح نہیں ہے کیونکہ امام حاکمؒ نے اسے شعیب بن مسیونؒ کی سند سے نقل کیا ہے اور وہ صحیح کا راوی نہیں۔ پھر آگے جا کر اثری صاحب لکھتے ہیں اور کتنے مقامات ہیں جہاں حضرت موصوف نے تحقیق کے اعتبار سے علامہ ہاشمیؒ اور امام حاکمؒ وغیرہ سے اختلاف کیا ہے بعض رافضیوں کی مخالفت میں بلا تامل اس کو صحیح قرار دینا قرین انصاف نہیں۔
لَا يَجُوزُ لَكُمْ شَتَانُ قَوْلِهِ عَلَى أَنْ لَا تَعْدِلُوا. اِعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى. (محصلاً ص ۲۱ تا ص ۲۵)

الجواب | قارئین کرام ملاحظہ کریں کہ اس عبارت میں اثری صاحب نے تین طلاقیں کو ایک کہنے والے اور رفع الیدین کرنے والے ٹپے بجا کر (رافضیوں) کی کیسی عمدہ اور مفت وکالت کی ہے۔ شاباش عجیب ماجرا ہے کہ امام حاکمؒ کو تشیع ہونے کے باوجود اس حدیث کو صحیح کہتے ہیں اور علامہ ذہبیؒ ان کی تائید کرتے ہیں مگر نام نہاد اہل حدیث اور دین کے واحد ٹھیکیدار محض اخلاف کی عداوت اور رافضیوں کی دوستی میں اس کو ضعیف قرار دینے کی قسم کھائے بیٹھے ہیں امام حاکمؒ اور علامہ ذہبیؒ دونوں نے اسے صرف صحیح کہا ہے یہ نہیں کہا کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں اور ان کی رائے میں یہ روایت صحیح ہے اور پہلے باحوالہ یہ بات گزر چکی ہے کہ محدثین کرامؒ حلال و حرام اور احکام وغیرہ بنیادی امور کے علاوہ روایات کے بارے میں تشدد نہیں کیا کرتے بلکہ تسامح سے کام لیتے ہیں۔ اگرچہ دیگر حضرات محدثین کرامؒ نے شعیب بن مسیونؒ پر جرح کی ہے مگر امام حاکمؒ، علامہ ذہبیؒ اور علامہ ہاشمیؒ کے نزدیک یہ راوی اس قابل ہے کہ اس کی روایت صحیح ہو۔ اس لیے

انہوں نے اس کی روایت کو صحیح کہا ہے۔
رجالہ رجال الصحیح یا علی شرط البخاری ومسلم کی تفصیل کے بارے میں محدثین کرامؒ کے دو گروہ ہیں ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ راوی بعینہم بخاری اور مسلم کے راوی ہوں۔ دوسرے حضرات یہ کہتے ہیں کہ اگرچہ راوی بعینہم وہ نہ ہوں جو بخاری و مسلم کے راوی ہیں مگر ان کے ہم پلہ ہوں۔ حافظ ابن الطاہر المقدسیؒ کی (دیکھئے حاشیہ شرح نخبۃ الفکر ص ۱۱۱) اور حافظ ولی الدین احمد بن عبد الرحیم العراقيؒ استاد حافظ ابن حجرؒ کی (ملاحظہ ہو تدریب الراوی ص ۱۱۱) سی رائے ہے ہو سکتا ہے کہ علامہ ہاشمیؒ کی بھی یہی رائے ہو۔ لہذا شعیب بن مسیونؒ کو بخاری کے روات میں تلاش کرنے کی قطعاً ضرورت نہیں ہے اور صحیحین کے بعض راویوں پر بعض محدثین کرامؒ نے تنقید کی ہے اور خود اثری صاحب کو بھی اس کا اقرار ہے جیسا کہ پہلے باحوالہ گزر چکا ہے۔

بے شک حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجد ہم لے دلیل و برہان کے ساتھ بعض مقامات پر امام حاکمؒ اور علامہ ہاشمیؒ وغیرہ سے اختلاف کیا ہے مگر اس کا مطلب ہرگز نہیں کہ ہر مقام پر یکراں باندھ کر ان سے بلا و غیر اختلاف کیا جائے جیسا کہ اثری صاحب ومن وافقہ کا اخلاف کے ساتھ اختلاف برائے اختلاف اور ضد کا وطیرہ ہے اور یہ اثری صاحب کی عادت تشریفہ اور ان کا محبوب ترین مشغلہ ہے۔
اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے

گیارہواں الزم | ارشاد الشیخہ ص ۱۱۱ میں مسند احمد ص ۱۱۱ کے حوالہ سے فرموا
یہ روایت نقل کی ہے کہ آخر زمانہ میں ایک قوم زور و شور سے ظاہر ہوگی جس کا نام رافضہ ہوگا جو اسلام کو ترک کر دے گی اور ایک اور روایت مجمع الزوائد ص ۱۱۱ کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مرفوعاً نقل کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم سے محبت کا وہ غلے کرنے والی

ایک قوم بنام رافضہ آئے گی۔ ان سے جہاد کرنا کیونکہ وہ مشرک ہوگی۔ اثری صاحب ان روایات پر گرفت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ پہلی روایت میں ایک راوی یحییٰ بن منوکل ہے جس پر محدثین کرام نے سخت جرح کی ہے اور دوسرا راوی کثیر بن اسماعیل النوار ہے جو غالی شیعہ اور ضعیف تھا اور اس پر حوالے نقل کیے ہیں۔ نیز اثری صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت کو اگرچہ علامہ ہاشمیؒ نے اسناد حسن کہا ہے اور المعجم البکیر للطبرانیؒ کے محشی فاضل محقق شیخ حمدی عبد المجید السلفی نے علامہ ہاشمیؒ پر اعتماد کرتے ہوئے اسنادہ حسن کہا ہے مگر اس کی سند میں حجاج بن تمیم راوی ضعیف ہے اور محدثین کرامؒ نے اس پر جرح کی ہے۔ مولانا صفدر صاحب پر تعجب ہے کہ ان کو مجمع الزوائد میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت کے بارے اسنادہ حسن کے الفاظ تو نظر آگئے مگر اس کے متصل بعد حضرت علیؓ کی روایت کے بارے علامہ ہاشمیؒ کے ضعیف قرار دینے کے الفاظ نظر نہ آئے۔ (مجموعہ ۱۱۱)

الجواب اثری صاحب پر اخلاف کے ساتھ دشمنی اور روانفس سے قلبی محبت کا محبت سوار ہے وہ محدثین کرامؒ کے واضح اصول کو نہ سمجھتے ہیں اور نہ اس پر عمل کرتے ہیں کہ وہ مناقب وغیرہ کی روایات کے بارے تساہل سے کام لیتے ہیں۔ جب مناقب کے سلسلہ کی اس حدیث کو علامہ ہاشمیؒ نے اسنادہ حسن کہا اور آپ کے فاضل محقق سلفی صاحب نے بھی اس کی تائید کی ہے تو تسلیم کر لیں جب کہ علامہ ہاشمیؒ نے حضرت ابن عباسؓ کی اسی سند کی ایک اور روایت بھی نقل کی ہے اور فرمایا ہے: رواہ ابو یعلیٰ والبراد والطبرانی ورجالہ وثقوا ووف بعضہم۔ بخلاف (مجمع الزوائد ص ۱۰۱) اور حضرت علیؓ کی روایت تائید میں پیش کی گئی ہے۔ اثری صاحب نے حضرت شیخ الہیث صاحب دام مجہم پر تو علامہ ہاشمیؒ سے راوی کی تضعیف نہ نقل کی کی جہتی اڑائی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کی

حدیث کے بارے اسنادہ حسن کے الفاظ تو نظر آگئے مگر آگے سرٹ علیؓ کی روایت کے بارے علامہ ہاشمیؒ کے یہ الفاظ کشید بن اسماعیل النوار ضعیف۔ شیر ماد سمجھ کر ہضم کر گئے۔ (محمد امین مگر خیر سے اثری صاحب کو مجمع الزوائد کے اسی صفحہ پر حضرت ابن عباسؓ کی پوری روایت ہی نظر نہیں آئی یا وہ اس کو کیا سمجھ کر پی گئے ہیں؟ علامہ ہاشمیؒ نے جس راوی کا تذکرہ کیا ہے وہ کبیر بن اسماعیل السوار ہے۔ (مجمع الزوائد ص ۱۰۱) اثری صاحب حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ یہ ضعیف ہے مگر انہوں نے اس کی دلیل کوئی پیش نہیں۔ اگر واقعی یہ ضعیف ہو اور راوی کثیر بن اسماعیل النوار ہی ہو، تب بھی کوئی جرح نہیں ہے کیونکہ بعض محدثین کرامؒ نے اس کی توثیق بھی کی ہے۔ تہذیب (ص ۱۱۱) میں ہے۔ ذکرہ ابن حبان فی الثقات وقال المعجمی لہ بأس بہ امام ابن عدیؒ فرماتے ہیں کان خالیاً فی التشیع لیکن محدث محمد بن بشر البیدیؒ فرماتے ہیں رجوع عن التشیع (ایضاً) آخر میں تشیع سے رجوع کر لیا تھا۔ مناقب اور فضائل وغیرہ کے باب میں محدثین کرامؒ ایسے روات کو برائ کر تے ہیں۔

احادیث اور مختلف عبارتوں میں کانٹ چھانٹ کا طعن،

اثری صاحب مشکا پر عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز صاحب صفدر کی تصانیف میں یہ بات بھی کئی مقامات میں دیکھنے میں آئی کہ وہ ائمہ سلف کی عبارتیں ذکر کرنے میں دیانت داری کا مظاہرہ نہیں کرتے۔ بلکہ ان کے ہاں اپنی اغراض کے لیے احادیث کے الفاظ میں حک و اضافہ بھی کئی معیوب بات معلوم نہیں ہوتی۔ ... الخ۔

الجواب حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے کہیں بھی دانستہ عبارات کے نقل کرنے میں کوئی خیانت نہیں کی۔ اگر مطلب کی حامل عبارت نقل کی ہے تو بلفظ یا انتہی وغیرہ کے الفاظ سے نشاندہی کی ہے اور اگر عبارت طویل ہونے کی وجہ سے ساری عبارت نقل نہیں کی تو جس کا مطلب سے کچھ تعلق ہو تو وہاں الخ یا اھ کا اشارہ کر دیتے ہیں کہ تھوڑی سی عبارت ہم نے نقل کر دی ہے مگر اگلی عبارت کو بھی ملحوظ رکھیں کہ اس کا بھی فی الجملہ مابین کی عبارت سے تعلق ہے۔ شاید اثری صاحب ان دقیق اشارات سے بے خبر ہیں یا پھر دل کی بھڑاس نکالنے پر مجبور ہیں۔ (اور یہی بات غالب معلوم ہوتی ہے کیونکہ اثری صاحب نے ص ۲۰ پر المسک المنصور کے ص ۹۷ کا حوالہ بھی دیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ المسک المنصور ان کے زیر مطالعہ رہی ہے اور المسک المنصور کے ص ۹۶ پر حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے ایک سائل کے سوال پر اس

کا جواب دیا ہے۔ اس کے باوجود اعتراض کرنا دلی بھڑاس نکالنا ہی ہے۔) اور تمام مصنفین کا یہی طریقہ ہے کہ وہ کتابوں سے اپنے مطلب کے حوالے ہی لیتے ہیں اس میں اعتراض کی کوئی بات ہے اور یہی طریقہ خود اثری صاحب اور ان کے استاد محترم محدث گوندلوی نے بھی اختیار کیا ہے اور چھوڑ کر انھوں نے قرآن کریم کی آیات کے بارے میں ہی انداز اختیار کیا ہے محدث گوندلوی لکھتے ہیں قرآن مجید میں ہے۔ اِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ فَبَيِّنْ لَهُ اَلْاٰیَةَ (الحجرات) (خیر الکلام ص ۳۸) آگے پیچھے کا کوئی حصہ ذکر نہیں کیا۔ اسی طرح وہ لکھتے ہیں: دوسری آیت فَاَقْرَءْ وَاَمَّا يَنْتَشِرُ مِنَ الْقُرْآنِ۔ (مزل)۔ (خیر الکلام ص ۳۸) اسی طرح حدیث کے بارے میں بھی انداز اختیار کیا ہے حدیث کا اتنا ہی حصہ نقل کرتے ہیں جو ان کی بحث سے متعلق ہے مثلاً وہ لکھتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لَا تَقْطَعِ الْيَدَ الْاُخْرٰی رُبْعَ دِينَارٍ فَصَاعِدًا۔ (جزء القراءات) (خیر الکلام ص ۳۸) مزید لکھتے ہیں۔ اس کی نظیر وہ حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شَمَّ اقْرَأْ بِاَمِّ الْقُرْآنِ وَبِمَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَقْرَأَ۔ (اجوداؤد) ایک روایت میں ہے: شَمَّ اَفْعَلْ ذَلِكَ فِي صَلَٰوةٍ تَلُوْهُ كَلِمًا۔ (اجوداؤد) (خیر الکلام ص ۳۸) اس قسم کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔ اس پر کوئی ذی ہوش تو اعتراض نہیں کر سکتا مگر اثری صاحب کا معاملہ جدا ہے۔ ہاں اگر کوئی عبارت میں قطع و برید کر کے من مانی مطلب کشید کرے تو یہ یقیناً بددیانتی اور شرعاً و اخلاقاً جرم ہے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے حوالہ دیتے وقت وہی مطلب واضح کیا ہے جو اس عبارت کے سیاق و سباق سے واضح ہوتا ہے۔ مخالفین نے حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کے دلائل کے سامنے بے بس ہو کر یہ حربہ استعمال کیا اور اثری صاحب

اسی کو ہوا دے رہے ہیں مگر ان کے اس انداز کی حیثیت اسی طرح ہے جس طرح
ابراہیم علیہ السلام کے آگ میں پھینکے جانے کے بعد پھیل چکی تھیں مگر اس آگ کو تیز کرنے
کی کوشش کرتی تھی مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جب آگ کا ہی اثر نہیں تو اس
کی ٹھنڈیوں کا کیا اثر ہو سکتا ہے؟ سچ ہے۔

جیسے رب رکھے اسے کون چکھے

خزان السنن الامالیٰ تقریروں کا مجموعہ ہے اس میں تقریر نوٹ کرنے والوں کے
بعض الفاظ کی کمی بیشی اور بعض مقامات میں اغلاط واقع ہوئی ہیں۔ دوسرے ایڈیشن
میں آگاہی کے بعد بہت سی اغلاط دور کر دی گئی ہیں اس کی مزید اصلاح ہو رہی
ہے۔ انشاء اللہ الصریح قابل اصلاح چیزوں کی اصلاح میں نہ پہلے عار کبھی ہے
نہ اب عار سمجھتے ہیں بلکہ اغلاط سے آگاہ کرنے والوں کے شکر گزار ہیں۔

خزان السنن میں ایک جگہ حدیث کے الفاظ میں شعر کے الفاظ زائد درج
ہو گئے ہیں اس کی اصلاح کی جائے گی۔

اثری صاحب ادھوری روایت کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر
صاحب نے مسند احمد کی پوری روایت نقل نہیں کی بلکہ اس کا ایک حصہ نقل کیا اور اگر
دوسرا حصہ نقل کر دیتے تو اس سے یثابت ہوتا کہ پانچ درادر ایک وتر پڑھنا بھی
جائز ہے۔ صرف تین ہی کی پابندی چہ معنی وارد؟ (محصلاً منہ)

الجواب اس اعتراض کا جواب تو اثری صاحب نے خود اپنی اس عبارت میں
دے دیا جس میں وہ لکھتے ہیں امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک نماز درادر واجب
ہے اس کی تائید میں حضرت مولانا صاحب نے ایک دلیل یوں ذکر کی ہے (۱)
جب یہ دلیل وجوب کے مسئلہ میں پیش کی جا رہی ہے تو جو حصہ اس بحث سے
متعلق ہے اسی کو ذکر کرنے اور باقی حصہ کو ذکر نہ کرنے میں کون سا اعتراض ہے؟

اور پھر یہ کہ باقی حصہ سے پانچ درادر ایک دو کا جواز ثابت ہوتا ہے تو اضافی نہ
کہ ان کو لازم قرار دیا ہے وہ تو روایات میں سے تین رکعات والی روایات کو ترجیح
دے کر تین کا تعین کرتے ہیں کیونکہ روایات میں سات، پانچ، تین، ایک اور یومی ایماء
تمام الفاظ موجود ہیں ان میں اخلاف تین رکعات والی روایات کو ترجیح دیتے ہیں۔

اثری صاحب اس کی ایک اور مثال کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ
اضحیہ والی روایت میں عتیرہ چھوڑ دیا ہے۔ (محصلاً منہ)

الجواب اس کا جواب پہلے گزر چکا ہے کہ عتیرہ بالافتاق منسوخ ہے اور منسوخ کو
ذکر نہ کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بالخصوص اس وقت جب کہ
روایت سے کسی حکم کو اخذ کیا جا رہا ہو۔

اثری صاحب اس کی تیسری مثال کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر
صاحب نے ہر دو رکعت کے بعد تشہد کے بارہ میں ترمذی شریفؒ کی روایت
پیش کی ہے وہ روایت ادھوری نقل کی ہے کیونکہ اس میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ تشہد
کے بعد عاجزی سے دعا بھی کرے اور دعا میں ہاتھ اٹھائے۔ اور پھر اثری صاحب
حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے حدیث کا ابتدائی حصہ لکھ کر الحدیث
لکھا ہے۔ اگر آفری حصہ ان کی تعبیر کے مطابق ہوتا تو اس کی گنجائش تھی مگر یہاں سائلہ
اس کے برعکس ہے۔ جیسا کہ مولانا بنوری مرحوم نے وضاحت فرمائی ہے۔ اور پھر
اثری صاحب لکھتے ہیں کہ دو تشہدوں کے بعد سلام پھیرنا چاہیے ہاتھ اٹھا کر دعا
کرنی چاہیے کیونکہ مسند احمد میں تشہد و سلام کے الفاظ بھی موجود ہیں اور مولانا
بنوری مرحوم نے منارف السنن میں فقہ یدیک کے الفاظ کی ہی حجت
بیان کی ہے۔ اگر مولانا صفدر صاحب اس حدیث کے مکمل الفاظ نقل کر دیتے
تو ان کے استدلال کی کمزوری ہر قاری پر واضح ہو جاتی۔ اس لیے انھوں نے

حدیث کا ابتدائی حصہ نقل کرنے میں عافیت سمجھی۔ (محصلاً ص ۱۸۱ و ص ۱۸۲)

الجواب

اس اعتراض کا جواب بھی خود اثری صاحب اپنی ابتدائی عبارت میں دے چکے ہیں کہ اخاف کے نزدیک تین دتر پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ دو رکعت کے بعد تشہد پڑھا جائے پھر بغیر سلام کے کھڑے ہو کر تیسری رکعت پوری کی جائے اس کے لیے حضرت مولانا صفدر صاحب نے اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے۔ ... الخ۔ اس عبارت سے واضح ہے کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجد ہم کا دعویٰ کیا ہے اور آگے جو حدیث بیان کی ہے وہ ان کی دلیل ہے دعویٰ اور دلیل میں بالکل مطابقت ہے۔ اثری صاحب نہ جانے کس بنا پر اعتراض کر رہے ہیں؟ حدیث کے الفاظ ہیں کہ ہر دو رکعت کے بعد تشہد ہے اور یہی دعویٰ ہے جو خود اثری صاحب نے بیان کیا ہے۔ باقی رہا یہ کہ اس میں ہے کہ دُعا کرے اور ہاتھ اٹھائے تو اگر دو رکعت والی نماز ہے تو سلام پھیر کر ہاتھ اٹھائے اور دُعا کرے اور اگر دو رکعت والی نماز نہیں اور نوافل ہوں تو تشهد میں دو تشریف اور دُعا کرے گا۔ اس حدیث کی وجہ سے اس کے لیے ہاتھ اٹھانے کی گنجائش ہے اور اگر فرض نماز ہے تو بالاتفاق سلام سے پہلے ہاتھ اٹھا کر دُعا نہیں ہے جب یہ صورت بالاتفاق مستثنیٰ ہے تو اس سے یہی واضح ہوتا ہے کہ یہ حصہ فضلی نمازوں یا دو رکعت والی نماز کے متعلق ہے اور پہلا حصہ عام ہے اس لیے اس کو پیش کیا ہے۔ اثری صاحب خواہ مخواہ پھر دے کر مسئلہ بگاڑنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اثری صاحب کا یہ کہنا کہ دو رکعت کے بعد سلام بھی پھیرنا چاہیے جیسا کہ مسند احمد کی روایت میں ہے تو اس بارہ میں ہم عرض کرتے ہیں کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجد ہم نے روایت ترمذی صاحب کی پیش کی ہے جس میں سلام کا ذکر نہیں ہے۔ اثری صاحب خواہ مخواہ ترمذی اور مسند احمد کی روایات

کو کیوں غلط ملاحظہ کر رہے ہیں؟ حالانکہ مسند احمد میں ایک ہی جگہ میں ایک ہی راوی سے دو قسم کی روایات ہیں ایک میں سلام کا ذکر ہے اور دوسری میں نہیں ہے اور مولانا بخاری نے صراحت کی ہے کہ (سلام والی روایت) جو شعبہ سے ہے اس کی بہ نسبت لیث بن سعد کی روایت اصح ہے (جس میں سلام کا ذکر نہیں ہے)۔ (معارف السنن ص ۴۵)

حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجد ہم نے حدیث کے ابتدائی الفاظ کھ کر الحدیث لکھا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے مکمل حدیث نہیں بلکہ اس کا کچھ حصہ نقل کیا ہے اس کے باوجود اثری صاحب کا یہ کہنا کہ روایت ادھوری بیان کی ہے اس کو دھیل کے سوا اور کیا نام دیا جاسکتا ہے؟ اپنے اس دھیل سے توجہ ہٹانے کے لیے اثری صاحب نے حاشیہ میں یوں لکھ مارا کہ مولانا صفدر صاحب کی تعبیر کے برعکس مولانا بخاری مرحوم نے وضاحت فرمائی ہے حالانکہ مولانا بخاری کی پوری بحث میں کہیں بھی اس کے خلاف نہیں ہے اگر ذرا بھی اس کا کچھ ثبوت ہوتا تو ضرور اثری صاحب اس وضاحت کو نقل کرتے مگر اثری صاحب نے اس خلاف کا اشارہ نہ کیا۔

اثری صاحب امام بخاری کی ادھوری ترجمانی کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے خزان السنن ص ۳۹ میں لکھا ہے لیکن امام بخاری کا یہ استدلال کمزور ہے کیونکہ یہ موقوفات ہیں اور مقابلہ میں صریح و صحیح و مرفوع روایات ہیں ان کے مقابلہ میں موقوفات کا کیا حسی؟ الخ۔ اثری صاحب لکھتے ہیں کہ یہ مولانا صفدر صاحب کا دھوکہ بلکہ بدترین بددیانتی ہے۔ کیونکہ امام بخاری نے آثار ہی نہیں بلکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع روایت حضرت ذوالبیدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی بھی ذکر کی ہے۔ (محصلاً ص ۱۸۱ و ص ۱۸۲)

الجواب اثری صاحب جو اس بات کی میں عجیب گل کھلاتے چلے جاتے ہیں یہاں بھی وہ اسی جو اس بات کی ثبوت دے رہے ہیں ورنہ اگر وہ اس حالت سے نکل کر دیکھیں تو ان کو معلوم ہو جائے گا تو مولانا صفدر صاحب نے مفرع روایت ترک نہیں کی بلکہ اس روایت سے امام بخاری کا استدلال ہی درست نہیں ہے اس لیے کہ یہ روایت اس تشہد کے بارہ میں غاموش ہے اس میں نہ نفی ہے اور نہ اثبات۔ جب کہ کتب احادیث سے صحیح اور صریح روایا اس بارہ میں حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجہم نے پیش کی ہیں۔ امام بخاری کا اس روایت سے استدلال ان کی اگلی روایت کو ساتھ ملا کر ہے جس میں ہے کہ سلمہ بن علقمہ کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن سیرین سے سجدہ سو کے بعد تشہد کے بارہ میں پوچھا تو انھوں نے کہا کہ حضرت ابوہریرہ کی روایت میں نہیں ہے۔ امام بخاری کا یہ انداز بتاتا ہے کہ بعد والی روایت کو ساتھ ملا کر ہی وہ اس روایت سے استدلال کر رہے ہیں حالانکہ بعد والی روایت تو موقوف ہے اور موقوف روایت کو ملائے بغیر ان کا استدلال ہو ہی نہیں سکتا۔ جب مدار استدلال کا موقوف پر ہے تو حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجہم نے جب یہ کہہ دیا کہ یہ موقوفات ہیں تو اس پر اثری صاحب کیوں واویلا مچا رہے ہیں اور کیوں اتنے سیخ پا ہیں؟ اگر ان میں جرأت تھی تو اس روایت کے الفاظ سے صراحت کے ساتھ ان کا استدلال واضح کرتے تاکہ کہا جاسکتا کہ جب استدلال واضح ہے تو حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجہم نے کیوں چوڑا ہے؟ اثری صاحب بات دلائل کی دنیا میں ہونی چاہیے، واویلا کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

اثری صاحب حدیث کی معنوی تحریف کا عنوان قائم کر کے کہتے ہیں میں تو ان میں دو رکعت کے بعد تشہد کے ثبوت میں مولانا صفدر صاحب نے صحیح مسلم ۲۵۱/۱

کی اس روایت سے بھی استدلال کیا ہے۔ ویصلی تسع رکعات لا یجلس فیہا الا فی الثامنة فیذکر اللہ ویحمدہ ویدعہ ثم ینہض ولا یسلم ثم یقوم فیصلی التاسعة ثم یقعد فیذکر اللہ ویحمدہ ویدعہ ثم یسلم۔ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نو رکعتیں پڑھتے تھے۔ ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے لیکن ساتویں، آٹھویں اور نویں رکعت میں یعنی جب دو پڑھتے تو آٹھویں رکعت کے بعد التحیات تو پڑھتے لیکن سلام نہ پھیرتے اور راوی نے آٹھویں رکعت کے بعد خصوصیت سے قعود کا ذکر کیا ہے کہ یہ عام قعود سے جدا ہے ان میں سلام تھا ان میں نہیں۔ (خرائن السنن ص ۱۶۷)

اثری صاحب کہتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے اس میں معنوی تحریف کی ہے۔ (مجلس ۱۸۲/۱)

الجواب حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجہم نے روایت کا لفظی ترجمہ تو کیا نہیں بلکہ اس کا مفہوم بیان کیا ہے اور مفہوم بیان کرتے وقت اس روایت پر جو محدثین کرام کی بحث ہے اس میں محتاط پہلو کو پیش نظر رکھا ہے کیونکہ یہ بحث فتح المسلمین میں دیکھی جاسکتی ہے (ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ سے ہی اسی مسلم شریف ۲۵۱ میں تہجد کی نماز کے بارہ میں روایت ہے۔ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فیما بین ان ینزع من صلوۃ العشاء وہی التي یدعو الناس المئمة الى الفجر احدى عشرة رکعة یسلم بین کل رکعتین ویؤتی بواحدة۔ الحديث۔

یہاں ہر دو رکعت کے درمیان سلام کی وضاحت ہے اور جس میں لا یجلس الا فی الثامنة کے الفاظ میں تو اس کی توجیہ یہ کرتے ہیں کہ جس طرح کا جلوس وقعدہ اس آٹھویں رکعت میں تھا باقی جلوس وقعدہ اس طرح نہ تھے بلکہ ان کے آخر میں سلام بھی تھا۔ یہ توجیہ اس لیے کرنی پڑتی ہے تاکہ روایات کا

تعارض نہ ہو بلکہ ان کے درمیان تطبیق ہو جب ایک جگہ وضاحت ہے تو دوسری جگہ اس وضاحت کے مطابق ہی توجیہ بہتر ہوگی اس لیے یہاں توجیہ کو پیش نظر رکھ کر فقہم بیان کیا ہے اور توجیہ کی جانب اشارہ بھی کر دیا ہے کہ راوی نے آٹھویں رکعت کے بعد خصوصیت کے لیے قود کا ذکر کیا ہے کہ یہ عام قعدوں سے جدا ہے ان میں سلام تھا اس میں نہیں۔ (خزان السنن ص ۲۱۳)

اور نواب صدیق حسن خانؒ نے بھی ان روایات پر بحث کرتے ہوئے لکھا کہ ایک سلام کے ساتھ ان تمام رکعات کو ادا کرنا جائز تو ہے مگر افضل ہر دو رکعت پر سلام پھیرنا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہور عمل یہی ہے اور حکم بھی آپ کا یہ ہے کہ صلوٰۃ اللیل مثنی مثنی۔ (السراج الوہاج شرح مسلم ص ۲۲۲)

جب حضرات محدثین کرامؒ کی توجیہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور عمل کو پیش نظر رکھ کر مفہوم بیان کیا گیا ہے تو اس میں کوئی معنی تحریف ہے؟ یہ صرف اثری صاحب کی ناسمجھی اور جہالت کا شاخسانہ ہے کہ اس کو تحریف سے تعبیر کر رہے ہیں۔

اثری صاحب اسی بحث میں لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب امجدہم نے محلی ابن حزم کے حوالہ سے یہ لکھا کہ علامہ ابن حزمؒ نے وتروں کی دو رکعت کے بعد سلام نہ پھیرنے کے بارے میں امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہی روایت پیش کی جو سلم کے حوالہ سے گزری ہے حالانکہ یہ روایت مسلم کی نہیں بلکہ نسائی وغیرہ کی ہے تو اس کے بارے میں عرض ہے کہ یہ روایت نسائی کے علاوہ مستدرک ص ۲۱۳ میں علی بن شریک الشعمیؒ موجود ہے۔ حوالہ نقل کرنے میں ہو سکتا ہے کہ نوٹ کرنے والوں سے غلطی ہو گئی ہو یا حضرت شیخ الحدیث صاحب امجدہم سے ہی ذہول ہو گیا ہو۔ انشاء اللہ العزیز حوالہ درست کر لیا جائے گا۔ روایت موجود ہے اس سے استدلال بھی درست ہے اثری صاحب کا یہ کہنا کہ اؤ سیدھا کرنے کے لیے ایسا کیا ہے یہ صرف تعصب کا اظہار ہے۔

اثری صاحب امام ابن القطان کی ادھوری عبارت کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے نمازیں رفع یدین نہ کرنے کے بارے میں حضرت ابن سعودؒ کی روایت نقل کر کے بحوالہ العرف الشذی لکھا ہے کہ امام ابن القطان نے کہا کہ یہ روایت میرے نزدیک صحیح ہے اور حافظ ابن حجرؒ نے درایہ میں ترک الی روایت کے بارے امام دارقطنیؒ کی تصحیح نقل کی ہے حالانکہ امام ابن القطان کے الفاظ حافظ ابن حجرؒ نے اس طرح نقل کیے ہیں: قال ابن القطان هو عندی صحیح الا قوله ثم لا يعود.... وکذا قال الدارقطنی انه صحیح الا هذا المفظہ۔ (الدرایہ ص ۱۱۶) اثری صاحب لکھتے ہیں کہ امام ابن قطان کے کلام میں ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے مگر ثم لا يعود کے الفاظ صحیح نہیں مگر صدافوس کہ اس حقیقت کے برعکس یاد رکھایا جاتا ہے کہ امام ابن قطان نے اسے صحیح کہا ہے۔ (محصلا ص ۱۸۷ د ص ۱۸۸)

اثری صاحب کو خود اعتراف ہے کہ مولانا صفدر صاحب نے جو جواب حوالہ دیا وہ درست ہے وہ لکھتے ہیں بلاشبہ علامہ کشمیریؒ نے العرف الشذی میں یہ فرمایا (ص ۱۸۷) اس اعتراف کے بعد اثری صاحب کا اعتراض اور الزام حضرت شیخ الحدیث صاحب امجدہم سے ٹل کر علامہ کشمیریؒ کی جانب چلا گیا۔ مگر یقین جانئے کہ علامہ کشمیریؒ نے قطعاً امام ابن قطان کی ادھوری عبارت نقل نہیں کی بلکہ ان کی صحیح ترجمانی کی ہے۔

اثری صاحب لکھتے ہیں: مگر یقین جانئے امام ابن قطانؒ اور امام دارقطنیؒ کے بارے میں یہ کہنا کہ انھوں نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے اور پھر اس کے لیے الدرایہ کا حوالہ دینا مکمل نظر ہے... الخ (ص ۱۸۷) ہم واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ اثری صاحب یہاں بھی اپنا روایتی چکر چلا کر دجل کا مظاہرہ کر رہے ہیں اے

لیے کہ علامہ کشمیری نے امام ابن قنطاری کا قول الدرایہ کے حوالے سے نہیں بلکہ براہ راست ان کی کتاب "الوہم والایہام" سے پیش کیا ہے اور الدرایہ کا حوالہ صرف امام دارقطنی کی تصحیح کے بارے میں ہے۔ اثری صاحب کم از کم خزائن السنن کی عبارت ہی غور سے پڑھ لیتے۔

اثری صاحب لکھتے ہیں اہل علم جانتے ہیں کہ الدرایہ علامہ زبلی کی نصب الراية کا اختصار ہے اور پھر نصب الراية کی عبارت اثری صاحب نے پیش کی۔ اہل علم سے درخواست ہے کہ وہ اثری صاحب کی پیش کردہ نصب الراية کی عبارت نصب الراية سے دیکھیں اور پھر علامہ ابن حجرؒ کا اختصار اور اثری صاحب کا اوایلائیں تو ساری حقیقت واضح ہو جائے گی کہ قصور کس کا ہے؟ نصب الراية کی عبارت سے واضح ہے کہ امام ابن القنطاری نے اپنی کتاب الوہم والایہام میں کہا ہے کہ امام ترمذیؒ نے امام ابن مبارکؒ سے ذکر کیا ہے کہ وکیع کی حدیث صحیح نہیں اور میرے نزدیک وہ صحیح ہے۔ (اس کے بعد امام ابن قنطاریؒ نے اس کی وجہ بتائی کہ ابن مبارکؒ کے نزدیک صحیح کیوں نہیں۔ مرتب) اس میں انکار وکیع پر ہے دشع لا یعود کی زیادت ذکر کرنے میں..... الخ۔

اثری صاحب نصب الراية کی عبارت غور سے دیکھیں خواہ مخواہ بیکر کے فقیر نہ بنیں وانما النکس فیہ علی وکیع سے امام ابن قنطاریؒ، امام ابن مبارکؒ کے اس روایت کو صحیح نہ کہنے کی وجہ بیان کر رہے ہیں نہ کہ اپنے عندی صحیح سے استنار کر رہے ہیں۔ علامہ ابن حجرؒ نے جو لکھا کہ: وقال ابن القنطاریؒ هو عندی صحیح الا قوله دشع لا یعود۔ (الدرایہ) الا قوله دشع لا یعود کے الفاظ قطعاً نصب الراية کی عبارت میں نہیں ہیں جن کو مدار رکھ کر اثری صاحب اعتراض کی عبارت کھڑی کر رہے ہیں۔ امام ابن قنطاریؒ کی

کتاب الوہم والایہام سے الا قوله دشع لا یعود کے الفاظ یا نصب الراية کی عبارت سے جس کا اختصار علامہ ابن حجرؒ نے کیا ہے۔ الا قوله دشع لا یعود کے الفاظ پہلے اثری صاحب ثابت کریں تو پھر امام ابن قنطاریؒ کی ادھوری عبارت کا الزام علامہ کشمیریؒ پر ہو سکتا ہے ورنہ نہیں۔ اور الدرایہ کے حوالہ سے امام دارقطنیؒ کی تصحیح نقل کی ہے۔ یہ تصحیح الدرایہ میں موجود ہے باقی رہا یہ کہ انہوں نے دشع لا یعود کے الفاظ کی استنار کی ہے مگر باقی حضرات کے برخلاف غلطی کی نسبت وکیع کی جانب بھی نہیں کرتے تو استنار کی وجہ کیا ہے؟ جب امام دارقطنیؒ قاعدہ کے مطابق حدیث کو صحیح کہہ رہے ہیں اور بلا وجہ استنار کر رہے ہیں تو اس استنار کی کوئی حیثیت نہیں رہ جاتی بلکہ حدیث کی تصحیح کے ساتھ اس زیادتی کی تصحیح بھی ہو جائے گی۔

اثری صاحب محدث مبارک پوریؒ کی طرف غلط انتساب کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب لکھتے ہیں کہ مبارک پوری صاحب تحفۃ الاحوذی ص ۲۱۱ میں لکھتے ہیں کہ مدارک رکوع مدارک رکعت ہے۔ اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مبارک پوری صاحب نے کتاب القراءة کے حوالہ سے لکھا ہے کہ امام الخلیفہ نے کہا ہے کہ اس اثر میں احتمال ہے کہ مدارک وہ رکعت ہو جس کو مقتدی امام کے ساتھ بحالت رکوع پاتا ہے اس کی یہ رکعت قرات کے بغیر ہی کفایت کرے گی۔ اور محدث مبارک پوری صاحب نے ص ۲۱۱ میں صاف صاف لکھا ہے کہ میرے نزدیک راجح ان کا قول ہے جو کہتے ہیں کہ جو امام کے ساتھ رکوع پالے وہ اسے رکعت شمار نہ کرے۔ اثری صاحب لکھتے ہیں: بتلائیے اس وضاحت کے برعکس مولانا صفدر صاحب نے جو بات کشید کی وہ مولانا مبارک پوریؒ صاحب کا موقف ہے؟ قطعاً نہیں۔ (محملہ ۱۸۸۸ء)

الجواب | اثری صاحب جب تسلیم کر رہے ہیں کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے تحفۃ الاحوذی کا جو حوالہ دیا ہے، اس محولہ صفحہ میں موجود

ہے کہ مدرک رکوع مدرک رکعت ہے تو پھر کیسے غلط انتساب ہے۔ یہ بات بیشک درست ہے کہ انھوں نے کتاب القراءة سے نقل کیا ہے مگر وہ حدیث کی شرح میں اس کو نقل کر کے اس کے کسی حصہ کو رد بھی نہیں کر رہے اور نہ ہی اپنی اختلافی رائے کا اظہار کر رہے ہیں تو یہ کہنا کہ انھوں نے لکھا ہے کیسے ان کی جانب غلط نسبت ہوگی؟ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجہم نے یہ تو نہیں لکھا کہ مبارک پوری صاحب نے اس کو ترجیح دی ہے کہ آپ ص ۱۱۴ کا حوالہ معارضہ میں پیش کرتے۔ جو بات حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجہم نے لکھی ہے وہ تحفۃ الاوذی کے حوالہ صفحہ میں موجود ہے۔ اس کو غلط انتساب سے تعبیر کرنا صرف اثری سوچ کا نتیجہ ہے۔

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے محدث مبارک پوری کی جانب خزان السنن ص ۱۸۹ میں بھی غلط انتساب کیا ہے۔ مولانا صفدر صاحب یہ باور کرنا چاہتے ہیں کہ مبارک پوری صاحب نے نسائی کے راویوں کو ثقہ کہا ہے حالانکہ وہ تو اس روایت کو شاذ کہتے ہیں۔ (محصلہ ص ۱۸۹ و ص ۱۹۰)

الجواب اثری صاحب کے اگر ہوش و حواس قائم ہوتے اور وہ بددیانتی پر ہی کمر بستہ رہنے کی قسم نہ کھائے بیٹھے ہوتے تو ان کو خزان السنن کے سوال و جواب سے نظر آجاتا کہ مولانا صفدر صاحب کیا باور کرنا چاہتے ہیں۔ ایک روایت پر امام نووی نے اعتراض کیا کہ اس میں محمد بن اسحق ہے تو اس کے جواب میں حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجہم نے لکھا کہ ایک سند میں محمد بن اسحق ہے اور دوسری سند میں وہ نہیں ہے اور اس پر تحفۃ الاوذی کا حوالہ دیا کہ اس میں ہے کہ یہ روایت محمد بن اسحق کے واسطے کے بغیر بھی ہے اور حوالہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجہم نے نقل کیے وہ تحفۃ الاوذی کے حوالہ صفحہ میں موجود ہیں اس کے باوجود غلط انتساب کے دعویٰ کا فیصلہ خود اثری صاحب اس وقت کر رہے ہیں

وہ اپنی اس مخصوص حالت سے باہر نکل آئیں۔

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے راہ سنت میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کی جانب غلط بات منسوب کی ہے کہ انھوں نے کہا ہے کہ اگر اربعہ کا اتفاق حجت ہے۔ (محصلہ ص ۱۹۰ و ص ۱۹۱)

الجواب عبارت کی غلطی تھی، اصل عبارت تھی خلفاء اربعہ کا اتفاق حجت ہے۔ قارئین کرام میں سے کسی نے توجہ بھی نہ دلائی۔ آگاہی کے بعد اس کو جدید ایڈیشن میں درست کر لیا گیا۔ غلطی سے آگاہی کے بعد اس کی اصلاح اپنا فرض سمجھتے ہیں کیونکہ غیر مقلدین کی طرح ہمارا کوا سفید نہیں ہے۔ ہمارے ہاں کوا سیاہ ہی ہے بشرطیکہ کوا ہی ہو، کیونکہ ترپیش کر کے کوا منوانے کی کوشش نہ ہو۔

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے علامہ حازمی کی کتاب الاعتبار اور حافظ ابن تیمیہ کی تنوع العبادات کا حوالہ غلط دیا ہے۔ (محصلہ ص ۱۹۱ تا ص ۱۹۳)

الجواب حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجہم نے اپنی تصانیف میں یہ انداز اختیار کیا ہے کہ ایک مضمون کی عبارت جو مختلف کتابوں میں ہوتی ہے ان کتابوں کا حوالہ دے کر ان میں سے کسی ایک کتاب کی عبارت نقل کر کے ساتھ لکھ دیتے ہیں: "واللفظ لہ" کہ الفاظ اس کتاب کے ہیں اور مضمون دیگر کتابوں میں بھی ہے۔ اسی کے مطابق حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجہم نے بسم اللہ کے بارہ میں کو یہ نگہ میں پہلے اونچی آواز سے پڑھی جاتی تھی اور بعد میں جبر کو ترک کر دیا گیا۔ اس پر دو کتابوں کے حوالے دیے ایک علامہ حازمی کی کتاب الاعتبار کا اور دوسرا علامہ امام ابن تیمیہ کی تنوع العبادات کا اور عبارت یوں لکھی:

فائدہ۔ علامہ حازمی کتاب الاعتبار ص ۱۸ میں اور حافظ ابن تیمیہ تنوع العبادات ص ۲۸ میں لکھتے ہیں۔ واللفظ لہ۔ (خزان السنن ص ۳۲۱، ص ۳۲۲)

عبارت کا مطلب واضح ہے کہ اس مضمون کی روایت کتاب الاعتبار میں بھی ہے اور تنوع العبادات میں بھی ہے مگر عبارت تنوع العبادات سے نقل کی جا رہی ہے اثری صاحب نے اس پر اپنی عقلِ نارسا سے اعتراض یوں کیا کہ یہ روایت کتاب الاعتبار میں حضرت ابن عباسؓ سے نہیں ہے مگر اتنا اعتراف ان کو کرنا پڑا کہ اس مضمون کی روایت ص ۹۷ پر حضرت سعید بن جبیرؓ سے موجود ہے صرف فرق یہ ہے کہ یہ روایت ص ۹۷ پر ہے۔ جب یہ روایت کتاب الاعتبار میں موجود ہے تو علامہ حازمیؒ کا حوالہ غلط کیسے ہوا؟ اگر یہ روایت کتاب الاعتبار میں نہ ہوتی یا حضرت شیخ الحدیث صاحب دمامؒ نے لکھا ہوتا کہ دونوں کتابوں میں یہ روایت حضرت ابن عباسؓ سے ہے تب تو اثری صاحب کی بات درست ہوتی۔ جب ان دونوں باتوں میں سے کوئی بات بھی نہیں تو حوالہ کو غلط کہنا صرف اثری سوچ ہے اس کا حقیقت سے دور کا تعلق بھی نہیں۔

اسی طرح اثری صاحب کا یہ کہنا کہ علامہ ابن تیمیہؒ کا حوالہ غلط دیا ہے یہ بھی غلط ہے۔ اگر تنوع العبادات نایاب ہے تو علامہ ابن تیمیہؒ کا مجموع فتاویٰ تو ہر جگہ مل سکتا ہے اس میں بس مہر اللہ کی بحث میں یہ روایت حضرت ابن عباسؓ ہی سے نقل کی گئی ہے اور اسی روایت کے بارے میں علامہ سیوطیؒ نے فرمایا ہے: رجالہ موثقون۔ جب حضرت ابن عباسؓ کی روایت علامہ ابن تیمیہؒ سے موجود ہے تو اس کے باوجود وادیل کرنا کہ حوالہ غلط دیا ہے۔ یہ اثری صاحب کا کام ہی ہو سکتا ہے اور وہ اپنے کام کو باحسن طریق نباہ گئے ہیں۔

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ علامہ حازمیؒ کے حوالہ سے حضرت ابن عباسؓ کی جو روایت حضرت مولانا صفدر صاحب نے ذکر کی وہ ان کی کتاب میں قطعاً نہیں تو ہم عرض کرتے ہیں کہ جب حضرت شیخ الحدیث صاحب دمامؒ نے

وضاحت سے لکھا ہی نہیں کہ یہ روایت کتاب الاعتبار میں کس راوی سے ہے تو عبارت کے ابہام سے فائدہ اٹھا کر خواہ مخواہ اثری صاحب نے بات کا بنگلہ بنا کر صفحات سیاہ کیے ہیں اس کے سوا اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

اثری صاحب کا نرالا انداز | ایک جانب اثری صاحب لکھتے ہیں کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا حوالہ مولانا صفدر صاحب نے غلط دیا ہے اور دوسری جانب لکھتے ہیں کہ ہم انشاء اللہ ثابت کریں گے یہ روایت قطعاً حسن نہیں۔ (محصلاً ص ۱۹۳)

اثری صاحب کے نزدیک جب روایت موجود ہی نہیں ہے تو اس پر حسن ہونے یا نہ ہونے کا حکم کیسے لگائیں گے؟ اس عبارت سے تو واضح ہوتا ہے کہ اثری صاحب تنوع العبادات کے مختلف نسخوں یا اس کی نایابی سے فائدہ اٹھا کر چکر دینا چاہتے ہیں۔ ورنہ عبارت ظاہر کر رہی ہے کہ روایت ان کے نزدیک بھی موجود ہے تب ہی تو اس پر حسن نہ ہونے کا حکم لگانے پر کمر بستہ ہیں، اور خواہ مخواہ چکر دینے کی ناکام کوشش میں مصروف ہیں۔

پیچ و تاب | اثری صاحب ص ۱۹۴ میں عنوان قائم کرتے ہیں محدث گوندلوی کے کلام میں مجربانہ تصرف، اس کے تحت افعول نے مقام ابی حنیفہؒ ص ۲۶ کا ایک حوالہ دیا ہے کہ خیر الکلام ص ۲۹۴ میں لکھا ہے۔ جب اہل کوفہ کی نقل صحیح نہیں تو تطبیق کی بھی ضرورت نہیں۔ مقام ابی حنیفہؒ میں لکھا ہے کہ کیا ہی اکیس نسخہ ہے کہ جب بھی کوئی کوئی راوی حدیث میں آجائے تو یہ کہہ دو کہ یہ کوئی ہے تطبیق کی کیا ضرورت ہے۔ (محصلاً)

اس گرفت پر اثری صاحب نے ص ۱۹۴ تا ۱۹۷ میں اپنے پیارے استاد اور شیخ الحدیث کے کلام کی بے سود اور مہمل تاویل کے لیے مار نیم جان کی طرح

پیچ و تاب کھائے ہیں مگر تو اپنے استاد محترم کے ان الفاظ کا جواب دے سکتے ہیں اور نہ انکار کر سکتے ہیں۔ اداہم ادھر کی غیر متعلق باتیں لکھ کر کتاب کا حجم بڑھایا ہے۔ ایک اور طالب علم بھی اہل کو ذکی نقل صحیح نہیں.... الخ۔ کا مطلب بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ کوفہ کے جملہ راوی ناقابل اعتبار ہیں اور ان کی نقل صحیح نہیں یہ اردو کے الفاظ ہیں، ترکی، عینی یا جرمن زبان کے الفاظ نہیں ہیں۔ اثری صاحب کو اگر ان الفاظ کا مطلب سمجھ نہیں آیا تو کسی پرائمری ماسٹر سے ہی پوچھ لیں۔ اگر اثری صاحب کو کوئی مطلب سمجھانے والا پرائمری ماسٹر پیش نہ ہو تو ہم سے رابطہ کریں ہم ان کو ایسے پرائمری ماسٹر کا پتہ بتائیں گے جو ان کو نہ صرف اچھی طرح اس عبارت کا مطلب سمجھا دے گا بلکہ اگر اثری صاحب کی خواہش ہوئی تو انشاء اللہ ان کو اگلے پچھلے سبق بھی یاد کرادے گا۔

نقل جرح میں تصرفات

”نقل جرح میں تصرفات“ کا عنوان قائم کر کے اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب کسی راوی پر جرح نقل کرنے میں انتہائی ناروا انداز اختیار کرتے ہیں بلکہ اپنے مخالف روایت کی وجہ سے جرح کا لکھا پٹا اور شاذ قول بھی ذکر کرنے سے اجتناب نہیں کرتے اور مختلف فیہ راویوں کے بارے میں ان کی قلم کی کاٹ کا اندازہ آپ یہاں حسب ذیل مثالوں سے کر سکتے ہیں:

اور پھر اثری صاحب نے نقل کیا کہ مولانا صفدر صاحب نے ایک روایت کے بارے میں لکھا کہ اس کی سند میں حسب تصریح علامہ مینشی ”علی ضعیف فی بعضہم“ بعض راوی ضعیف اور کمزور ہیں.... الخ۔

اس پر اثری صاحب نے تین باتیں کیں۔ پہلی بات یہ کہ علامہ مینشی نے رجالہ و ثقوالہ و ثقوالہ ضعیف فی بعضہم کہا اور مولانا صفدر صاحب نے رجالہ و ثقوالہ کو ذکر نہیں کیا۔ دوسری بات یہ کہ علی ضعیف فی بعضہم کا ترجمہ بعض راوی ضعیف اور کمزور ہیں، درست نہیں بلکہ اس کا ترجمہ ہے ان میں سے بعض میں ضعیف ہے۔ اور تیسری بات یہ کہ روایت کو ضعیف باور کرانے کے لیے یہ ترجمہ کیا اور اسی وجہ سے رجالہ و ثقوالہ کے الفاظ حذف کیے ورنہ ایک مبتدی بھی سمجھتا ہے کہ بعض راوی ضعیف اور کمزور ہیں تو رجالہ و ثقوالہ کا کیا مقصد؟ (مصلحہ ص ۱۹۸)

اگر رجالہ و ثقوالہ کو ذکر نہ کرنے کی وجہ سے علی ضعیف فی بعضہم کے مفہوم میں فرق آتا تو یقیناً ان الفاظ کا چھوڑنا مجرم

الجواب

ہونا مگر ان کے ترک سے قطعاً علیٰ ضعف فی بعضہم کے مفہوم میں فرق نہیں آتا۔ اثری صاحب کا اپنا ترجمہ یہ ہے کہ اس کے راویوں کی توثیق کی گئی ہے۔ ان میں سے بعض میں ضعف ہے مطلب واضح ہے کہ تمام راوی ایک درجہ کے نہیں بلکہ بعض میں ضعف ہے انہی بعض کو باقی راویوں سے علیٰ ضعف فی بعضہم کہہ کر علامہ دمشقیؒ سے علیحدہ کیا اور ان ہی کو حضرت شیخ الحدیث صاحب دامن مجہم یوں تعبیر کر رہے ہیں کہ بعض راوی ضعیف اور کمزور ہیں تو رجالہ وثقوا کے الفاظ نہ ذکر کرنے سے کیا فرق پڑا؟ اثری صاحب لکھتے ہیں کہ علیٰ ضعف فی بعضہم کا ترجمہ درست نہیں کیا بلکہ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ ان میں سے بعض میں ضعف ہے۔ عجیب بات ہے جس میں ضعف ہوگا اس کو کیا کہیں گے؟ اس کو ضعیف نہیں کہیں گے تو کیا اس کو اثری کہیں گے؟ اثری صاحب کا یہ کہنا کہ ایک مبتدی بھی سمجھتا ہے کہ بعض راوی ضعیف اور کمزور نہیں کہہ سکتے اور اس فرق کو تو مبتدی طالب علم بھی سمجھ سکتا ہے تو ہم اس پر اثری صاحب سے یہی کہیں گے کہ بقول شما اگر اس فرق کو مبتدی سمجھ سکتا ہے تو آپ کے استاد محترم محدث گوندوی کیوں نہیں سمجھ سکے جو یہ لکھتے ہیں اور بعض وقت ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک راوی فی نفسہ نقد ہوتا ہے مگر دوسرے راوی کی نسبت کم درجہ کا ہوتا ہے، تو اس درجہ کی کمی کا انہما ضعیف کہنے سے کر دیتے ہیں۔ (خیر الکلام ص ۲۳۲) اثری صاحب اپنے استاد محترم کی عبارت کو غور سے پڑھیں جو بیک وقت راوی پر نقد اور ضعیف کا اطلاق درست قرار دے رہے ہیں۔ کیا وہ اس فرق کو نہیں سمجھ سکے تھے یا اثری صاحب اپنی جہالت کے گل کھلا رہے ہیں فیصلہ قارئین کرام کریں۔

اثری صاحب نے یہاں بھی بے چارے بریلویوں کی وکالت کی جو نہایت غیر اللہ کے جواز کے لیے اس روایت کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں مگر حضرت شیخ الحدیث

صاحب دامن مجہم نے واضح کیا کہ اس کے راوی ایسے نہیں کہ ان کی روایت کو قرآنی آیات اور صحیح احادیث کے مقابلہ میں تسلیم کیا جاسکے اور پھر یہ بھی کہ یہ روایت منقطع ہے جو حضرات محدثین کرام کی اصطلاح میں ضعیف ہوتی ہے۔ مگر اثری صاحب وکالت کرتے ہوئے لکھتے ہیں مگر روایت کو چونکہ بہر حال ضعیف باور کرنا ہے۔۔۔ الخ۔ ہم اثری صاحب سے کہیں گے کہ آپ اڑی چوٹی کا زور لگا کر بھی اس روایت کو ضعف سے نہیں نکال سکتے اور نہ ہی وہ طبقہ اس کو صحیح ثابت کر سکا، جن کی آپ وکالت کر رہے ہیں۔

عبد الحمید بن جعفر اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے خرائن السنن میں عبد الحمید بن جعفرؒ کو ضعیف کہا ہے۔ حالانکہ وہ سنن الربیع اور صحیح مسلم کے راوی ہیں اور بہت سے محدثین نے ان کی توثیق کی ہے۔ اثری صاحب نے ان کے حوالے بھی دیئے اور نصب الراية کا بھی حوالہ دیا کہ اس میں ایسا ضعف نہیں کہ اس کی وجہ سے اس کی حدیث کو رد کر دیا جائے۔ (مجموعۃ مناقب ص ۱۹۹ تا ۲۰۰)

الجواب اثری صاحب یہاں بھی جہالت کا شکار ہیں کہ قدری ہونا یا رد یا خطا کی جرح سے راوی کو ضعیف قرار نہیں دیا جاسکتا۔ لیکن یہ بات پہلے باحوالہ گزر چکی کہ اس سے راوی کا درجہ اعلیٰ باقی نہیں رہتا اور اسی درجہ میں اس کو ضعیف کہا جاتا ہے۔ اثری صاحب کے استاد محترم محدث گوندوی لکھتے ہیں کسی راوی کے متعلق ضعیف کا لفظ کبھی دوسرے راوی کے لحاظ سے بھی بولتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ اس سے کم مرتبہ ہے۔ (خیر الکلام ص ۲۳۱) اور نصب الراية کا جو والد اثری صاحب نے دیا اس میں بھی یہ ہے کہ اس میں ضعف تو ہے مگر ایسا نہیں کہ اس کی روایت کو رد کر دیا جائے۔ ثقہ ہونے کے باوجود اس میں ضعف ہو سکتا ہے۔ نیز نصب الراية کے یہ الفاظ بھی اثری صاحب نے نقل کیے لیکن

اور صالح الحدیث کہہ دیا ہے اور اسی طرح امام ابن حبان کے الفاظ سے ان
 یخطئ کا تعلق اس کی احادیث سے ہے جب کہ اس کائنات میں ذکر کرنا ذات
 کے لحاظ سے ہے تو اس میں کون سے دجل و فریب کا مظاہرہ کیا ہے؟ دجل و
 فریب سے تو کام خود اثری صاحب لے رہے ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث
 صاحب دمام محمد نے تو میثین کرام کے قواعد اور اثری صاحب کے استاد محترم
 کے کلمات کی روشنی میں یہ طریق اختیار کیا ہے۔ اثری صاحب اگر اپنی جہالت
 کے باعث اس کو دجل و فریب سے تعبیر کریں تو اس کا کیا علاج ہو سکتا ہے؟

مختلف تناقضات کا الزام

اثری صاحب نے مختلف تناقضات کا عنوان قائم کر کے اپنے زعم کے مطابق
 چند مثالیں قائم کی ہیں جن سے انہوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے
 کہ مولانا صفدر صاحب کی عبارات میں تناقض ہے مگر ایسا لگتا ہے کہ اثری صاحب
 تضاد، تعارض، تناقض اور تطبیق کا مفہوم ہی نہیں سمجھتے۔ مثالیں تو بے شمار ہیں
 مگر ہم قرآن کریم سے بظاہر تعارض و تضاد کا شبہ اور پھر اس کی تطبیق عرض کرتے
 ہیں۔ **فَوَرَبِّكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ**۔ اس آیت سے قیامت
 کے دن اللہ تعالیٰ کا ہر فرد سے ٹیک ہو یا بد کلام کرنا اور گفتگو ثابت ہوتی ہے
 اور دوسرے مقام میں ہے **وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ**۔ اس
 آیت سے بڑے لوگوں سے گفتگو کی نفی ثابت ہوتی ہے۔ مفسرین کرام اس
 کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ شفقت، رحمت اور لطف کا کلام نہیں ہوگا بلکہ غضب
 اور عقوبت کا ہوگا۔ اس مقام پر صرف لطف و رحمت کے الفاظ سے دونوں
 آیتوں میں تطبیق پیدا کر دی گئی ہے اس کی ضروری بحث پہلے گزر چکی ہے۔
 اثری صاحب کے الزامات کا تفہیسی جائزہ جوابات سمیت پیش کیا جاتا ہے۔

پہلا الزام اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے احسن الکلام
 میں آگ کے عذاب کی ممانعت کے بارہ میں محدث گوندلوی
 کے جواب میں لکھا ہے بولف مذکور نے اس کی کوئی دلیل پیش نہیں کی کہ پہلے
 اجازت تھی پھر نہی وارد ہوئی اور پھر آپ نے منع فرمایا اور نہ نسخ کی یا حوالہ قدیم
 تاخیر کے ساتھ تاریخ بیان کی ہے اور خزائن النعم میں انہوں نے آگ سے

عذاب کے بارہ میں لکھا کہ اجازت منسوخ ہے۔ احسن الکلام اور خرائن السنن کی عبارات میں تناقض ہے۔ (محصلاً منک)

الجواب احسن الکلام میں حضرت شیخ الحدیث صاحب دایم مجدہم کی عبارت سے دو باتیں نمایاں ہوتی ہیں ایک یہ کہ فرقی مخالف کے دلیل گوندلوی صاحب نے دلیل دینے وقت تمام تقاضوں کو پورا نہیں کیا ان کا حق تھا کہ وہ نسخ کو ثابت کر کے دلیل مکمل کرتے مگر انھوں نے ایسا نہیں کیا۔ اور دوسری بات یہ نمایاں ہوتی ہے کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب کو اس نسخ کا علم نہیں اس لیے وہ فرقی مخالف سے دلیل مانگ رہے ہیں اور اس کے پیش نظر اثر کی وجہ سے اس کو تناقض کہہ رہے ہیں مگر تھوڑا سا غور کرنے سے ہی اس کا جواب مل جاتا ہے کہ احسن الکلام ۱۹۵۵ء میں لکھی گئی جب کہ خرائن السنن اس سے بہت بعد کی ہے۔ احسن الکلام لکھتے وقت حضرت شیخ الحدیث صاحب دایم مجدہم کو یہ تحقیق نہ تھی مگر بعد میں تحقیق ہو گئی کہ نسخ ثابت ہے پہلے اجازت تھی بعد میں اس کی نفی آگئی۔ اس کو نہ تعارض کہتے ہیں اور نہ تناقض، کیونکہ اس کے ثبوت کے لیے دیگر شرائط کے ساتھ ساتھ زمانہ کا ایک ہونا بھی ضروری ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اثری طبقہ یہ کہے کہ اب جب کہ تحقیق ہو چکی ہے تو احسن الکلام کی عبارت کو نکال دینا چاہیے۔ مگر اس عبارت کو باقی رکھنے کا جواز پہلی بات باقی رہنے کی وجہ سے بدستور وجود ہے کہ فرقی مخالف کے دلیل نے دلیل کے تقاضوں کو پورا نہیں کیا۔ شاید یہی اثری صاحب کو پتہ چھن ہے جس نے ان کو بے قرار کر کے یہ لکھتے پر مجبور کر دیا کہ عبارات میں تناقض ہے۔

دوسرا الزام اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب لکھتے ہیں کہ تقلید و اتباع ایک ہی ہے اور دوسرے مقام میں لکھتے ہیں کہ

تقلید اور ہے اور اتباع اور ہے۔ اور یہی بات اثری صاحب نے لکھی ہے اس کی اس کا جواب ۱۲۹ پر ہو چکا ہے۔

تیسرا الزام اثری صاحب قبر پر جریدہ گاڑنا کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے خرائن السنن میں لکھا ہے کہ حضرات محدثین کو ائمہ میں سے بعض حضرات نے کہا ہے کہ قبر پر جریدہ نہیں رکھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی لیکن عانظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ حضرت بریدہ سلمی نے وصیت کی تھی کہ میرے مرنے کے بعد میری قبر پر جریدہ گاڑ دینا۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ نے تخصیص نہیں سمجھی تھی۔ اور راہ سنت منک میں مولانا صفدر صاحب نے لکھا ہے: یہی حضرت بریدہ بن الحنفیہ کی وصیت کہ میری قبر پر تریش رکھ دینا تو اس سے استدلال کافی نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ انھوں نے انکساری سے اپنے کو گمراہ سمجھ کر یہ وصیت کی ہو۔

اثری صاحب لکھتے ہیں غور فرمائیے یہاں حضرت بریدہ کی اسی وصیت کو استدلال کے لیے کافی نہیں سمجھتے مگر خرائن السنن میں اسی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاصہ کی نفی پر استدلال لاتے ہیں بلکہ یہ کہ صحابہ نے تخصیص نہیں سمجھی۔ بتلائیے اس تعارض کو ہم کیا نام دیں؟ (محصلاً منک)

الجواب ہم نے پہلے ہی واضح کر دیا کہ اثری صاحب تعارض کے مفہوم کو ہی نہیں سمجھتے اس لیے کہ تعارض کے لیے دیگر شرائط کے ساتھ ساتھ حیثیت کا ایک ہونا بھی ضروری ہے۔ اثری صاحب اگر اپنے استاد محترم کی کتاب کا ہی بنور مطالعہ کر لیتے تو ان کو یہ بات نظر آجاتی وہ لکھتے ہیں کہ تعارض تو تب ہوتا جب ایک ہی حیثیت سے ثقہ اور ضعیف کہا جاتا بلکہ ثقہ کہنے کی وجہ اور ضعیف کہنے کی اور وجہ ہے۔ (شیر الکلام ص ۲۳۲)

اس عبارت سے واضح ہے کہ تعارض کے لیے حیثیت کا ایک ہونا بھی ضروری ہے
 اثری صاحب نے حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی جن کتابوں سے عبارات
 پیش کی ہیں دونوں میں حیثیت جدا جدا ہے۔ خزائن السنن کی عبارت میں
 بحث گناہ کا رمیت کے لیے وضع جریذین کے بارہ میں حضرات محدثین کرام کا اختلاف
 مذکور ہے کہ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خصوصیت تھی یا کہ اب بھی ان ٹہنیوں کو
 رکھا جاسکتا ہے؟ تو استدلال خصوصیت کے بارہ میں ہے۔ اور راہ سنت میں بزرگوں
 اور ولیوں کی قبور پر پھول ڈالنے کے جواز پر اس روایت سے استدلال کے بارہ
 میں بحث ہے۔ ہم راہ سنت کی وہ عبارت نقل کرتے ہیں جس سے اثری صاحب
 نے اقتباس پیش کیا ہے۔ وخامساً: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ
 کرام اور خیر القرون سے ہرگز اس کا ثبوت نہیں ملتا کہ انھوں نے کسی ولی اور بزرگ
 کی قبر پر سبز ٹہنی رکھی ہو اور پھول ڈالے ہوں۔ یہی حضرت بریدہ بن الحنصیب
 کی وصیت کو میری قبر پر تر ٹہنی رکھ دینا تو اس سے استدلال کافی نہیں ہے
 کیونکہ ممکن ہے کہ انھوں نے انکساری سے اپنے کو گناہ گار سمجھ کر یہ وصیت
 کی ہو۔ اور سوال یہ ہے کہ کیا خیر القرون میں کسی نے کسی کو ولی اور بزرگ سمجھ کر اس
 کی قبر پر ٹہنیاں رکھی ہیں... الخ۔ (راہ سنت ص ۱۹۹) یہاں اس روایت سے
 استدلال کسی ولی اور بزرگ کی قبر پر ٹہنیاں رکھنے کے بارہ میں ہے۔ جب دونوں
 عبارتوں میں استدلال کی حیثیت جدا جدا ہے تو اس کو تعارض کا نام دینا برابر
 جہالت ہے۔ اثری صاحب کا دریافت کرنا کہ بتلایے اس تعارض کو ہم کیا نام
 دیں؟ تو ہم عرض کرتے ہیں کہ اس کو اثری جہالت کا نام دینا انتہائی کمزور ہے۔
 اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب کی راہ سنت ص ۱۹۸
 چوتھا الزام میں مذکور عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ جن دو آدمیوں کی

قبور پر حضور علیہ السلام نے ٹہنیاں رکھی تھیں ان کے لیے عذاب کی تخفیف آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی بنا پر ہوئی تھی سبز ٹہنیوں کی تسبیح کا اس سے کوئی
 تعلق نہیں اور سماع الموقی ص ۲۳۸ میں مولانا صفدر صاحب لکھتے ہیں کہ امام نووی وغیرہ
 لکھتے ہیں کہ قبر پر کھجور کی ٹہنیاں رکھنے سے یہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ عند القبر قرآن اور
 تسبیح وغیرہ سے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے۔ یہاں اس عبارت سے ثابت ہوتا
 ہے کہ قبر پر سبز ٹہنیوں کا تسبیح کرنا اور اس سے عذاب قبر میں تخفیف ہونا اس بات
 کی دلیل ہے کہ قبر کے پاس قرآن و تسبیح پڑھنا درست ہے اور اس سے تخفیف
 عذاب ہوتی ہے۔ اثری صاحب لکھتے ہیں: بہر حال ایک جگہ سبز ٹہنیوں کی
 تسبیح کا انکار اور دوسری جگہ اس سے قبور پر قرآن خوانی پر استدلال۔ فَإِنَّا
 لِلَّهِ وَأَنَا لِيَوْمٍ رَاجِعُونَ۔ (مصلحہ ص ۱۱۱)

الجواب اپنے روایتی دلیل کا مظاہرہ کیا ہے۔ راہ سنت میں بحث اس
 بات پر ہے کہ تخفیف عذاب کا اصل سبب کیا تھا؟ حضور علیہ السلام کی شفاعت
 تھی یا کہ سبز ٹہنیوں کی تسبیح تھی؟ اسی لیے حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم
 نے روایت پیش کر کے آگے لکھا ہے اس صحیح اور صریح روایت سے معلوم ہوا کہ
 تخفیف عذاب کا اصل سبب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت تھی... الخ۔
 (راہ سنت ص ۱۹۸) اور آگے جاکر حضرت شیخ الحدیث صاحب نے لکھا ہے اگر یہ
 تسلیم کر بھی لیا جائے کہ اصل سبب تخفیف عذاب کا ٹہنیوں کا سبز ہونا تھا...
 الخ۔ (راہ سنت ص ۱۹۹) حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی عبارت
 سے واضح ہے کہ بحث اصل سبب کے بارہ میں ہے کہ اصل سبب کیا تھا؟ ایک
 چیز کو اصل سبب قرار دینے سے دوسری چیز کے سبب ہونے کا انکار لازم نہیں آتا

کو سماع الموتی کی عبارت کو تعارض میں پیش کیا جائے۔ راہ سنت کی عبارت میں ہر
 ٹیپوں کی بیع کو اصل سبب ماننے سے انکار ہے جب کہ سماع الموتی میں مذکور
 عبارت میں ان کو تخیف عذاب کا سبب ماننے کا ثبوت ہے تو اس میں عقلاً
 کے ہاں تو کوئی تعارض نہیں مگر اثری صاحب کو تعارض نظر آنا ان کی مجبوری ہے۔
 اگر راہ سنت میں ٹیپوں کی تسبیحات کو سبب ماننے سے انکار ہوتا یا سماع الموتی
 میں ان دو آدمیوں کی قبروں پر ٹیپوں کی تسبیحات کو اصل سبب قرار دیا ہوتا تو یقیناً
 تعارض ہوتا۔ جب ایسی صورت نہیں تو اس کو تعارض قرار دینا سراسر جہالت اور
 اصول سے ناواقفیت ہے۔

پانچواں الزام اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے سماع موتی
 کے بارہ میں المسک المنصور اور الشہاب المبین میں مفتی کفایت اللہ
 صاحب سے نقل کیا ہے کہ بعض روایات معتبرہ سے ثابت ہے کہ باری تعالیٰ
 نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر ایک فرشتہ مقرر فرمایا ہے کہ اس کو
 ایسی قوت سامع عطا فرمائی کہ وہ تمام مخلوق کے صلوات و سلام سن کر حضرت نبوی
 میں عرض کر دیتا ہے..... الخ۔ اثری صاحب لکھتے ہیں کہ اس روایت کو
 مولانا صفدر صاحب نے آنکھوں کی ٹھنڈک میں ضعیف قرار دیا ہے۔ اثری صاحب
 مزید لکھتے ہیں: قارئین کو ام غور فرمائیں کہ حضرت مولانا صفدر صاحب نے
 المسک المنصور اور الشہاب المبین میں تو اس روایت کو تسلیم کیا بلکہ اسے
 معتبر اور صحیح بھی قرار دیا مگر التبرید النواظر اور تفریح الخواطر میں اس کو ضعیف قرار
 دیا۔ یہ سارے پینترے محض مسلکی حیثیت و معصیت کی بنیاد پر تبدیل کیے
 جا رہے ہیں۔ (محصلہ ص ۲۱۲ تا ۲۱۵)

الجواب اثری صاحب یہاں بھی اپنا روایتی چکر چلا رہے ہیں ورنہ ان کے
 سامنے یہ بات تو واضح ہوگی کہ الشہاب المبین اور المسک المنصور
 میں یہ عبارت نقل حکایت کے طور پر ہے اور تبرید النواظر اور تفریح الخواطر میں حضرت
 شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی اس روایت کے بارہ میں حضرات ائمہ محدثین
 کے فرمودات کی روشنی میں اپنی رائے اور تحقیق ہے۔ نقل حکایت کی حیثیت اور
 ہوتی ہے اور اپنے نظریہ کے اظہار کی حیثیت اور ہوتی ہے ورنہ تو کوئی اثری
 یوں بھی کہہ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو (نوح و بالہ) سحر (محرزہ) بھی
 کہا ہے اور ان کو نبی اور رسول بھی کہا ہے اور دلیل دے کہ قرآن کریم میں ہے
 اِنِّیْ لَا طَئِفَ لَکَ یٰمُوسٰی مَسْحُوْرًا۔ (سورۃ بنی اسرائیل، رکوع ۱۲) اور
 قَالَ یٰمُوسٰی اِنِّیْ اصْطَفٰیْتُکَ عَلٰی النَّاسِ مِنْ سُلٰلٰتِیْ۔ (پارہ ۹، کوع ۹)
 اور ان آیات کو تعارض کے طور پر پیش کرے۔ مگر اہل علم سے یہ بات مخفی نہیں
 کہ پہلی آیت نقل حکایت کے طور پر ہے کہ فرعون نے اس طرح کہا تھا اور دوسری
 آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے یہ کلام فرمایا۔ اسی طرح حضرت شیخ الحدیث
 صاحب دام مجدہم نے الشہاب المبین اور المسک المنصور میں جو فرمایا وہ نقل
 حکایت کے طور پر ہے کہ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب کے ایک فتویٰ
 کی آڑ میں ان کا جو نظریہ بیان کیا جا رہا ہے وہ درست نہیں ہے۔ اس لیے
 کہ ان کی اپنی عبارات سے اس کے خلاف ثابت ہو رہا ہے۔ اسی لیے
 حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے الشہاب المبین ص ۳۳ میں عنوان
 قائم کیا۔ حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کے فتویٰ سے دھوکا دہی۔
 اور المسک المنصور ص ۸۲ میں لکھتے ہیں جناب نیلوی صاحب خدا را بتائیں کہ آپ
 کے استاد محترم کیا فرماتے ہیں اور آپ کیا کہتے ہیں؟ ان عبارات سے واضح

ہے کہ حضرت مفتی صاحب کی عبارت نقل حکایت کے طور پر ہے جب کہ آنکھوں کی ٹھنڈک میں حضرت کی اس روایت کے بارہ میں حضرات محدثین کے فرمودات کی روشنی میں اپنی رائے ہے اس کو تقاضے سے تعبیر کرنا جہالت نہیں تو اور کیا ہے؟ نیز اثری صاحب کی معلومات کے لیے عرض ہے کہ کتاب کا نام تبرید النواظر ہے التبرید النواظر نہیں کیونکہ یہاں تبرید پر الف لام درست نہیں ہے۔ اثری صاحب کو بحر الرائق اور البحر الرائق کا فرق تو نظر آگیا یہاں اس فرق سے کیوں آنکھیں بند کر لی گئیں۔

جھٹا الزام اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے خزائن السنن ۳۲۹ میں علامہ ماروینی اور علامہ عینی کے حوالے سے لکھا کہ والصواب ان الخبیرین بالجہر جہا والمخافتہ صحیحان... الخ کہ آئین بالبحر اور بالسر دونوں کی روایات صحیح ہیں۔ اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے اس پر کوئی گرفت نہیں کی اور مولانا صفدر صاحب نے تفریح الخواطر ص ۲۹ میں لکھا ہے کہ جب کوئی مصنف کسی کا حوالہ اپنی تائید میں پیش کرتا ہے اور اس کے کسی حصہ سے اختلاف نہیں کرتا تو وہی مصنف کا نظریہ ہوتا ہے تو ثابت ہوا کہ مولانا صفدر کے ہاں آئین بالبحر اور آئین بالسر دونوں کی روایات صحیح ہیں جبکہ مولانا صفدر صاحب نے خزائن السنن ص ۳۳۲ میں اس کے بالکل برعکس لکھا کہ: الغرض آئین بالبحر والوں کے پاس کوئی روایت صحیح اور قابل اعتماد سند مردی نہیں اگر کوئی روایت ہے تو وہ مجمع الزوائد کی روایت ہے لیکن اس پر جہر والوں کا عمل نہیں وہ تین مرتبہ نہیں صرف ایک مرتبہ کہتے ہیں... الخ (محصلاً ۲۱۵ تا ۲۱۹)۔ (جبکہ اس روایت سے تین مرتبہ کا ثبوت ہے۔)

الجواب اثری صاحب نے یہاں بھی چکر چلانے کی کوشش کی ہے، اور نہ خزان السنن کی مسئلہ آئین کے بارہ میں بحث کا مطالعہ کرنے والا اس بات سے بخوبی آگاہ ہو جاتا ہے کہ علامہ ماروینی کا حوالہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے جو پیش کیا ہے اس میں آخری حصہ سے استدلال ہے کہ مختار آہستہ کہنا ہے کیونکہ اکثر صحابہ کرام کا عمل اسی پر ہے اور پہلے حصہ کو بھی ذکر کر دیا تاکہ کوئی اثری یہ نہ کہے کہ آدھی روایت نقل کر دی باقی رہا یہ کہ پہلے حصہ سے اختلاف نہیں کیا تو یہ اثری صاحب کی جہالت ہے اس لیے کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے ص ۳۳۲ پر وہ روایت نقل کی ہے جو دارقطنی کے حوالہ سے علامہ ماروینی نے نقل کر کے اس کو اسناد حسن کہا اور پھر علامہ ماروینی نے فرمایا کہ جہر اور خفص کی دونوں روایتیں صحیح ہیں اس روایت کو ہی علامہ ماروینی نے صحیح کہا اور اسی کو نقل کر کے حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے جواب دیا اور پھر یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ آئین کی پوری بحث کرنے کے بعد حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے جب یہ لکھا کہ الغرض آئین بالبحر والوں کے پاس کوئی روایت صحیح اور قابل اعتماد سند مردی نہیں... الخ (خزائن السنن ص ۳۳۲) اس عبارت سے حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کے اپنے نظریہ کا اظہار ہے اور اس واضح عبارت کے بعد بھی اگر اثری صاحب یہ تاثر دینے کی کوشش کریں کہ علامہ ماروینی نے دونوں روایتوں کو صحیح کہا اور مولانا صفدر صاحب نے اس سے اختلاف نہیں کیا تو اس کو دجل کے سوا کیا نام دیا جاسکتا ہے؟ اسی بحث میں اختلاف موجود ہے کہ علامہ ماروینی دونوں روایتوں کو صحیح کہہ رہے ہیں جبکہ حضرت شیخ الحدیث صاحب اس سے اختلاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آئین بالبحر والوں کے پاس کوئی روایت صحیح نہیں سوائے

جمع الزوائد کی روایت کے۔ جب علامہ مارونیؒ کے نظریے کے برعکس حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم نے اپنا نظریہ بیان کیا تو اس کو اختلاف نہیں کہیں گے تو اور کیا کہیں گے؟

ساتواں الزام اثری صاحب صیغہ تملیض کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے احسن الکلام اور تفریح الخواطر اور تمام البرہان میں لکھا ہے کہ قیل صیغہ تضعیف و تملیض کا ہے اور تفریح الخواطر میں لکھا کہ بلا کسی واضح دلیل کے لفظ قیل کو ضعف پر محمول کرنا ہرگز صحیح نہیں۔ اثری صاحب لکھتے ہیں لہذا جب امر واقعہ یہ ہے تو مذکورۃ الصدر مقامات پر مولانا صاحب نے جو قیل کے بارے میں دفاعی پوزیشن اختیار کی ہے۔ وہ کہاں تک مبنی برحقیقت ہے؟ (محصلاً ۲۱۹ و ۲۲۰)

الجواب اس اعتراض کا جواب تو اثری صاحب خود دے چکے ہیں جب کہ انھوں نے یہ لکھ دیا کہ مولانا صفدر صاحب نے یہ لکھا ہے کہ یہ صیغہ تملیض کے لیے موضوع نہیں بلکہ اس کا ضعف یا تو قائل کے التزام سے معلوم ہوگا یا سیاق و سباق اور مقام سے حاصل ہوگا۔ (محصلاً ۲۱۹) احسن الکلام میں حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم نے جو فرمایا وہ یہ ہے۔ باقی علامہ ابوالحسن جعفری سندھی کے حاشیہ ابن ماجہ ۱۴۷ کے حوالہ سے جو عبارت مؤلف خیر الکلام نے ۹۹۴ میں اپنی تائید کے لیے نقل کی ہے: قیل یحتمل الخ۔ تو لفظ قیل سے علامہ موصوف نے اس کی تملیض اور تضعیف کر دی ہے نہ وہ اس تاویل پر راضی ہیں اور نہ یہ ان کا قول ہے۔ الخ (احسن الکلام ۳۱۳) طبع سوم) اس عبارت سے واضح ہے کہ علامہ سندھی کی عبارت کے سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے کہ قیل تملیض و تضعیف کے لیے ہے اسی طرح تفریح الخواطر

میں جو حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم نے لکھا کہ علامہ نوویؒ کا جواب تسلی بخش نہیں ہے ایک تو اس لیے وہ اس کو قیل سے بیان کر کے خود اظہار تملیض کر رہے ہیں۔ (تفریح الخواطر ۱۷۵) اس عبارت سے بھی واضح ہے کہ علامہ نوویؒ کا عبارت پیش کرنے کا انداز ظاہر کرتا ہے کہ قیل ان کی اس عبارت میں تملیض و تضعیف کے لیے ہے۔ علامہ سندھی کی حاشیہ ابن ماجہ کی عبارت اور امام نوویؒ کی شرح سلم کی عبارت کا مطالعہ کرنے والا بخوبی جان سکتا ہے کہ انکی عبارت کے سیاق و سباق سے یہی معلوم ہوتا ہے جو حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم نے بیان کیا ہے۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم نے ان عبارات میں قطعاً یہ دعویٰ نہیں کیا کہ قیل تملیض کے لیے موضوع ہے۔ جب یہ نہیں کہا تو پھر اس عبارت کو پیش کرنا کہ تفریح الخواطر میں لکھا ہے کہ یہ صیغہ تملیض کے لیے موضوع نہیں۔ اس کو معارضہ کا نام کیسے دیا جاسکتا ہے؟ تفریح الخواطر میں کہل ہے کہ سیاق و سباق وغیرہ سے معلوم ہوگا اور ان عبارات میں بھی سیاق و سباق اور مصنف کے انداز بیان کا لحاظ رکھ کر ثابت کیا ہے کہ ان مقامات میں یہ صیغہ تملیض کے لیے ہے اس کو معارضہ کا نام دینا صرف اور صرف اثری سوئچ کا نتیجہ ہے۔ علم سے ذرا بھی مٹس رکھنے والا تو ایسا سوئچ بھی نہیں سکتا۔

اٹھواں الزام اثری صاحب نمازیں آئین کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے خرائن السنن میں لکھا ہے کہ ائمہ ثلاثہؒ فرماتے ہیں کہ امام اور مقتدی دونوں کو آئین کہی جاسکتے ہیں اور حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ آئین صرف مقتدی کہیں۔ امام نہ کہے اور ائمہ ثلاثہؒ کی دلیل ترمذی کی روایت

اذا امن الامام فامتنوا ببيان كي۔ (خزائن السنن ۳۳۲) اور لکھا کہ اس حدیث سے امام مالک کا جواب ہو جاتا ہے کہ امام کو بھی آئین کہنی چاہیے اور خزائن السنن ہی کے ص ۳۲۹ میں فیض الباری ص ۴۸۷ کے حوالہ سے اذا امن الامام فامتنوا کے معنی نقل کیے ہیں کہ عند المالک یہ معنی یہ ہیں کہ جب امام آئین کہلاوئے یعنی ولا الصّالین پڑھے... الخ۔ اس پر اثری صاحب گرفت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جب یہ تاویل درست ہے تو امام اور مقتدی کے لیے مالک کے خلاف آئین کہنے پر اسی کو استدلال میں پیش کیے کرتے ہیں؛ انصاف کا پیمانہ یکساں ہونا چاہیئے بے انصافی بہر حال غلط ہے۔ (محصّلہ ص ۲۲۱ و ص ۲۲۱)

الجواب ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ اثری صاحب تضاد اور تناقض کا مفہوم ہی نہیں سمجھتے۔ جب قائل جہاد جہاد ہوں تو تضاد و تناقض کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ خود حضرت امام مالک تو امام کے لیے آئین کہنے کے قائل تھے، میں ہاں مگر ان کے مقلدین مالکیت تاویل کرتے ہیں اور ایسا ہو سکتا ہے کہ جزئیات میں امام کا مسلک کچھ اور ہو اور اس کے مقلدین کا مسلک اس کے برعکس ہو۔ حضرت امام مالک مؤطا مشکی میں کما کر عنوان قائم کرتے ہیں وضع الیدین احدہما علی الاخری فی التسلوۃ اور اس کے اثبات کے لیے یہ روایت پیش کرتے ہیں: من کلام النبی اذالہ تسلی فیما صنع ما شئت وضع الیدین احدہما علی الاخری فی التسلوۃ وضع الیہ علی الیسری... الخ۔ مگر آج بہت سارے ماسی ارسال یہ کرتے ہیں کھلے ہاتھوں نماز پڑھتے ہیں۔ علاوہ ازیں حضرات مالکیت کی اس تاویل سے ان کے نزدیک امام کا آئین کہنا کیسے ثابت ہوا اور یہ ثابت ہوتا ہے کہ جب امام ولا الصّالین پڑھتے گا تو مقتدی کو بھی اس کے آئین کہنے کا

وقت آگیا ہے۔ گو امام خود آئین نہ کہے۔ اثری صاحب کا اس کو تعارض و تناقض ہے تعبیر کرنا ان کی جہالت ہے۔

نواں الزام اور عظیم دلیل اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے احسن الکلام ص ۱ کے حاشیہ میں کتاب القراءۃ

ص ۳۳ کے حوالہ سے حضرت ابن عمرؓ اور حضرت جابرؓ کی مرفوع حدیثوں لا صلوة لمن لا یقرأ بقراءۃ الکتاب کو نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ سند صحیح میں اور پھر احسن الکلام ہی کے ص ۵۹ میں لکھا کہ حضرت ابن عمرؓ کی روایت من صلی صلوۃ لا یقرأ فیہا بام القرآن کے بارہ میں لکھا کہ اس کی دو سندیں ہیں ایک میں راوی کمزور ہیں اور دوسری سند میں اگرچہ عبدالرحیم بن سلیمان، اسماعیل کا متالی ہے اور وہ خود ثقہ ہے مگر اس کی سند کمزور ہے۔ لہذا اس کی متابعت کا عدم ہے۔ اثری صاحب لکھتے ہیں کہ کتاب القراءۃ کے اس محلہ صفحہ میں پہلے اسماعیل بن عیاش کی روایت ہے اور پھر عبدالرحیم بن سلیمان کی روایت ہے جس کو مولانا صفدر صاحب نے ص ۱ کے حاشیہ میں سند صحیح لکھا ہے اب جس روایت کو وہ ص ۱ میں سند صحیح کہتے ہیں تو اسی روایت کو ص ۵۹ میں کمزور قرار دیتے ہیں۔ (محصّلہ ص ۲۲۱ و ص ۲۲۲)

الجواب اثری صاحب کی بدحواسی ان کی اپنی عبارت سے ہی نمایاں ہے اثری صاحب کو اگر حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی عبارت غور سے دیکھنے کا حوصلہ نہیں رہا تھا تو کم از کم اپنے استاد محترم محدث گووندیؒ کی عبارت ان کی خیر الکلام ص ۱۹ سے دیکھ لیتے کہ بحث حضرت ابن عمرؓ کی کس روایت کے بارہ میں ہو رہی ہے۔ محدث گووندیؒ خود اجماع والی روایات پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: پانچویں حدیث عبداللہ

بنی بئرے آئی ہے اس کی ایک سند میں اسماعیل بن عیاش ہے جو تکلم فیہ ہے مگر دوسری سند میں عبد الرحیم بن سلیمان نے اس کی متابعت کی ہے جو ثقہ ہے۔۔۔ الخ۔ اثری صاحب سے گزارش ہے کہ اپنے استاد محترم کی اس عبارت کو غور سے پڑھیں کہ یہ بحث لا صلوٰۃ والی روایت کے بارہ میں نہیں ہے بلکہ خداج والی روایت کے بارہ میں ہے اور یہی بات حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے احسن الکلام ص ۲۹۵ میں لکھی ہے۔ مگر اثری صاحب بدحواس ہو کر دونوں روایتوں کو خلط ملط کر رہے ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے احسن الکلام ص ۲۹۵ کے حاشیہ میں جس روایت کو بسند صحیح کہا ہے وہ لا صلوٰۃ لمن لم یقرء والی روایت کتاب القرائت کے اسی محلہ صفحہ ۱۸۱ اس سند سے ہے: أخبرنا أبو بكر بن الحارث الفقيه إنا أبو محمد بن حيان شاعبيد الله بن عمر بن نافع بن ابن عمر الخ۔ اور حضرت جابرؓ کی روایت کی سند بھی یہی ہے۔ صرف عبید اللہ بن عمر کے بعد عن ابی الزبیر بن جابرؓ ہے۔ (کتاب القرائۃ ص ۱۸۱) اثری صاحب نے اپنے سطحی قسم کے حواریوں کو خوش کر کے لیے یہ دجل اختیار کیا ہے جو نہایت ہی مکروہ ہے۔ اور ایسی ہی بدحواسی اور کم فہمی کا ثبوت انھوں نے توضیح الکلام میں دیا ہے۔ اہل علم سے درخواست ہے کہ وہ خود دیکھ لیں کہ اصل روایت کیا ہے اور اثری صاحب نے اس کا رخ پیر کر کیسی تبلیہیں اور دجل کا ثبوت دیا ہے۔

دسوال الزام اثری صاحب مختلف فیہ راوی کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے احسن الکلام ص ۱۸۱ میں لکھا ہے: مؤلف خیر الکلام کا اس کو مختلف فیہ ہونے کی وجہ سے حدیث

حسن کہنا محض اپنے دل کی آئینوں سے اور ان کا یہی دلیل ہے۔ اور اس کے برعکس احسن الکلام ص ۱۸۱ میں لکھا اور مختلف فیہ ہونے کی وجہ سے اس کی حدیث حسن تو ضرور ہے خود مؤلف، مذکور (مؤلف خیر الکلام) لکھتے ہیں کہ مختلف فیہ آری کی حدیث حسن ہوتی ہے۔ اور اسی طرح اخفاء الذکر ص ۱۸۱ میں لکھا: بعض فضیلین نے ان کی توثیق اور بعض نے تضعیف کی ہوگی اور ایسا مختلف فیہ راوی قابل برداشت ہوتا ہے اور اس کی حدیث حسن درجہ سے کم نہیں ہوتی۔“

اثری صاحب لکھتے ہیں اس تضاد نگری کا سبب محض مسلکی حیثیت ہے، جیسا کہ آپ صاف طور پر دیکھ رہے ہیں۔ (محصلہ ص ۲۲۲ و ص ۲۲۳)

الجواب اثری صاحب یہاں بھی چکر دے رہے ہیں ورنہ یہ بات واضح ہے کہ احسن الکلام ص ۱۸۱ اور اخفاء الذکر کی عبارت میں حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے اصول حدیث کا قاعدہ بیان کیا ہے اور اسی قاعدہ کے بارہ میں لکھا کہ اس کو مؤلف خیر الکلام بھی تسلیم کرتے ہیں جبکہ احسن الکلام ص ۱۸۱ کی عبارت میں بحث یہ ہے کہ مؤلف خیر الکلام اس قاعدہ کو یہاں جاری کرنے کی کوشش کر رہے ہیں حالانکہ یہ قاعدہ یہاں جاری نہیں ہوتا کیونکہ اس میں راوی کے مختلف فیہ ہونے کے علاوہ یہ بات بھی ہے کہ روایت موقوف ہے اور یہ بھی کہ اس کے راویوں کو یہ بھی یقین نہیں کہ روایت حضرت ابو ہریرہؓ سے ہے جو کہ صحابی ہیں یا یہ روایت حضرت ابو سلمہؓ سے ہے جو کہ تابعی ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ احسن الکلام کی مکمل عبارت ذکر کر دی جائے تاکہ قارئین کرام کے سامنے معاملہ واضح ہو جائے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم لکھتے ہیں۔ یہ اثر بھی موقوف ہونے کے علاوہ ضعیف ہے۔ اس کی سندیں موسیٰ بن مسعود واقع ہے جس کی حقیقت آپ کو معلوم ہو چکی۔ مزید برآں روایت کو

اس کا پورا یقین بھی نہیں کہ یہ روایت حضرت ابو سلمہ (تابعی) سے ہے یا حضرت ابو ہریرہ سے۔ مؤلف خیر الکلام کا اس کو مختلف فیہ ہونے کی وجہ سے حدیث حسن کہنا۔ (ملاحظہ ہو خیر الکلام ص ۳۱۲) محض اپنے دل کی تسکین ہے اور ان کا یہی وظیفہ ہے کہ اپنے مطلب کی ضعیف حدیثوں کو حسن کہہ کر دل بہلاتے ہیں۔ (احسن الکلام ص ۲۱۳ طبع سوم) قارئین کرام کے سامنے یہ بات واضح ہو چکی ہوگی کہ اس عبارت سے حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجد ہم نے قاعدہ بیان نہیں کیا بلکہ یہ ظاہر کیا ہے کہ اس قاعدہ کی آڑ میں مؤلف خیر الکلام نے جو اس روایت کو حسن کہلایا ہے وہ درست نہیں ہے جب کہ دوسری جگہ اصول حدیث کا قاعدہ بیان کیا ہے جب دونوں باتیں جدا جدا ہیں تو تعارض کس بات میں ہے؟ اثری صاحب کا یہ کہنا کہ اس تضاد فکری کا سبب محض مسلکی حیثیت ہے تو ہم اس کا فیصلہ قارئین کرام پر چھوڑتے ہیں کہ وہ خود فیصلہ کریں کہ مسلکی حیثیت کا ثبوت حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجد ہم دے رہے ہیں یا کہ اثری صاحب قیام بہ قدم مسلکی حیثیت اور تعصب کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔

گیارہواں الزام اثری صاحب صحیح ابو عوانہ کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے احسن الکلام ص ۱۱۱ میں لکھا ہے کہ صحیح ابو عوانہ کی سبب حدیثیں صحیح ہیں، صحیح ابو عوانہ کے یہ ضعیف راوی کیسے ہو سکتے ہیں جو بقرعہ محمد ثانی صحیح ہے.... الخ۔ اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے احسن الکلام ہی میں صحیح ابو عوانہ کے راویوں علیہ اللہ بن عبید اور مؤمل بن اسماعیل کو ضعیف قرار دیا ہے مگر کتنے افسوس کی بات ہے کہ ابو عوانہ کے راویوں کو ثقہ تسلیم کر کے خود ہی اس کی متعدد مقامات پر مخالفت کی جاتی ہے اور انھیں ضعیف باور کرانے کی پوری کوشش کی جاتی ہے۔ (محصلاً ص ۲۲۳ و ۲۲۴)

الجواب اثری صاحب یہاں بھی اپنا روایتی چکر چلا رہے ہیں ورنہ وہ اس قاعدہ سے بے خبر نہ ہوں گے کہ جن کتب میں محدث کا التزام کیا گیا ہے ان میں راوی کی حیثیت اور ہے اور اگر وہی راوی کسی دوسری جگہ آجائے تو اس کی حیثیت اور ہوگی اس کی مفصل بحث پہلے مسئلہ پر گزر چکی ہے۔ جن روایات میں ان راویوں پر جرح کی گئی ہے وہ صحیح ابو عوانہ کی روایات نہیں بلکہ عبید اللہ بن عبید والی روایت اور مؤمل بن اسماعیل کی روایت دونوں یہی تھیں۔ اگر حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجد ہم نے ابو عوانہ کے راویوں پر جرح ابو عوانہ میں کرتے ہوئے کی پوری توہم قرائن ہوتا۔ جب یہ صورت نہیں ہے تو اس کو تعارض سے تعبیر کرنا بھی صرف اثری سوچ کا نتیجہ ہے۔ اگر اثری صاحب کو یہ اعتراض ہے کہ ایک کتاب میں راوی کی حیثیت اور اور دوسری کتاب میں اس کی حیثیت اور کیوں ہے تو یہ اعتراض حضرات محدثین کرام پر کریں جنہوں نے یہ سبق دیا ہے۔ اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے

بارہواں الزام احسن الکلام میں لکھا ہے کہ قاعدہ کا شمار ان مدلسین میں ہے جن کی تدلیس ضرر نہیں اور دل کا سرور نہیں ایک روایت کو رد کیا اور کہا کہ اس میں بعض راوی مدلس ہیں۔ حالانکہ مسند احمد کی روایت میں قاعدہ کے علاوہ اور کوئی مدلس نہیں ہے۔ (محصلاً ص ۲۲۳ تا ۲۲۶)

الجواب دل کا سرور میں روایت صرف اس وجہ سے رد نہیں کی گئی بلکہ اس کی اور درجات بالخصوص نصر بن عاصم کا عن رجل منہ سے روایت کو نا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ احسن الکلام میں دو باتیں ذکر کی گئی ہیں۔ محدثین کرام کا موقف نظر کرنا کہ مدلسین ضرر نہیں اور دوسری بات امام عاصم کے حوالہ سے قاعدہ کا شمار پہلے والی کے مدلسین میں ہوتا ہے جن کی تدلیس کسی کتاب میں

مضر نہیں ہے ان دونوں باتوں کا نتیجہ واضح ہے کہ صحیحین میں کسی کی بھی تدلیس مضر نہیں ہے بالغتوں قنادہ کی کہ ان کو امام حاکم وغیرہ نے طبقہ اولیٰ کے مدین میں لکھا ہے اور دل کا سرور میں ہے کہ عن رحب منہ میں جب تک تعین نہ ہو جائے کہ یہ کون تھا تو اس وقت تک یہ روایت مجہول ہوگی۔ نیز بعض راوی مدلس ہیں اور روایت بھی غیر صحیحین کی ہے اور عقیدہ کے اثبات کے لیے پیش کی جا رہی ہے۔ لہذا مدلس کی محنتوں روایت ایسے اہم اور ڈبل معاملہ میں قابل التفات نہیں ہو سکتی۔ ہاں صحیحین میں تدلیس میں تدلیس کا حکم الگ ہے اگر بقول اثری صاحب مسند احمد میں قنادہ کے علاوہ کوئی اور مدلس نہیں تو تسلیم بھی کر لیا جائے تو تب بھی دونوں باتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے آں الکلام میں پیش کردہ روایت صحیحین اور ابو حوازی کی ہے جب کہ دل کا سرور میں پیش کردہ روایت ان کی نہیں۔ بلکہ مسند احمد اور طبقات ابن سعد وغیرہ کی ہے۔

احسن الکلام والی روایت میں سوائے تدلیس کے اور کوئی وجہ رد نہیں جبکہ دل کا سرور والی روایت میں اس تدلیس کے علاوہ شدید قسم کی وجہ رد موجود ہے اور پھر یہ بات بھی کہ احسن الکلام والی روایت سے عمل کا اثبات ہے جبکہ دل کا سرور والی روایت سے عقیدہ کا اثبات ہے۔ اس فرق کے باوجود اس کو تناقض و تعارض سے تعبیر کرنا صرف اثری صاحب کا کام ہی ہو سکتا ہے۔

تیسرا الزام اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے سماع الموتیٰ میں لکھا کہ تلقین میت میں حنفیہ باہم مختلف ہیں جو کہ وہ سماع موتیٰ کا قائل ہے وہ تلقین کا بھی قائل ہے اور چونکہ دفن کے بعد بہت سی روایات اثبات سماع کرتی ہیں لہذا تلقین میت اسی پر مبنی ہے اور سماع الموتیٰ میں حضرت ابوامامہؓ کی وہ روایت بھی دلائل میں پیش کی جس میں

آتا ہے کہ دفن کے بعد میت کو عند القبر یا فلال بن فلان کہہ کر پکارا جائے اور اس روایت میں ہے کہ مردہ دعا دینا ہے لیکن تم نہیں سمجھتے اور اس کو کہا ہے کہ تو قیام اور رسالت کی شہادت کی حالت میں جو دینا ہے کیا ہے اس حالت کو یاد کر اور اس میں یہ الفاظ بھی ہیں: انک رضیت باللہ رباً وبالاسلام دیناً وبعثتہ نبیاً وبالقرآن اماماً۔ الخ۔ اور راہ سنت ۲۲۵ میں لکھا ہے یہ یار رہے کہ تلقین سے مراد سورۃ بقرہ کا ابتدائی اور آخری حصہ پڑھنا ہے نہ یہ کہ اہل بدعت کی طرح کلمہ وغیرہ پڑھ کر میت کو خطاب کیا جائے یہ خالص بدعت ہے اس لیے بحر الرائق وغیرہ کے الفاظ ہی اس کو متعین کر دیتے ہیں کہ دفن کے بعد دعا اور زیارت کے علاوہ قبر کے پاس اور جو کچھ بھی کیا جائے گا وہ خلاف سنت ہوگا، سجدہ ہو یا طواف استعاذ ہو یا اذان وغیرہ اور یہی ہم کہنا چاہتے ہیں۔ الخ۔

اثری صاحب لکھتے ہیں غور فرمائیے راہ سنت میں جس عمل کو خلاف سنت قرار دیتے ہیں بلکہ صراحتاً جسے خالص بدعت ٹھہراتے ہیں سماع الموتیٰ میں اسی کو جائز قرار دیتے ہیں۔ (محصلہ ۲۲۶ تا ۲۲۸)

الجواب راہ سنت کے پندرہویں ایڈیشن سے لے کر بیسویں ایڈیشن تک کو دیکھا گیا مگر ان میں وہ الفاظ نہیں جو اثری صاحب نے نقل کیے ہیں۔ ان میں الفاظ اس طرح ہیں مگر یاد رہے کہ تلقین سے سورۃ بقرہ کا ابتدائی اور آخری حصہ پڑھنا مراد ہے جس کا ثبوت حضرت ابن عمرؓ کی مرفوع حدیث سے ہے (مشکوٰۃ ص ۱۴۹) اگر یہ موقوف بھی ہو تب بھی حکم مرفوع ہے اس لیے بحر الرائق کے الفاظ ہی اس کو متعین کر دیتے ہیں کہ دفن کے بعد دعا اور زیارت کے علاوہ قبر کے پاس اور جو کچھ بھی کیا جائے گا وہ خلاف سنت ہوگا۔ الخ (راہ سنت ص ۱۲۸) جب راہ سنت میں وہ الفاظ ہی ہیں جن کو مدار ٹھہرا کر اثری صاحب نے سماع الموتیٰ

فی مبارات سے تقابل اور تعارض پیش کیا ہے تو تقابل اور تعارض کیسے ہوا؟ یہ الفاظ کا؟ نہ یہ کہ اہل بدعت کی طرح کلمہ وغیرہ پر لٹو کر میت کو خطاب کیا جائے یہ خالص ہے۔ یہ الفاظ راہ سنت میں نہیں ہیں اور ان کو مدار بنا کر اثری صاحب نے اعتراض کی عمارت قائم کی ہے اور یوں رقم طراز ہوئے غور فرمائیے راہ سنت میں جس عمل کو خلاف سنت قرار دیتے ہیں بلکہ صراحتاً جسے خالص بدعت ٹھہراتے سماع الموتی انہیں اس کو جائز قرار دیتے ہیں۔۔۔ الخ۔ جب وہ الفاظ جن کو مدار بنا کر اثری صاحب یہ حاشیہ آرائی کر رہے ہیں وہ الفاظ ہی راہ سنت میں نہیں تو اثری صاحب کے اعتراض اور حاشیہ آرائی کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہتی۔

چودھواں الزام اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے سماع الموتی ص ۲۹ پر شیخ بدال الدین علیؒ کے حوالہ سے لکھا کہ مردہ اپنے اہل و عیال اور دوستوں کے حالات کو جانتا ہے کیونکہ ان کے اعمال اس پر پیش کیے جاتے ہیں اور جو کاروائی اس کے پاس کی جاتی ہے مردہ اس کو دیکھتا اور جانتا ہے۔۔۔ الخ۔ مگر اس کے برعکس سماع الموتی ص ۲۵۵ میں لکھا: ”اب اگر کوئی شخص کسی بزرگ کی قبر پر چکے سے آکر سجدہ کرتا ہے یا غاموش رہ کر طواف کرتا ہے یا قبر پر نذر و نیاز ہی آکر رکھ دیتا ہے تو بزرگوں کو اس کی عبادت کی کیا خبر ہے؟ اثری صاحب لکھتے ہیں اندازہ کیجئے کہ قبر کے پاس اس قسم کی عبادت کی تو صاحب قبر کو خبر نہیں مگر دوسرے امور کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ جو کاروائی اس کے پاس کی جائے مردہ اس کو دیکھتا اور جانتا ہے۔ (محصلہ ص ۲۲۸ و ص ۲۲۹)

الجواب اثری صاحب نے اپنی دیانت کا یہاں جو فرق کیا۔ اس کی مثال اثری صاحب اپنے طبقہ میں سے تو قیلاً پیش کریں گے مگر

لوگوں کے ہاں دیانت نام کی کوئی چیز موجود ہے ان میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ علامہ بیہل کے حوالہ کا کچھ حصہ اثری صاحب نے نقل کیا مگر اس عبارت کے بارہ میں حضرت شیخ الحدیث صاحب نے اپنا نظریہ اور اس عبارت کی توجیہ جو بیان کی اس کو اثری صاحب نے بالکل ہی نظر انداز کر دیا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث دام مجدہم نے اس کے دو دفعہ بدیہی اپنا نظریہ یوں لکھا اگر ہماری توجیہ پسند آئے تو اس کو قبول کر لیں وہ یہ کہ ان عبارات میں روایت سے روایت بصری مراد نہیں ہے بلکہ روایت قلبی مراد ہے جس کو علم بھی کہتے ہیں۔ (سماع الموتی ص ۱۱) اس وضاحت کے بعد بھی شیخ بیہل کے حوالہ کو پیش کر کے دوسری عبارت سے اس کا تقابل پیش کرنا اثری دیانت میں تو ہو سکتا ہے مگر دیانت کو زندگی کا متاع عزیز سمجھنے والے حضرات کی دیانت اس کو یقیناً جائز اور درست نہیں سمجھتی۔

پندرہواں الزام اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے تسکین الصدور ص ۳۴۶ میں لکھا ہے کہ مسجد نبوی میں آہستہ سے درود شریف پڑھنے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سن لیتے ہیں اور انشاء اللہ صلاہیں انہوں نے لکھا ہے کہ پاس بیٹھے ہوئے حضرت عمرؓ کی آواز کو بھی آپ نہیں سن سکتے تھے تا وقتیکہ آپ دریافت نہ فرمائیے کہ عمرؓ تم نے کیا کہا؟۔ اثری صاحب ان دونوں عبارتوں میں تضاد ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جب پاس بیٹھے ہوئے کی آواز نہیں سن سکتے تھے تو قبر کے پاس سے درود کیسے سنتے ہیں؟ اور نیز یہ کہ پیت آواز کی درجہ بندی کیجئے۔ (محصلہ ص ۲۲۹ تا ص ۲۳۱)

الجواب محترم جناب اثری صاحب سے گزارش ہے کہ آپ دلیری کے ساتھ اہل کربات کریں کیسول میں نہ کریں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عند القبر سلوۃ و سلام وغیرہ نہیں سنتے۔ اثری صاحب نے جو دو عبارتیں

پیش کی ہیں ان میں قطعاً کوئی تضاد نہیں ہے۔ صرف اثری صاحب کی کم فہمی ہے
 قبر مبارک کے پاس آہستہ سے جو درود شریف پڑھتے ہیں وہ اس انداز سے
 پڑھتے ہیں اور یہ نیت اور ارادہ کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تسلیں اور
 بخاری صحیح کی روایت میں ہے کہ فما كان ممن يسمع صوت رسول الله
 صلی اللہ علیہ وسلم حتى يستفهمه (الحديث) یعنی حضرت عمرؓ آپ
 سے غیر متعلق بات اتنی اور ایسی پست آواز سے نکالتے اور ارادہ کرتے کہ آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم اس کو سنیں ہی نہیں جس پر آپ کو دریافت کرنے کی ضرورت
 پیش آتی کہ کیا بات ہے ؟ اور اس بیان سے پست آواز کی درجہ بندی
 بھی معلوم ہوگئی کہ ایک پست اور دوسری پست میں فرق ہوتا ہے جیسا کہ غیر متعلقین
 حضرات کے شیخ الکلی، قاضی شوکانیؒ اور نواب صدیق حسن خانؒ وغیرہ اور
 اثری صاحب کے استاد محترم محدث گوئدلوٹی صاحب وغیرہ بھی عند القبر صلوة و
 سلام کے سماع کے قائل ہیں تو ان کی اتباع میں اثری صاحب خود ہی عند
 قبر ہی میں عند اور پست آواز کی درجہ بندی کر لیں۔ شاید ہم بھی اتفاق
 کر لیں مگر لفظ عند کی تحقیق کرتے وقت فاذا كنوا الله عند المشعر
 الحرام اور لا تقموا من عند المسجد الحرام میں مذکور لفظ
 عند کو ضرور ملحوظ رکھیں۔ شاید حضرت سارنپوریؒ کے ذہن میں یہی ! ان سے
 ملتے جلتے مضامین ہوں جس کی وجہ سے لفظ عند سے انھوں نے تعمیم
 مراد لی ہو۔

مختلف مباحث مع چند لطائف

اثری صاحب یہ عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب بیشک
 باغ نظر مدرس اور علوم و فنون کا وسیع مطالعہ رکھتے ہیں مگر انسان ہیں بشری کمزوریاں
 سبھی انسانوں میں ہوتی ہیں جس کا کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔ حضرت مولانا صاحب
 سے بھی اسی نوعیت کی غلطیاں سرزد ہوئی ہیں مگر بعض غلطیوں کا صدور باعث تعجب
 بلکہ انھو کہ ہوتا ہے ہم اسی نوعیت کے چند امور کا یہاں تذکرہ کرنا چاہتے ہیں۔
 (مجلد ۲۳۲)

اثری صاحب کی اس عبارت سے ان کے روشن خیال بزرگ کے نظریے
 کی جھلک نظر آتی ہے در نہ اہل السنۃ والجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ انبیاء کرام
 علیہم السلام انسان ہونے کے باوجود بشری کمزوریوں سے پاک اور مبرا ہوتے
 ہیں۔ اثری صاحب کا بلا استثناء اس عبارت کو لانا نظام کرتا ہے کہ وہ اس
 معاملہ میں اپنے روشن خیال بزرگ کے نظریے سے متاثر ہیں۔ اثری صاحب
 نے حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجد ہم کی جانب جن اغلاط کی نسبت کی
 ان کی تفصیل جوابات سمیت پیش کی جاتی ہے :

کتاب اسما رجال کے بارے اعتراض | اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا
 صفدر صاحب نے لکھا ہے
 کہ میزان الاعتدال، تہذیب التہذیب اور لسان المیزان وغیرہ کتابیں صحاح ستہ
 کے راویوں کے لیے وقف ہیں۔ داری صحاح ستہ میں شامل نہیں اور یہ ضروری
 نہیں کہ اس میں مندرج سب راوی ان کتابوں میں ہوں۔ اثری صاحب لکھتے

ہیں کہ یہ بات درست نہیں کہ میزان الاعتدال اور لسان المیزان صحاح ستہ کے راویوں کے لیے وقف ہیں اور یہ نو حدیث کا ابتدائی طالب علم بھی جانتا ہے۔
(محصلہ ص ۲۳۲ تا ۲۳۴)

الجواب اثری صاحب نے خواہ مخواہ کیڑے نکالنے کی قسم کھا رکھی ہے ورنہ اگر وہ اس عبارت میں مولیٰ سا غور کرتے تو اس کو صحیح سمجھنے میں ان کو کوئی دقت پیش نہ آتی۔ اثری صاحب نے وقف ہیں کو تو پلے باندھ لیا مگر اگلی عبارت کا مفہوم اس کے ساتھ ملانے کی زحمت گوارا نہیں کی۔ پوری عبارت کا مفہوم پیش نظر رکھنے سے نتیجہ نکلتا ہے کہ بالاستیعاب صحاح ستہ کے راویوں کے لیے ہیں اور صحاح ستہ کے علاوہ باقی کتابوں کے راویوں کا استیعاب نہیں ہے۔ اسی لیے تو آگے فرمایا ہے اور یہ ضروری نہیں کہ اس میں مندرج سب راوی ان کتابوں میں ہوں۔ عبارت کے مجموعی مفہوم سے نتیجہ درست نکلتا ہے مگر اثری صاحب نے کیڑے ہی نکالتے تھے اس لیے انھوں نے یہی کام کیا ورنہ ان کے استاد محترم محدث گوندوی کی تلقین تو یہ ہے کہ "مگر یاد رکھنا چاہیے حتی الامکان اگر کوئی کلام کسی وجہ سے صحیح بن سکتا ہو تو اس کو صحیح ہی سمجھنا چاہیے" (خیر الکلام ص ۲۲) مگر اثری صاحب نے تمام باتوں کو نظر انداز کر کے صرف کیڑے نکالنے کا کارنامہ سرانجام دے کر اپنے سادہ قسم کے حوالوں سے داد تحسین وصول کرنے کا تدبیر کر رکھا ہے۔

منتقى الاخبار کے بارے اعتراض اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفر صاحب نے اخفاء الذکر میں لکھا ہے کہ علامہ ابن جبار وکی منتقى الاخبار مع النیل میں یہ بات ہے حالانکہ منتقى الاخبار علامہ ابن جبار وکی نہیں بلکہ علامہ ابن تیمیہ کی ہے۔

الجواب حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے جو حوالہ دیا ہے وہ حوالہ تو اثری صاحب ہی تسلیم کرتے ہیں کہ اس روایت کے بارے میں جو ص ۳۱۶ کا حوالہ دیا وہ منتقى الاخبار مع النیل میں بلاشبہ موجود ہے۔ الخ حوالہ درست ہے مصنف کے نام میں غلطی لگ جانا یا لکھتے وقت ذہول ہو جانا کوئی بعید بات نہیں۔ عبارت کو آئندہ ایڈیشن میں انشاء اللہ العزیز درست کر لیا جائیگا۔
ذخائر الموارث کے بارے اعتراض اثری صاحب لکھتے ہیں کہ شوق حدیث میں مولانا صفر صاحب نے علامہ عبد الغنی کی کتاب ذخائر الموارث کو موضوع احادیث کی کتابوں میں لکھا ہے حالانکہ یہ کتاب تو صحاح ستہ اور مؤطا کے اطراف پر مشتمل ہے۔

اثری صاحب کی یہ بات درست ہے۔ آئندہ ایڈیشن میں انشاء اللہ العزیز اصلاح کر لی جائے گی۔

يعقوب کی معمری سے اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفر صاحب نے تسکین الصدور ص ۱۸ میں ایک سند کے بارے یہ لکھا ہے کہ اس کی سند میں معمری

ہیں جن کی وفات ۱۸۰ھ میں ہوئی اور ان سے روایت کرتے ہیں یعقوب بن اسحاق بن ابی اسرائیل۔ اور علامہ ابن عبد الہادی محض تنک بندی سے الصارم المنکی ص ۱۸ میں لکھتے ہیں کہ یعقوب کی معمری سے تقارن نہیں لہذا سند متصل نہیں۔ اس کا جواب تسکین الصدور میں علامہ عبد الہادی نے جو حوالہ سے لکھا ہے کہ یعقوب کی اس بات سے اسحق بن ابراہیم سے جن کی ولادت ۱۸۰ھ یا ۱۸۱ھ میں اور وفات ۲۰۰ھ میں ہوئی، اور عمر بن شبر سے بھی ان کی روایت ہے (جن کی وفات ۲۰۰ھ میں ہوئی) جب یعقوب کی ان سے روایت ہو سکتی ہے تو معمری سے روایت میں کیا

اشکال ہو سکتا ہے ؟ اثری صاحب لکھتے ہیں علامہ ابن عبد الہادیؒ کی تنقید پر مولانا موصوف کا یہ تبصرہ کسی وضاحت کا محتاج نہیں۔ لیکن موصوف نے اسے محض تنگ بندی قرار دیا مگر قابل غور بات یہ ہے کہ خود انھوں نے کیا فرمایا : المعمری ۱۸۲ء میں فوت ہوئے انہی سے یعقوب بن اسحاق کے سماع کو علامہ ابن عبد الہادیؒ نے مشکوک قرار دیا، مگر اس کے جواب میں مولانا صاحب نے نو تنگ بندی کی انتہا کر دی۔ کیا خود انھوں نے یعقوب بن اسحاقؒ کا سن ولادت ذکر کیا ؟ قطعاً نہیں۔ پھر اسحاق بن اسرائیل کا سن وفات ۲۲۵ء اور عمر بن شبہؒ کا سن وفات ۲۲۶ء لکھا کیا یہ ۱۸۲ء سے پہلے ہے یا بعد ؟ یہ بات تو تب درست ہوتی جب ان کا سن وفات المعمریؒ کی وفات سے پہلے ہوتا۔ (محصلاً ۲۲۵ تا ۲۲۶)

کتابت کی غلطی سے عمر بن شبہؒ کا سن وفات ۲۲۶ء لکھا گیا ہے
الجواب مگر صحیح ۲۲۵ء ہے۔ (تذیب ص ۲۶۱) مگر اس پر اثری صاحب نے کوئی بات نہیں کی اور عجیب خط کا شکار ہو کر لکھتے ہیں کہ یہ بات تو تب درست ہوتی جب ان (عمر بن شبہؒ) کا سن وفات المعمریؒ کی وفات سے پہلے ہوتا یعنی نقار اور سماع تب ثابت ہوتا جب کہ ایک استاد دوسرے استاد کی وفات سے پہلے مر چکا ہوتا۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ یہ ہے اثری صاحب کی تحقیق ایسی اور اس تحقیق پر ادارۃ العلوم الاثریہ کو بجا طور پر فخر کرنا چاہیے۔

نسکین الصدور میں علامہ ابن عبد الہادیؒ کو جو جواب دیا گیا وہ واضح ہے کہ جب یعقوب بن اسحاقؒ کی روایت عمر بن شبہؒ سے ہے جو المعمریؒ کا ہم زمانہ ہے۔ دونوں کی وفات میں صرف بیس سال کا فرق ہے تو تاریخی لحاظ سے اس سے روایت میں کیا اشکال ہے ؟ اگر اثری صاحب یہ کہنا چاہتے ہیں کہ علامہ ابن عبد الہادیؒ نے یہ فرمایا ہے کہ المعمریؒ کی وفات کے بعد یعقوب بن اسحاقؒ کی ولادت ہوئی ہے تو

اس کا ثبوت علامہ ابن عبد الہادیؒ نے تو پیش نہیں کیا اس لیے اس موقف کی نکالت کرنے کی وجہ سے اثری صاحب کا حق بنتا تھا کہ وہ اس کا ثبوت پیش کرتے۔ المعمریؒ کی وفات کے وقت یعقوب کے والد اسحاقؒ کی عمر اکتیس یا تیس سال بنتی ہے اور اتنی عمر کے آدمی کا بیٹا دل یا گیارہ سال کا ہونا کوئی ناممکن نہیں اور اتنی عمر روایت کے لیے قابل تسلیم ہے جب یہ ممکن ہے تو اس کو تسلیم کر لینے میں کیا مضائقہ ہے ؟ نسکین صاحب کہ قاضی عیاضؒ جیسے محدث اور علامہ سبکیؒ اور سمهودیؒ جیسے عالم اس سند کو باسناد جدید قرار دے ہیں۔ اثری صاحب کے استاد محترم محدث گوندلویؒ تو یہاں تک فرماتے ہیں : ”باقی رہا یہ اعتراض کہ مکحول کا سماع محمول سے ثابت نہیں، عدم ثبوت صحت حدیث کے منافی نہیں۔ کیونکہ صحت حدیث کے لیے صرف استاد اور شاگرد کی ملاقات کا ممکن ہونا کافی ہے عدم ثبوت سے نفی لازم نہیں آتی“ (خیر الکلام ص ۲۲۷) اور یہاں تو صرف امکان ہی نہیں بلکہ قاضی عیاضؒ، علامہ سبکیؒ اور علامہ سمهودیؒ کا باسناد جدید کہنا بھی موجود ہے۔ اس لیے قاعدہ کی رو سے تو نسکین الصدور کی مذکورہ عبارت پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔ اثری صاحب نے صرف کیڑے نکالنے کا شوق پورا کیا ہے۔

تذریب الراوی کی عبارت اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے تذریب الراوی کی عبارت کے بارے اعتراض کو نہیں سمجھا اور یہ بکھ دیا ہے کہ بعض نے

محمد بن ربیع اور عبد الرحمن بن غنم کو صحابی سمجھ لیا ہے حالانکہ وہ صحابی نہیں جبکہ اصل عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ محمد بن ربیع نے عبد الرحمن بن غنم کو صحابی سمجھ لیا حالانکہ وہ صحابی نہیں۔ (محصلاً ص ۲۱۳ تا ۲۱۴)

اس دو حرفی بات کے لیے اثری صاحب نے تین صفحات سیاہ کیے حالانکہ

تدریب الرای کے مضمون میں کوئی غلطی نہیں ہوئی بلکہ اس کے ایک جملہ کی تعبیر میں غلطی تک گئی جو کہ موجودہ ایڈیشن میں درست کر لی گئی ہے۔

غلط ترجمہ و غلط تعبیر کا اعتراض | اثری صاحب غلط ترجمہ اور غلط تعبیر کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب

نے ازالۃ الريب ۳۸۶ میں ایک روایت متابعت میں پیش کی جو محمد بن اکتی سے ہے جس کو مولانا صفدر صاحب کتاب اور رجال قرار دیتے ہیں۔ اس روایت میں ہے کہ حضور علیہ السلام کی بیماری کے ایام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابو بکرؓ سے کہو کہ نماز پڑھائے مگر وہ اس وقت موجود نہ تھے تو حضرت عمرؓ نے لوگوں کے کہنے پر نماز پڑھائی۔ جب آپؐ نے حضرت عمرؓ کی آواز سنی تو آپؐ نے فرمایا ابو بکر کہاں ہے؟ ابو بکرؓ کی موجودگی میں کسی اور کا نماز پڑھانا اللہ تعالیٰ کو بھی منظور نہیں اور مسلمانوں کو بھی۔

نماز سے فارغ ہو جانے کے بعد حضرت ابو بکرؓ آئے فصلی بالناس تو اس کے بعد کی نمازیں حضرت ابو بکرؓ نے پڑھائیں۔ اثری صاحب لکھتے ہیں کہ فصلی بالناس کا ترجمہ مولانا صفدر صاحب نے غلط کیا ہے کہ بعد کی نمازیں حضرت ابو بکرؓ نے پڑھائیں حالانکہ اس کا صاف ترجمہ یہ ہے کہ پھر لوگوں کو نماز پڑھائی۔ اس میں اس کے بعد کی نمازیں کن الفاظ کا ترجمہ ہے؟ اس ترجمہ کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی اور اس تکلف کا پس منظر کیا ہے اس پر ہم کوئی تبصرہ نہیں کرنا چاہتے۔ (مجموعہ مسائل و مسائل)

الجواب | اثری صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ جس معاملہ میں راوی قابل تسلیم ہو اس معاملہ میں اس کی متابعت بھی درست ہوتی ہے محمد بن اکتی

اگرچہ عقائد اور ضلال و حرام جیسے معاملات میں قابل تسلیم نہیں مگر مناقب اور معاذی میں وہ قابل تسلیم ہے تو یہ متابعت بھی اسی معاملہ میں ہے۔ خواہ لواء اثری صاحب نے جگر دینے کی کوشش کی ہے۔ باقی رہا اعتراض کہ وہ کی بالناس کا

ترجمہ غلط کیا ہے تو یہ ترجمہ تب غلط ہوتا جبکہ اسی نماز کو حضرت ابو بکرؓ نے دہرایا ہوتا جو حضرت عمرؓ پڑھا چکے تھے۔ اثری صاحب کے اس اعتراض سے یہی نمایاں ہوتا ہے کہ ان کا نظریہ یہی ہے تو وہ اپنے اس نظریہ پر کوئی دلیل تو دیتے تاکہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کے ترجمہ کو غلط قرار دیا جاسکتا۔ جب حضرت ابو بکرؓ نے وہ نماز نہیں دہرائی جو حضرت عمرؓ نے پڑھائی تھی اور یقیناً نہیں دہرائی تھی تو یہ ترجمہ اپنی جگہ بالکل درست ہے اور اسلوب حکیم کے طور پر ہے ورنہ لفظی ترجمہ کے بعد تو کوئی سوال کر سکتا تھا کہ وہی نماز پڑھائی یا بعد کی پڑھائی تو حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے اسلوب حکیم کے طور پر ترجمہ ہی ایسا کیا کہ کسی کو سوال کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہو۔

اثری صاحب کا یہ کہنا کہ اس ترجمہ کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی.... الخ تو ہم عرض کرتے ہیں کہ اس حدیث کے پڑھنے والوں کے ذہن کو تشویش سے بچانے اور ان کے ذہن میں سوال پیدا ہونے سے بچانے کی ضرورت محسوس ہوئی اور اور اسی کی وجہ سے یہ ترجمہ کیا گیا جو بالکل حقیقت پر مبنی ہے۔ مگر اثری صاحب نے بریلویوں کے خلاف پیش کردہ اس روایت پر اعتراض کر کے بریلویوں کی وفات کا حق ادا کیا ہے۔

اثری صاحب کی پیش کردہ دوسری مثال | اثری صاحب اس کی دوسری مثال کا عنوان قائم

کر کے لکھتے ہیں۔ بریلوی حضرات نے علم غیب کے اپنے عقیدہ پر جن روایات سے استدلال کیا ہے ان میں سے ایک حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی حدیث ہے جس کے جواب میں مولانا صفدر صاحب نے ازالۃ الريب ۳۸۶ میں لکھا کہ اس کی سند میں اضطراب ہے بعض کتابوں میں صحابی کا نام عبد اللہ بن مسعودؓ، بعض میں ابو مسعودؓ اور

بعض میں ابن مسعود انصاری ہے۔ اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے خورحاکہ قرین قیاس یہ ہے کہ یہ روایت ابو مسعود انصاری سے ہے جب مولانا صفدر صاحب نے یہ اعتراف کر لیا تو بتلائیے اضطراب کے اعتراض کی کیا پوزیشن ہے؟

اور غیر مولانا صفدر صاحب نے لکھا ہے کہ اس روایت میں ہے جب ایک دفعہ خطبہ کے دوران حضور علیہ السلام نے منافقین کے نام لے کر ان کو مسجد سے نکالا تو جب منافق جا رہے تھے تو حضرت عمرؓ آئے اور انہوں نے سمجھا کہ جمعہ ہو چکا ہے اور وہ حیا کے مارے چھپتے پھرتے تھے کہ لوگ تو عجم پڑے کر خارج ہو رہے ہیں اور میں اب آ رہا ہوں۔ اثری صاحب لکھتے ہیں کہ البدایہ اور مستد احمد کی روایت میں قطعاً اس کا ذکر نہیں کہ حضرت عمرؓ چھپتے پھرتے تھے بلکہ ان میں ہے کہ وہ ایک ایسے آدمی کے پاس سے گزرے جو سر جھکائے جا رہا تھا اور وہ اس کو پہچانتے تھے حضرت عمرؓ نے پوچھا تمہارا کیا حال ہے؟ تو اس نے جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا وہ بتلا دیا تو انہوں نے کہا آج کے دن تمہارے لیے دُوری ہے اثری صاحب لکھتے ہیں کہ ان میں حضرت عمرؓ کے چھپنے کا ذکر تک نہیں۔ ہم پوچھنا یہ جانتے ہیں کہ آخر یہ کن الفاظ کا ترجمہ یا ترجمانی ہے۔ (مجلد ۲۲۱ تا ۲۲۳)

اثری صاحب اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ حدیث میں اتنی اضطراب ہے مگر انکی یہ بات محکمہ خیز ہے کہ جب مولانا صفدر صاحب نے یہ اعتراف کر لیا کہ قرین قیاس یہ ہے کہ یہ روایت ابو مسعود انصاریؓ سے ہے تو اس اعتراف کے بعد اضطراب کے اعتراض کی کیا پوزیشن ہے؟ کیا کسی محدث یا راوی یا ناقل کے اضطراب الیٰ صحتوں میں سے کسی ایک پہلو کو دلیل سے ترجیح دینے کے بجائے صرف قرین قیاس کہہ دینے سے اضطراب ختم ہو جاتا ہے؟ اثری صاحب کی عبارت سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ

مولانا صفدر صاحب نے جب ایک پہلو کے بارہ میں کہہ دیا کہ قرین قیاس یہ ہے تو گویا اضطراب ہی باقی نہ رہا حالانکہ ایسا قطعاً نہیں ہے۔ یہ اثری صاحب کی ناواقفیت ہے۔ اس سے اضطراب ختم نہیں ہو جاتا۔ اس لیے اضطراب کے اعتراض کی پوزیشن وہی ہے جو اصول کے مطابق ہونی چاہیے۔

اثری صاحب کا یہ کہنا کہ مستد احمد اور البدایہ کی روایات میں یہ الفاظ نہیں کہ حضرت عمرؓ جمعہ کے لیے دیر سے آنے کی وجہ سے چھپتے پھرتے تھے تو ہم عرض کرتے ہیں کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجد ہم نے یہ حوالہ دیتے وقت عمدۃ القاری، تفسیر ابن کثیر، البدایہ، خصائص الکبریٰ اور روح المعانی پانچ کتابوں کا حوالہ دیا ہے جس کا مطلب ہے کہ اس واقعہ کا ذکر ان پانچ کتابوں میں بھی ہے کسی میں اختصار سے اور کسی میں تفصیل سے اور یہ الفاظ تفسیر ابن کثیر اور روح المعانی کے محولہ صفحات میں موجود ہیں۔

فاختبأ منهم استحياء پس وہ (حضرت عمرؓ) ان سے چھپتے پھرتے
انہ لم يشهد الجمعة تھے اس بات پر شرم محسوس کرتے ہوئے
وظن ان الناس قد انصرفوا کہ وہ جمعہ میں حاضر نہیں ہوئے اور انہوں نے یہ خیال کیا کہ لوگ جمعہ سے فارغ ہو گئے ہیں۔
(تفسیر ابن کثیر ج ۲، تفسیر روح المعانی ص ۱۱۱)

جب یہ الفاظ ان کتابوں میں موجود ہیں تو اس کے باوجود شرم و حیا کو بالائے طاق رکھ کر اثری صاحب کا اعتراض کرنا اور دریافت کرنا کہ ہم پوچھتے ہیں کہ آخر یہ کن الفاظ کا ترجمہ یا ترجمانی ہے یقیناً بے حیا باش و ہرچہ خواہی کن کا علیٰ نمونہ ہے اثری صاحب یہ ان الفاظ کا ترجمہ ہے جو ان کتابوں میں موجود ہیں جن کا سوال مولانا صفدر صاحب نے دیا ہے جن کو دیکھتے وقت آپ کی آنکھوں میں تعصب کا موتیا اتر آیا تھا اور آپ مستد احمد اور البدایہ کو تو دیکھ کے تھے مگر روح المعانی اور تفسیر ابن کثیر آپ کی نظروں

سے اوتھل ہو گئیں۔ قارئین کرام سے درخواست ہے کہ وہ خود تفسیر ابن کثیر اور روح المعانی کے ان محولہ صفحات کا مطالعہ کریں اور دیکھیں کہ کیا یہ الفاظ موجود ہیں؟ ہم اثری صاحب کی بیٹی بولی میں کہتے ہیں کہ اثری صاحب کیا مولانا صفدر صاحب نے تفسیر ابن کثیر اور روح المعانی کا حوالہ نہیں دیا؟ کیا یہ الفاظ ان کتابوں میں موجود نہیں ہیں؟ جب انہوں نے حوالہ بھی دیا ہے اور الفاظ بھی ان کتابوں میں موجود ہیں تو اس کے باوجود آپ کا اعتراض کس قاعدہ کے تحت ہے؟ اس میں کون سی دینی خدمت ہے؟ کیا یہ مسلکی تعصب کا شاخسانہ نہیں؟ آخر بددیانتی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔

مکروہ تلبیس | ازالۃ الريب ۳۱۸ میں تفسیر درنثور ۶۶ کے حوالہ سے حضرت ابن مسعود کی ایک روایت نقل کی گئی ہے جس سے بریلوی حضرات نے اثبات علم غیب پر استدلال کیا ہے اس روایت پر سنداً و معناً تنقید تو ازالۃ الريب ہی میں ملاحظہ فرمائیں جو بالکل حق، صحیح اور باحوالہ ہے اور اس روایت میں منافقین پر گرفت بھی کی گئی ہے مگر افسوس ہے کہ منافقین کے مفت کے وکیل یا درپردہ ساز بازی وکیل جناب اثری صاحب نے اس ضعیف روایت کے ساتھ صحیح مسلم ص ۱۶ اور ترمذی ۲۱۵ و ۲۱۳ کی روایت جو حضرت علیؑ کے بارہ میں انہی کے حوالہ سے مروی ہے: لَا يَحِيْثُ بِيْ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا يُبْغِضُنِيْ اِلَّا مُكَافٍ۔ جوڑ کر اس پر عنوان قائم کیا ہے: ”صحیح حدیث سے انکار“ اور پھر اپنے مرہض دل کی خوب بیڑا اس نکالی ہے۔ (ملاحظہ ہو ص ۲۳۳ و ۲۳۴ محصلہ)

اس کے جواب میں ہم یہی کہتے ہیں کہ یہ محاورہ منکر تھے اور شاہد ہے کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا، جہان متی نے کذب جوڑا۔ اسی طرح اس مقام

میں جناب اثری صاحب جہان متی سے بیٹھے ہیں حضرت ابن مسعود اور حضرت علیؑ کی دو مختلف اسانید سے مروی روایات کو جوڑ کر صحیح اور ضعیف کا ملغوبہ بنا کر حق و باطل کو خلط ملط کر کے متعلق اور غیر متعلق کا فرق مٹا کر دل کا ابال نکالا ہے۔ شاید ان کے نزدیک دیانت، علمی تحقیق، ورع اور خدا خوفی اسی کا نام ہو گا۔ ہم قارئین کرام سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ازالۃ الريب میں بھی اس بحث کو بغور پڑھیں اور پھر جناب اثری صاحب کی رام کہانی بھی ملاحظہ کریں تو واضح ہو جائے گا کہ تو ازالۃ الريب میں کسی صحیح حدیث کا انکار کیا گیا ہے اور نہ منافقوں کو چھوٹ دی گئی ہے۔ اس کے باوجود اثری صاحب کے اس اقدام پر ہم ان ہی کے الفاظ میں کہتے ہیں کہ کیا ان کو ایسی بے پرکی ہانکنے کا حق حاصل ہے؟ اور کیا ان کے صاحب نظر اور محقق ہونے کی یہی شان ہے؟

اثری صاحب کی پیش کردہ تیسری مثال | اثری صاحب اپنے زعم کے مطابق مولانا صفدر صاحب کے غلط ترجمہ کی تیسری مثال یہ دیتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے حضرت یزید بن ثابتؓ کی روایت میں جس میں آتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے ایک عورت کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی مگر مولانا صفدر صاحب نے لکھا کہ دعائے جنازہ پڑھی۔ (محصلہ ص ۲۳۴)

الجواب | اثری صاحب نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ مولانا صفدر صاحب نے اس قبر پر حضور علیہ السلام کے نماز جنازہ پڑھنے کی نفی کی ہے حالانکہ ان کا یہ تاثر دینا بالکل غلط ہے اس لیے کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب جنات سے لکھ چکے ہیں کہ جن مواقع میں حضور علیہ السلام سے قبر پر نماز جنازہ پڑھنا ثابت ہے وہ اپنی حقیقت پر ہے جیسا کہ شہداء اُحد پر نماز جنازہ کی دلیل دیتے ہوئے

خزان السنن ۵۵ و ۵۶ میں صراحت موجود ہے۔ اثری صاحب کی معلومات کے لیے عرض ہے کہ حضرات محدثین کرام صلوٰۃ جنازہ کو بعض دفعہ دُعا جنازہ سے تعبیر کر دیتے ہیں بلکہ حضرت ابوسعید کی روایت میں یہ الفاظ موجود ہیں :

فخرج باصحابه فوقف پس آپ اپنے صحابہ کے ساتھ گئے تو اُن
علی قبرها فکبر علیها عورت کی قبر پر کھڑے ہوئے پھر اس پر
والناس خلفه ودعا لها تبکیر کی اور لوگ آپ کے پیچھے تھے اور
ثم انصرف الخ آپ نے اس کے لیے دُعا کی پھر
(ابن ماجہ ص ۱۱۱)

یہاں تو صحابی صلوٰۃ جنازہ کو دُعا جنازہ سے تعبیر کر رہے ہیں۔ اگر یہ اعتراض کی بات ہے تو پھر معاذ اللہ پہلے یہ اعتراض حضرت ابوسعید پر ہونا چاہیے ہمارے ہاں تو اس میں کوئی اعتراض کی بات نہیں کیونکہ صلوٰۃ جنازہ کی تعبیر دُعا جنازہ سے کی جاسکتی ہے اس لیے نہ اعتراض حضرت ابوسعید پر ہے اور نہ ہی حضرت شیخ الحدیث صاحب پر اعتراض وارد ہوتا ہے۔ اثری صاحب نے صرف صحیح بات کا بتنگڑ بنانے کا چسکہ پورا کیا ہے۔

کلمات تحمل میں فرق
کے بارے اعتراض

اثری صاحب حد ثنا وحدثی میں فرق اور اہل کوفہ کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مولانا صفحہ ۶۳ صاحب نے مقام ابی حنیفہ ص ۶۳ اور ص ۶۴ میں سنن ابی داؤد کی عبارت کا ترجمہ غلط کیا ہے۔ عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ امام فضیل نے یہ حدیث بیان کر کے فرمایا بخدا یہ میرے نزدیک شہد سے زیادہ سچی ہے یعنی اس میں حد ثنا اور حدثی ہے اور پوری سند میں یہی اسلوب ہے اسی وجہ سے امام احمد نے فرمایا کہ اہل کوفہ کی حدیث میں نور نہیں کیونکہ وہ روایت

بیان کرنے میں، حدثنا و اخبرنا کا اہتمام نہیں کرتے اور اہل بصرہ چونکہ اس کا اہتمام کرتے ہیں اس لیے ان کی حدیث میں نور ہے۔ مگر مولانا صفحہ ۶۳ صاحب نے لکھا کہ امام احمد فرماتے ہیں اہل کوفہ حدثنا اور حدثی میں فرق نہیں کرتے اس لیے ان کی حدیث میں نور نہیں اور اہل بصرہ ان میں فرق کرتے ہیں اس لیے ان کی حدیث میں نور ہے۔ (مجلد ۲ ص ۲۴۹ تا ۲۵۰)

الجواب حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے مؤلف حقیقۃ الفقہ اور مؤلف نتائج التقليد کی ناہنجی اور خیانت کو آشکارا کیا ہے۔ اس لیے اثری صاحب کا بلڈ پریشربائی ہو گیا اور ان کی رگ عصبیت پھڑکنے لگ گئی جس کی وجہ سے وہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کی عبارت کو سمجھ ہی نہیں سکے ورنہ حضرت شیخ الحدیث صاحب نے وہی کچھ کہا ہے جو ان شارحین ابی داؤد نے کہا ہے جن کے حوالے اثری صاحب نے دیئے ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب نے عبارت کے ترجمہ کے بعد اس کا خلاصہ یوں بیان کیا ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ اہل بصرہ حدثنا وحدثی وغیرہ کے الفاظ میں فرق ملحوظ رکھتے ہیں اور اہل کوفہ اس فرق کو اہمیت نہیں دیتے۔ (مقام ابی حنیفہ ص ۱۱۱)

عبارت کا مفہوم واضح ہے کہ روایت کرتے وقت تحدیث اور غیر تحدیث کے کلمات تحمل کا فرق اہل بصرہ کرتے ہیں اور اہل کوفہ ان میں فرق نہیں کرتے کیونکہ ان کے نزدیک روایت الفاظ تحدیث سے ہو یا دوسرے الفاظ سے ہو ان میں کوئی فرق نہیں اور اہل بصرہ تحدیث کے الفاظ کو دوسرے الفاظ سے جدا سمجھ کر ان میں فرق کرتے ہیں اور یہی بات شارحین ابی داؤد نے کی ہے جن کے حوالے اثری صاحب نے دیئے ہیں۔ مولانا فخر الحسن گنگوہی کا حوالہ دیا کہ انہوں نے لکھا ہے : ای لعدم اہتمامہم فی کلمات التحمل بخلاف اہل

البسوق۔ اور مولانا خلیل احمد ہارپوری کا حوالہ دیا کہ انھوں نے لکھا ہے المراد
بشيء النور انهم لا يأتون بالأسانيد على وجهها فلا يفرقون
بين الاخبار والتحديث والعنعنة الى غير ذلك۔ اور محدث
ڈیالوئی کا حوالہ دیا کہ انھوں نے لکھا ہے: ولا يبالون هل هي بصيغة
الاخبار والعنعنة ولا يفرقون بين مرتبة الاتصال والانقطاع
والارسال... الخ۔ جب یہ شارحین بھی وہی بات فرما رہے ہیں جو حضرت
شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے لکھی ہے تو اثری صاحب نہ جانے کس
جہان میں پہنچ کر ان حوالہ جات کو حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کے برخلاف
پیش کر رہے ہیں ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ اثری صاحب صرف مؤلف
نتائج التقليد پر ہونے والی تردید پر حواس باختہ ہو کر ایسی باتیں کہہ گئے ہیں اور
صفحات و صفحات سیاہ کر ڈالے ہیں۔

عرض اعمال کی روایت کے
اتصال سند کے بارے اعتراض

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب
نے عرض اعمال کی روایت تسکین الصدر ۲۴۳
میں پیش کر کے لکھا کہ علامہ دمشقی نے کہا
رِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ۔ علامہ سیوطی نے کہا بِسَنَدٍ صَحِيحٍ اور علامہ
زرقانی، علامہ کشمیری اور مولانا عثمانی نے لکھا بِسَنَدٍ جَيِّدٍ۔ اس پر اعتراض ہوا
کہ اس سے اتصال سند لازم نہیں آتا تو اس کے جواب میں مولانا صفدر صاحب نے
لکھا ہے کہ جب ذمہ داری سے علامہ دمشقی وغیرہ اس کو صحیح اور جید کہتے ہیں تو
اصول حدیث کی روشنی سے صحت کے لیے اتصال سند بھی ضروری امر ہے۔ لہذا
اتصال سند بھی ثابت ہے۔ اثری صاحب لکھتے کہ علامہ دمشقی نے رجال رجال
الصحيح کہا ہے اس کو اتصال لازم نہیں انھوں نے صحیح نہیں کہا اور پھر یہ کہ

اگر کسی حدیث کی سند کو صحیح یا جید کہنے سے اس کا اتصال ثابت ہو جاتا ہے تو فاتحہ
خلف الامام کی حدیث کو امام ابو داؤد وغیرہ نے صحیح اور علامہ خطابی وغیرہ نے اسنادہ
جید کہا تو یہ روایت ضعیف کیسے؟ اور اس کی سند میں انقطاع کیسے؟ مولانا
صاحب کو چاہیے کہ عدل و انصاف کا ترازو برابر رکھیں۔ ہمیں شکوہ یہی ہے کہ
موصوف اس کا اہتمام نہیں کرتے۔ (مجلد ۲۴۹ صفحہ ۲۵)

الجواب

اثری صاحب نے اصول حدیث کی کتابوں سے یہ بات تو پڑھ لی کہ
رِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ کے الفاظ سے لازم نہیں آتا کہ وہ روایت
صحیح ہو کیونکہ اس میں موجود دوسرے علل کی تحقیق و تفتیش بھی ضروری ہے مگر یہ بات
ان کو نظر نہیں آئی کہ اگر کوئی علت اس میں نہ ہو تو اس کا حکم کیا ہوتا ہے۔ اگر کوئی
اور علت ثابت ہو جائے تو واقعی وہ روایت صحیح نہیں ہوگی مگر یہاں تو معترض نے
کسی اور علت کی نشاندہی نہیں کی اور نہ ہی اثری صاحب کوئی علت بتا سکے ہیں
تو اس روایت کو صحیح کہنے میں کیا اشکال ہے؟ اور جب علامہ کشمیری جن کو اس
روایت پر اعتراض کرنے والے صاحب ابن حجر ثانی قرار دیتے ہیں اور مولانا
عثمانی وغیرہ اس کو بسند جید کہتے ہیں تو یہ اشارہ ہے کہ سند میں کوئی مستقیم نہیں
نہیں اس لیے کہ اگر کوئی مستقیم ہوتا تو وہ اس کی نشاندہی کرتے اس کو بسند جید
کہتے۔ جب انقطاع بھی سند میں مستقیم ہے اور یہ حضرات سند میں کسی قسم کا مستقیم نہ ہونے
کا قرار دے ہیں تو نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ انقطاع نہیں بلکہ اتصال سند ہے۔ حضرت
شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم کا بیان تو بالکل واضح ہے مگر اثری صاحب کے
پریٹ میں جو مرد ڈاٹھا اس کو وہ چھپا نہ سکے بلکہ ظاہر کر ہی دیا کہ پھر فاتحہ خلف الامام
والی روایت ضعیف کیسے؟ اثری صاحب وہ ضعیف اس لیے ہے کہ نماز جیسے
اہم مسئلہ میں اس کا مدار محمد بن اسحاق پر ہے اور اس میں کھول مدرس میں نیز سند میں
اضطراب ہے اس لیے ان علل کی موجودگی میں علامہ خطابی وغیرہ کا اسنادہ جید

کنا محل نظر ہے۔

اثری صاحب کا یہ شکوہ کہ مولانا صفدر صاحب کو چاہیے کہ عدل و انصاف کا ترازو برابر رکھیں۔ یہ شکوہ بے جا ہے۔ مولانا صفدر صاحب کیا کریں کہ ترازو کے ایک پلڑے میں وہ روایت ہو جس کے بارہ میں علامہ کشمیریؒ جیسے حضرات بسندِ جید فرمائیں اور کسی علت کی نشاندہی بھی نہ ہو اور رجال، رجال الصحيح ہوں اور دوسرے پلڑے میں وہ روایت ہو جس میں محمد بن اسحق، مکحول، مدلس اور سند کا اضطراب وغیرہ ہو تو مولانا صفدر صاحب ان دونوں کا وزن کیسے برابر کر سکتے ہیں؟ مولانا صفدر صاحب تو اس سے عاجز ہیں البتہ اثری صاحب ہو سکتا ہے کہ ڈنڈی مار کر کلو اور گرام کو برابر ثابت کرنے کا فن جانتے ہوں۔

چار رکعت نفل ایک سلام سے پڑھنے کے بارے اعتراض

اثری صاحب نے مسلکی حجت کا شاخسانہ کا عنوان قائم کر کے اس کے تحت دو مثالیں پیش کیں :

پہلی مثال یہ پیش کی کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دن رات میں چار چار رکعت نفل نماز ایک سلام سے پڑھنا افضل ہے جب کہ صاحبین کے نزدیک رات کو دو رکعت اور دن کو چار رکعت ایک سلام سے پڑھنا افضل ہے۔ مولانا صفدر صاحب نے خزان السنن میں امام ابو حنیفہؒ کی جانب سے جو دلیلیں دیں ان میں ایک حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت ہے جس میں ہے : کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی اربعاً فلا یسئل عن حسنہن وطولہن۔ اور یہ روایت امام بخاریؒ نے قیام رمضان کے بارے میں ذکر کی ہے اور اخاف کا آج بھی اس پر عمل نہیں کیونکہ وہ تراویح چار رکعت ایک سلام سے نہیں بلکہ دو دو رکعت کر کے پڑھتے ہیں۔ نیز علامہ الورشاہ صاحب کشمیریؒ نے فرمادیا ہے کہ اس میں

ہمارے لیے کوئی دلیل نہیں مگر صفدر صاحب اس کو دلیل کے طور پر پیش کر کے مسلکی حجت کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ (محصلاً ۲۵ و ۲۵)

الجواب

اثری صاحب نے دلیل کی انتہا کر دی ہے۔ امام بخاریؒ نے یہ روایت باب قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل فی رمضان وغیرہ کے تحت ذکر کی ہے صرف قیام رمضان کے بارہ میں نہیں جیسا کہ اثری صاحب کہہ رہے ہیں بلکہ وعائیں کے الفاظ بھی ہیں جو ہر آدمی بخاری شریف میں دیکھ سکتا ہے اگر اثری صاحب تعصب کی پٹی آنکھوں سے ہٹا کر دیکھیں تو یہ الفاظ ان کو بھی شاید نظر آجائیں اور امام مسلمؒ نے تو اس روایت کو صلوۃ اللیل کے تحت ذکر کیا ہے جب کہ تراویح کا باب وہ آگے جا کر اس سے علیحدہ قائم کرتے ہیں۔ باقی علامہ کشمیریؒ کا یہ فرمان کہ اقول انہ لیس بحجۃ لنا تو اس کی وجہ انہوں نے بیان فرمائی کہ اس حدیث میں اس معاملہ میں ابہام ہے اس کی صراحت نہیں کہ وہ ایک سلام سے چار رکعت تھیں اور اجمال کی صورت میں استدلال درست نہیں اور اپنی رائے کا اظہار فرمایا کہ میرے نزدیک وہ ہیأت تراویح پر محمول ہے علامہ کشمیریؒ نے یہ نہیں فرمایا کہ اس میں بیک سلام چار رکعت کا احتمال ہی نہیں۔ اور نہ ہی انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ اس میں ہمارے لیے کوئی دلیل نہیں۔ اثری صاحب نے انہ لیس بحجۃ لنا کا ترجمہ غلط کیا ہے۔ عبارت کے سیاق و سباق کو مد نظر رکھ کر اس کا ترجمہ یہ ہے کہ یہ روایت ہمارے حق میں حجت (یعنی واضح دلیل) نہیں ہے کیونکہ اس میں ابہام ہے اور اسی بنا پر علامہ کشمیریؒ نے دیگر حضرات سے اختلاف رائے کیا جس کا ان کو حق حاصل تھا مگر اس سے یہ لازم تو نہیں آتا کہ یہ روایت دلیل میں پیش ہی نہیں کی جاسکتی۔ اثری صاحب الزام تو مسلکی حجت کا حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجاہد کو ہے

رہے ہیں مگر بخاری کے باب سے وغیرہ کے الفاظ کو نظر انداز کر کے اور علامہ کشمیری کے انہ لیس بحجۃ لنا کے الفاظ کا غلط ترجمہ کر کے خود مسکئی حجت کے جال میں پھنسے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں۔

سہ الزام اور دل کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

دوسری مثال اثری صاحب نے مسکئی حجت کا شاخسانہ کے تحت دوسری مثال یہ دی کہ مولانا صفدر صاحب نے العرف الشذی کے حوالہ سے فوافل کے دیا چار بیک سلام پڑھنا افضل ہونے کے بارہ میں امام ابو حنیفہؒ کی جانب سے دوسری دلیل حضرت ابو مسعودؓ کی روایت پیش کی ہے جو مرفوع نہیں بلکہ موقوف ہے اور خود علامہ کشمیریؒ نے فرمایا ہے ماری عن ابن مسعود موقوفاً و لکنہ مرفوع حکماً بسند قوی ... الخ مگر مولانا صفدر صاحب مسکئی حجت میں اس موقوف روایت کو مرفوع بنا کر پیش کر رہے ہیں۔ (مجموعہ ۱۵۱ تا ۱۵۳)

الجواب اثری صاحب نے اعتراض یہ کیا کہ العرف الشذی میں یہ روایت مرفوعاً قطعاً نہیں مگر خود ہی علامہ کشمیریؒ کی العرف الشذی کی عبارت پیش کر کے اپنے اعتراض کا جواب دے دیا۔ جب علامہ کشمیریؒ نے یہ فرمادیا کہ یہ روایت حکماً مرفوع ہے تو اثری صاحب کے اپنے اعتراض کا جواب ہو گیا اور مرفوع حکمی کے بارہ میں حضرات محدثین کرامؒ کا نظریہ یہ ہے جو علامہ ابن حجرؒ نے شرح نخبۃ الفکر میں بیان فرمایا کہ :

فلا حکم ما لو قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فهو مرفوع ... الخ (شرح نخبۃ الفکر ص ۹)
اس کا حکم قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت جیسا ہے، تو وہ مرفوع ہی ہے۔

جب علامہ کشمیریؒ نے و لکنہ مرفوع حکماً فرمایا اور مرفوع حکمی حضرات محدثین کرامؒ کے نزدیک مرفوع ہی ہے تو اثری صاحب اعتراض کس بات پر کر رہے ہیں؟ ہاں اگر اثری صاحب یہ کہتے کہ اس کو مرفوع صریحی سے جدا کرنے کے لیے مرفوع حکمی کی صراحت کر دینا بہتر تھا تب تو ان کی بات کا کوئی وزن ہوتا مگر ان کا یہ تاثر دینا کہ اس کو مرفوع کہنا ہی غلط ہے تو یہ ان کی اُصول سے ناواقف ہے۔ اثری صاحب ص ۱۵۱ پر العرف الشذی کی ایک عبارت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں۔ قارئین کرام ترجمہ ملاحظہ فرمائیں اور اثری صاحب کی عربی دانی کی داد دیں :

تلتبع الکتب لاجد
الروایۃ عن الج حنیفۃ
مثل الصحابین و لکنی
لما جدم مع التتبع الکثیر
ولو وجدت عنہ
لرجحت ولو شاذۃ۔
میں نے کتابوں کی ورق گردانی کی تاکہ امام ابو حنیفہؒ سے کوئی روایت صحابین کے قول کے موافق مل جائے لیکن تتبع کثیر کے باوجود مجھے کوئی ایسی روایت نہیں ملی اور اگر میں ان میں سے کوئی روایت پالیتا تو اس کو ترجیح دیتا اگرچہ وہ شاذ ہی ہوتی۔ الخ

عبارت کا یہ ترجمہ قطعاً نہیں ہے بلکہ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ میں نے کتابوں کی ورق گردانی کی تاکہ امام ابو حنیفہؒ کے اس نظریہ پر ان کی ایسی واضح روایت مل جائے جیسی روایت صحابین کے پاس ہے مگر تتبع کثیر کے بعد بھی مجھے کوئی ایسی روایت نہیں ملی۔ (اسی وجہ سے علامہ کشمیریؒ صاحبین کے نظریہ کو اس معاملہ میں راجح سمجھتے ہیں۔)

عبارت کا مفہوم کیا ہے اور اثری صاحب اس کا کیا ترجمہ پیش کر رہے ہیں بلکہ

عسی نے اس مضمون کی جانب اشارہ بھی کر دیا ہے کہ اس سلسلہ میں حدیث کے لحاظ سے ترجیح صاحبین کے مذہب کو ہے... الخ۔ اس کے باوجود اثری صاحب نے جو ترجمہ کیا وہ ان کی عربی دانی میں ان کے مقام کو واضح کرنے کے لیے کافی ہے۔

حاشیہ ترمذی کے حوالہ کے بارے اعتراض

اثری صاحب ایک اور حدیث کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے مسلک کی حمایت میں موقوف کو جس طرح مرفوع بنا کر پیش کیا اس کو پیش نظر رکھیں اور یہ بھی دیکھیں کہ اسی حیثیت میں اگر کہیں کوئی گری پڑی چیز مل جاتی ہے تو اسے قبول کرنے میں بھی کوئی عار محسوس نہیں کرتے اور اس پر مزید غور و فکر کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے۔ اور پھر اثری صاحب نے خزان السنن کے حوالہ سے حضرت ابن عمرؓ کی وہ روایت نقل کی جو مولانا صفدر صاحب نے حاشیہ ترمذی کے حوالہ سے نقل کی جس میں آنا ہے کہ اگر کوئی آدمی اکیلا نماز پڑھے اور پھر مسجد میں آئے اور وہاں نماز باجماعت ہو رہی ہو تو اس جماعت کے ساتھ شامل ہو جائے سوائے فجر اور مغرب کے۔

اثری صاحب اس پر چند اعتراضات کرتے ہیں کہ :

(۱) مولانا صفدر صاحب نے حاشیہ ترمذی کے حوالہ کے دوران بین القوسین طحاوی کا حوالہ دیا اور اس کا صفحہ درج کیا مگر حاشیہ ترمذی والے نے جو دارقطنی کا حوالہ دیا ہے مولانا صفدر صاحب نے دارقطنی کا صفحہ کیوں نہیں دیا ؟

(۲) کیا مولانا صفدر صاحب اور ان کے متوسلین یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ طحاوی میں یہ روایت اتنی الفاظ سے مرفوعاً ہے ؟ قطعاً نہیں۔ وَاَوْكَانَ بَعْضُهُمْ سَمِعَ لِبَعْضٍ ظَهَرُوا۔

(۳) دارقطنی کے حوالہ سے یہ روایت ملا علی قاری، علامہ ابن ہمام وغیرہ نے

بھی نقل کی ہے مگر انھوں نے کہا ہے کہ حدیث صریح ہے۔ یہ نہیں کہا کہ حدیث صحیح ہے مگر مولانا صفدر صاحب نے حاشیہ ترمذی کے حوالہ سے حدیث صحیح کہا ہے (۴) پھر یہ قرض تو مولانا صاحب اور ان کے ہموا حضرات پر تاقیامت رہے گا کہ سنن دارقطنی سے یہ مرفوع حدیث یقیناً صحیح ثابت کریں۔

ہمیں اعتراف ہے کہ ناقل پر صحت نقل کافی ہے مگر ایک شیخ الحدیث اور پجارت کی شان کے لائق نہیں کہ اس قسم کے کمزور سہارے تلاش کرے اور اکثر غلطو ملط کہیں نقل ہو گیا ہو تو اسے اپنے لیے کافی سمجھ لے۔ اس سے سنگ کی خدمت تو ضرور ہوگی علم و فن کی یہ قطعاً خدمت نہیں۔ (مجلد ۲۵۳ و ۲۵۴)

الجواب اثری صاحب نے نہایت غیر مقلدانہ جسارت کی ہے کہ حاشیہ ترمذی میں مذکور روایت کو گری پڑی چیز قرار دیا۔ (معاذ اللہ) اگر اثری صاحب پر شیطانانی انانیت غالب نہیں تو ہماری توجہ دلانے کے بعد ان کو ضرور واشگاف الفاظ میں توبہ کرنی چاہیئے اور معافی مانگنی چاہیئے کیونکہ انھوں نے ایسی روایت کی توہین کی ہے جو بظاہر اگرچہ موقوف ہے مگر حکماً مرفوع ہے۔

اثری صاحب کے پہلے اعتراض پر ہم ان کی معلومات کے لیے عرض کرتے ہیں کہ اگر کسی دوسرے کی بات کے درمیان کوئی اپنی بات کرے تو اپنی بات کا حوالہ اس کے لیے ضروری ہوتا ہے اور طحاوی کا حوالہ چونکہ حاشیہ ترمذی میں نہیں حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے دیا ہے اس لیے اس کا صفحہ درج کیا ہے اور حاشیہ ترمذی میں مذکور دارقطنی کا صفحہ درج کرنا ان کی ذمہ داری نہ تھی اس لیے درج نہیں کیا۔

اثری صاحب کا دوسرا اعتراض کہ طحاوی میں یہ روایت موقوف ہے، مرفوع نہیں۔ تو یہ اثری صاحب کی لاعلمی ہے کیونکہ یہ روایت حکماً مرفوع ہے

اور پہلے باحوالہ یہ بات گزر چکی کہ مرفوع حکمی حضرات محدثین کرام کے نزدیک مرفوع ہی ہے۔ نیز ملا علی قاری نے تو یہ فرمایا کہ یہ روایت مرفوعاً بھی ثابت ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح) اثری صاحب نے اپنے سادہ لوح حواریوں کو خوش کرنے کے لیے جو چیلنج کے انداز میں کہا ہے کہ کیا مولانا صفدر صاحب اور ان کے متوسلین یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ طحاوی میں یہ روایت انہی الفاظ سے مرفوع ہے؟ تو یہ اثری صاحب کی مجذوبانہ بڑھک ہے۔ ورنہ کیا وہ اور ان کا ٹولہ یہ ثابت کر سکتا ہے کہ طحاوی میں موجود یہ روایت مرفوع حکمی نہیں اور مرفوع حکمی حضرات محدثین کرام کے نزدیک مرفوع نہیں ہوتی؟ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا۔ اثری صاحب کا تیسرا اعتراض کہ ملا علی قاری وغیرہ نے حدیث صریح کہا ہے حدیث صحیح نہیں کہا۔ تو یہ بھی اثری صاحب کا عجیب قسم کا ایک چکر ہے ورنہ یہ بات تو فن حدیث سے معمولی مناسبت رکھنے والا بھی جانتا ہے کہ صریح کا تعلق حدیث کے مفہوم سے اور صحیح کا تعلق اس کے ثبوت سے ہوتا ہے۔ حضرت ملا علی قاری نے اس بات پر بحث کرتے ہوئے کہ ایک روایت میں اکیلے نماز پڑھ لینے والا جب جماعت کو پالے تو اس کو علی الاطلاق جماعت میں شامل ہو کر نوافل ادا کرنے حکم ہے جب کہ دوسری روایت میں فجر اور عصر کے بعد نوافل ادا کرنے کی مانعت ہے تو اس میں تعارض کو رفع کرنے کے لیے نقل کیا کہ نہی کی حدیث مقدم ہوگی کیونکہ مانع مقدم ہوتا ہے یا پھر اس اجازت کو اوقات معلومہ میں نہی سے پہلے پر محمول کریں گے تاکہ دونوں قسم کے دلائل جمع ہو جائیں۔ ملا علی قاری نے فرمایا کہ وکیف (یعنی اس تکلف میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے) جب کہ اس بارہ میں حدیث صریح موجود ہے پھر یہی حضرت ابن عمرؓ والی روایت نقل کی۔ اور پھر آگے بحث کی کہ اس روایت کے بارہ میں بعض نے کہا کہ یہ موقوف

ہے کیونکہ اس کو مرفوع بیان کرنے میں سہل بین صالح متفق ہے تو ملا علی قاری نے فرمایا کہ جب وہ ثقہ ہے اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہے تو پھر اس کو موقوف بیان کرنے والوں کا موقوف بیان کرنا اس کے مرفوع بیان کرنے کو کوئی نقصان نہیں دیتا۔ حدیث کے ثبوت کے لحاظ سے حضرت ملا علی قاری نے یہ بحث کی ہے اور ثبوت کے لحاظ سے کوئی اعتراض نہیں کیا بلکہ ہونے والے اعتراض کو رفع کیا تو اس پوری عبارت کا خلاصہ یہی ہے کہ ان کے نزدیک حدیث صحیح ہے۔ مگر اثری صاحب نے خود خط کا شکار ہو کر دوسروں کو بھی اپنا ہمنوا بنانے کی ناکام کوشش کی ہے ورنہ حضرت ملا علی قاری کی بیان کردہ بحث سے اس کا صحیح ہونا بالکل واضح ہے۔

اثری صاحب کا چوتھا اعتراض کہ دارقطنی میں بقید صفحہ یہ روایت ثابت کی جائے اور پھر یہ کہنا کہ ہمیں اعتراف ہے کہ ناقل کے ذمہ صحت نقل ہے... الخ۔ اس سے اثری صاحب نے خود حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجہم پر سے اعتراض کو رفع کر دیا کیونکہ انھوں نے حاشیہ ترمذی کا حوالہ دیا ہے اور یہ عبارت حاشیہ ترمذی موجود ہے۔ اب یہ اعتراض حضرت شیخ الحدیث صاحب ام مجہم سے ہٹ کر ترمذی کے محشی اور ان حضرات پر ہے جنھوں نے دارقطنی کے حوالہ سے یہ روایت بیان کی ہے۔ اثری صاحب نے اس اعتراض سے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ حنفی علماء علامہ ابن العمام اور ملا علی قاری وغیرہ نے دارقطنی کا غلط حوالہ دیا ہے اور من گھڑت روایت پیش کی ہے تو اثری صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ روایت مصنف عبدالرزاق صلیح میں ان الفاظ سے موجود ہے: ان ابن عمر قال ان كنت قد صليت في اهلك ثم ادركت الصلوة في المسجد مع الامام فصل معه

غیر صلوٰۃ الصبح و صلوٰۃ المغرب۔ (الحديث) اور موطا امام مالک میں ہے
 ان عبد الله بن عمر كان يقول من صلى المغرب او الصبح شع
 ادر كفي مما مع الامام فلا يفد لهما۔ (موطا امام مالک ص ۱۱۱)
 جب اس مضمون کی روایت دیگر کتب میں موجود ہے اور حضرت ملا علی قاریؒ
 اور علامہ ابن الہمام جیسے محقق حضرات اس کو نقل کر رہے ہیں تو یقیناً ان کے پاس
 موجود واقعاتی کے نسخوں میں یہ روایت ہوگی جب کہ حضرت ملا علی قاریؒ تو صرف
 اس روایت کو نقل ہی نہیں کرتے بلکہ اس کے مرفوع ہونے پر جو اعتراض ہوا اس
 کا جواب بھی دیتے ہیں اور جس راوی کی وجہ سے اعتراض ہوا اس کی ثقاہت
 بھی بتاتے ہیں تو یقیناً ان کے پاس موجود نسخہ میں یہ روایت ہوگی۔ واقعاتی کے
 موجود نسخہ میں اگر یہ روایت اثری صاحب کو نہیں ملی تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان حضرات
 کے پاس موجود نسخوں میں بھی یہ روایت نہ تھی اور اس قسم کی لمبے شمار مثالیں ملتی
 ہیں کہ بعض نسخوں میں ایک عبارت ہوتی ہے اور بعض میں نہیں۔ اثری صاحب
 نے یہ اعتراض صرف اکابر اخاف سے بدگمانی کرتے ہوئے اور بدگمانی پیدا
 کرنے کے لیے کیا ہے۔

مختلط کی حدیث کے بارے اعتراض
 اثری صاحب صحاح میں مختلط کی حدیث کا عنوان
 قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے
 تسکین الصدور میں لکھا ہے کہ سعید بن ابی ہلالؒ

کو امام احمدؒ نے مختلط کہا ہے مگر صحاح ستہ کے مصنفین نے ان کی روایت لی
 ہے اور ان پر اختلاف کے الزام کو درخور اعتناء نہیں سمجھا۔ اثری صاحب لکھتے
 ہیں کہ اس کا منطقی نتیجہ یہ ہے کہ جن راویوں پر اختلاف کا الزام ہے اور ان سے
 صحاح ستہ کے مصنفین نے روایت لی ہے تو وہ الزام درخور اعتناء نہیں رہتا حالانکہ

یہ بات قطعاً درست نہیں۔ اور مولانا صفدر صاحب نے خود امام عبدالرزاقؒ
 کو مختلط کہا ہے حالانکہ وہ صحاح ستہ کے مسلمہ راوی ہیں۔ صحاح میں ان کی روایات
 کی بنا پر اگر اختلاف کا الزام ختم ہو جاتا ہے تو امام عبدالرزاقؒ مختلط کیسے ہیں؟
 (مصلہ ۲۵۵ و ۲۵۶)

الجواب
 اثری صاحب نے یہاں بھی چکر دینے کی کوشش کی ہے، ورنہ
 اصول حدیث کی کتابوں میں واضح ہے کہ اگر مختلط راوی کا اختلاف
 کا زمانہ متعین ہو اور اس کی روایات کو اختلاف اور قبل از اختلاف سے جدا کیا جا
 سکتا ہو تو اختلاف سے قبل کی روایات قابل قبول ہوتی ہیں اور اگر ایسا نہ ہو تو
 پھر اس کی روایت کے بارہ میں توقف کیا جاتا ہے جیسا کہ شرح نجۃ الفکر میں ہے:
 والحکم فیہ ان ما اور مختلط کی روایت کے بارہ میں حکم یہ
 حدث بہ قبل الاختلاط ہے کہ جو روایت اس نے اختلاف سے پہلے
 اذا تمین قبل واذالہ بیان کی جب اس کو جدا کیا جائے تو قبول
 یتمین توقف فیہ۔ کیجائی اور جب جدا نہ کی جاسکے تو اس میں
 (شرح نجۃ الفکر ص ۱۱۱) توقف کیا جائے گا۔

سعید بن ابی ہلالؒ کے بارہ میں امام احمدؒ زمانہ کا تعین کیے بغیر اختلاف کا الزام
 لگاتے ہیں جیسا کہ علامہ ابن حجرؒ نے سعید بن ہلالؒ کے ترجمہ میں لکھا: کان
 احمد یقول ما ادری ای شیء یخلط فی الاحادیث.... الخ۔
 (تہذیب التہذیب ص ۹۵) اب اگر اس الزام کو درست تسلیم کر لیا جائے تو
 قاعدہ کی رو سے ان کی روایت میں توقف کرنا چاہیے مگر صحاح ستہ کے
 مصنفین نے ان سے روایت لی ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ ان پر اس الزام
 کو انھوں نے درخور اعتناء نہیں سمجھا اور یہی بات حضرت شیخ الحدیث صاحب

دام مجہم نے کی ہے مگر اثری صاحب اپنے ہاتھ کی صفائی دکھاتے ہوئے اس کا رخ دوسری جانب پھیر کر من گھڑت منطقی نتیجہ نکالتے ہیں اور پھر مختلط کی وہ صورت پیش کر کے اعتراض کرتے ہیں جس میں اختلاط کا الزام ثابت ہو چکا ہو اور اختلاط کا زامہ متعین ہو اور اختلاط سے قبل صحاح شریعہ کے مصنفین نے ان سے روایت لی ہو حالانکہ دونوں صورتوں میں نمایاں فرق ہے اور دونوں کا حکم الگ الگ ہے اور حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجہم کی عبارت کا یہ خود کشیدہ مفہوم لے کر طعن کر رہے ہیں۔ حالانکہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجہم کی عبارت کا قطعاً یہ منطقی نتیجہ نہیں جو اثری صاحب بیان کر رہے ہیں بلکہ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ صحاح شریعہ کے مصنفین کے ان پر اس اختلاط کے الزام کو سرے سے تسلیم ہی نہیں کیا کیونکہ الزام تسلیم کرنے کی صورت میں روایت میں توقف ہونا چاہیئے تھا، مگر انھوں نے تو روایت لی ہے۔ اثری صاحب کے اس استاد پر قربان جائیں جس نے ان کو ایسی منطق پڑھائی جس میں منطق صغریٰ لاہور، کبریٰ پشاور اور نتیجہ سرگودھا نکل آتا ہے۔ سبحان اللہ۔

اثری صاحب کا یہ کہنا کہ دیکھنا یہ ہے کہ امام احمدؒ سے ان پر اختلاط کے الزام کو تسلیم کر کے یہ کہنا... الخ۔ یہ بھی اثری صاحب کا صاف اور صریح دھوکہ ہے کیونکہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجہم نے اس الزام کو تسلیم نہیں کیا بلکہ امام احمدؒ سے اس کو نقل کیا ہے اور پھر اس الزام کی تردید کی ہے کہ امام احمدؒ نے سعید بن ابی ہلال کو مختلط کہا ہے اور اس کو مختلط تسلیم کرنے کی صورت میں اس کی روایت میں توقف ماننا پڑتا ہے، مگر صحاح شریعہ والوں نے اس سے روایت لی ہے... الخ۔ تو اس کے باوجود اثری صاحب کا یہ کہنا کہ الزام تسلیم کیا ہے انتہائی گھٹیا جسارت اور صریح دھوکا نہیں تو اور کیا ہے؟

امام صاحب کو شاہنشاہ کینے کے بارے اعتراض

اثری صاحب راہ سنت ۲۹۳ اور تفریح الخواطر ۳۲۵ کے حوالے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے لکھا کہ کسی کا نام شاہنشاہ رکھنا حرام ہے کیونکہ یہ نام صرف اللہ تعالیٰ کا ہے مگر مناقب ابی حنیفہؒ میں تاریخ بغداد ۳۲۵ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ محدث بشر بن موسیٰ اپنے استاد ابو عبد الرحمن المقرئؒ سے روایت کرتے ہیں کہ جب وہ ہم سے امام ابو حنیفہؒ کی سند سے کوئی حدیث بیان فرماتے تو کہتے کہ ہم سے شاہنشاہ نے حدیث بیان کی۔ اندازہ فرمائیے کہ ایک محدث کا مل اور شیخ الاسلام حضرت امام ابو حنیفہؒ کو روایت اور حدیث کا بادشاہ ہی نہیں کہتے بلکہ شاہنشاہ کہتے ہیں۔ اثری صاحب لکھتے ہیں کہ اس کی پوری سند کہاں ہے؟ امام صاحب کی منقبت میں لفظ شاہنشاہ کا استعمال جو کہ حرام ہے کس چابکدستی سے کیا ہے؟ امام خلیفہ اگر امام ابو حنیفہؒ پر جرح نقل کریں تو متعصب اور ان کی تاریخ درجہ اعتبار سے ساقط قرار پائے مگر حدیث رسولؐ کے خلاف منقبت نقل کریں اور شاہنشاہ کا لفظ ان کے حق میں نقل کریں جو حرام ہے تو وہ محتبر، آخر کیوں؟ اثری صاحب لکھتے ہیں کہ اس واقعہ کا ایک راوی عمر بن احمد الواعظ المعروف بابن شاہین ہیں ان کے بارہ میں خود مولانا صفدر صاحب نے الکلام المفید مثلاً میں لکھا ہے کہ وہ بقیۃ الشیوخ میں سے تھے لیکن بڑی غلطی کرنے والے تھے اور فقہ سے ناواقف تھے اور اگر ان کے سامنے کسی کا مذہب پیش کیا جاتا (مثلاً حنفی، مالکی اور حنبلی وغیرہ) تو فرماتے کہ میں محمدی المذہب ہوں۔ اثری صاحب لکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ کی کتاب ان کی غلطی ہے تو شاہنشاہ کا لفظ ایک اصول راوی کے واسطے سے نقل کرنا درست ہے؟ (محصلاً صفحہ ۲۵۵ تا ۲۵۶)

الجواب ہم نے پہلے ایک جگہ ذکر کیا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کا تذکرہ آنے کے ساتھ ہی اثری صاحب دین و افتخار کی حالت خیر ہو جاتی ہے اور حواس کو قائم رکھنا ان کے بس میں نہیں رہتا۔ اس حالت کے اثرات یہاں بھی ظاہر ہیں۔ اثری صاحب حضرت شیخ الحدیث صاحب دَامِ مَجْدِہم کی ایک عبارت پیش کر کے حوالہ دیتے ہیں: "مناقب ابی حنیفہ ص ۱۱۱"۔ حالانکہ شیخ الحدیث صاحب دَامِ مَجْدِہم کی کتاب کا نام مقام ابی حنیفہؒ ہے نہ کہ مناقب ابی حنیفہؒ۔ مگر اثری صاحب کو اس بارہ میں قارئین کو ام معذور سمجھیں کیونکہ اس میں یہ بے بس ہیں۔ اور پھر اثری صاحب نے جو اعتراض کیا ہے اس سے نمایاں ہوتا ہے کہ ان کا علم بالکل سطحی ہے ان کو نام اور صریحی وصف میں فرق بھی معلوم نہیں اور نہ ان کے استادوں نے ان کو اس میں فرق کرنے کی کوئی تیز بتلائی ہے اور شاید ان کو خود بھی معلوم نہ ہو۔ حالانکہ دونوں میں درحقیقت زمین و آسمان کا فرق ہے مگر امام ابو حنیفہؒ کے ساتھ ان کا روایتی ہمسکی اور طبعی بغض اس واضح فرق کو سمجھنے نہیں دیتا۔ امام ابو حنیفہؒ کا نام کسی نے شہنشاہ نہیں رکھا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا نام شہنشاہ ہو سکتا ہے۔ حدیث اپنی جگہ پر حق اور صحیح ہے۔ محدث کامل تو اپنے سندی اعتماد اور عقیدت کے اظہار کے لیے امام ابو حنیفہؒ کو صرف حدیث بیان کرنے اور اس کی سند بیان کرنے میں شہنشاہ کہتے ہیں۔ رب جہاں اور کائنات کا شہنشاہ نہیں بلکہ جزوی طور پر حدیث بیان کرنے میں ایسا کہتے ہیں اس سے وہ مطلقاً شہنشاہ کیسے ہو گئے؟ اور ان کا نام شہنشاہ کیسے پڑ گیا؟ یہ ایسے ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے بارہ میں فرمایا، وَ اَکْبَرُ فَصَلَّیْکُمْ عَلَی الْاَکْبَرِیْنَ۔ تو یہ ان کی جزوی عظمت ہے اس سے کلی فضیلت کیسے ثابت ہوئی؟

باقی امام خلیفہؒ کو انہی باتوں میں تعصب کما گیا ہے جن میں وہ واقعی تعصب ہیں اور ان کی صرف ان باتوں کو ہی درجہ اعتبار سے ساقط گردانا ہے جو نفس الامر میں ساقط الاعتبار ہیں ان کو غلطیت کسی نے ساقط الاعتبار نہیں کہا جیسا کہ جہالت یا تعصب کی وجہ سے اثری صاحب نے سمجھا ہے اور سمجھا رہے ہیں اور حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بغیر کوئی معصوم نہیں ہے سب سے اغلاط ہوتی رہتی ہیں۔

اثری صاحب کا یہ کہنا کہ بتلائیے اگر محمدی کہنا ان کی غلطی ہے تو شہنشاہ کا لفظ ایک مجہول راوی کے واسطے سے نقل کرنا درست ہے؟ تو ہم عرض کرتے ہیں کہ یہاں بھی اثری صاحب یا تو سراسر جہالت کا شکار ہیں یا اپنے روایتی جبل کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب دَامِ مَجْدِہم نے علامہ خطیبؒ کے حوالہ سے محدث ابن شاکرؒ کے بارہ میں جو نقل کیا وہ یہ ہے کہ وہ لقیۃ الشیوخ میں سے تھے لیکن بڑی غلطی کرنے والے تھے اور فقہ سے ناواقف تھے اور اگر ان کے سامنے کسی کا مذہب پیش کیا جاتا تو فرماتے کہ میں محمدی المذہب ہوں۔ الخ اس عبارت میں ہر جملہ علیحدہ علیحدہ ہے مگر اثری صاحب آخری جملہ کہ میں محمدی المذہب ہوں کو غلطی کے تحت ثابت کر کے یہ مفہوم نکال رہے ہیں کہ ان کا محمدی المذہب کہنا غلطی ہے حالانکہ ایسا نہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دَامِ مَجْدِہم نے نقل کیا اور نہ ہی ان کی عبارت سے مترشح ہے۔ اثری صاحب یا تو اردو کی واضح عبارت سمجھنے سے بھی قاصر ہیں یا جان بوجھ کر دجل کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ نیز اثری صاحب کہتے ہیں کہ عمر بن احمد الواعظ المعروف بابن شاکرؒ وہ جہالت ہے محدث تھے اور خود کو محمدی کہتے تھے بس ان کے اسی جرم پر حضرت مولانا صاحب کی رگ عصبیت چڑھتی ہے تو فرماتے ہیں۔ الخ۔

اثری صاحب؛ مولانا صفدر صاحب کی رگ عصبيت نہیں پھڑکی بلکہ انھوں نے عصبيت کا شمار غیر مقلدوں کا نہ کیا ہے جو سادہ لوح عوام کو یہ تاثر دینے کی کوشش کرتا رہتا ہے کہ حنفی، مالکی وغیرہ کہلوانا چوتھی صدی کے بعد کی ایجاد ہے مگر ہم تو محمدی ہیں تو حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجد ہم نے لکھا کہ نواب صدیق حسن خان وغیرہ کا اس بات پر خوش ہونا کہ ہماری طرح پہلے بھی کسی محمدی المذہب کہلوانا ثابت ہے تو فرمایا کہ یہ بھی چوتھی صدی کی ایجاد ہے یہ لقب بھی تو چوتھی صدی سے پہلے ثابت نہیں اگر حنفی یا مالکی کہلوانا بدعت ہے تو محمدی کہلوانا سنت کیسے ہوگا؟ اثری صاحب نے اپنے سامنے اس ناکرندی کو رگ عصبيت پھڑکنے کا نام دے کر اپنے حواریوں کو خوش اور اپنے دل کو تسلی دی ہے جو صرف طفل تسلی ہے۔

تراعد و تعصب امام ابو عبد الرحمن المقرئ نے امام ابو حنیفہؒ کو سند حدیث میں شاہنشاہ کہا ہے۔ لیکن جناب اثری صاحب کو حضرت امام ابو حنیفہؒ کی یہ جزوی فضیلت بھی گوارا نہیں۔ چنانچہ وہ سچا پا اور آگ بگولا ہو کر یہ عنوان قائم کرتے ہیں؟ "تصویر کا دوسرا رخ" اور اس کے تحت لکھتے ہیں، یہی نہیں کہ امام ابو عبد الرحمن المقرئ کا یہ قول سنداً صحیح ہے نہ معناً بلکہ امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں انھوں نے جو کچھ فرمایا وہ بھی اس کے خلاف ہے چنانچہ امام ابن ابی حاتم نے امام ابراہیم الجوزجانیؒ کے واسطے نقل کیا ہے کہ امام المقرئ نے انھیں لکھا کہ ان ابو حنیفہ یحدثنا فاذا فرغ من الحديث قال هذا الذي سمعته كله ربيع وابا حلیل علامہ کوثریؒ نے اس کے بارے میں ابراہیم الجوزجانیؒ کو مورد الزام ٹھہرایا ہے مگر یہ شخص ان کا تعصب اور روایتی جبل و فریب پر مبنی ہے جسے علامہ ایمانی نے تشکیل ص ۹۹ میں طشت از بام کر دیا ہے اس لیے مزید

تبصرہ کی ضرورت ہی نہیں۔ (مصلد ص ۲۵۸)

الجواب امام ابن حاتم نے ابراہیم الجوزجانیؒ کے حوالہ سے امام المقرئ کے جواظاً نقل کیے ان کا مفہوم مدح کا بھی ہو سکتا ہے اور جرح کا بھی۔ جرح والے مفہوم کو پیش نظر رکھ کر علامہ کوثریؒ نے علامہ جوزجانیؒ کو مورد الزام ٹھہرایا ہے اس لیے کہ ان کا تعصب اہل کوفہ کے خلاف بالکل آشکارا ہے۔ وابت الج حاتم من اعرف الناس ان الجوزجانی منحرف عن اهل الكوفة حتى استقر قول اهل النقيض عليه على انه لا يقبل له قول في اهل الكوفة وكان ناصباً خبيثاً حريزى المذهب۔ ۱۰۱ (تانیب الخطیب ص ۱۱۵ و ۱۱۶ علامہ کوثریؒ) اور صاحب التثکیل نے ص ۹۹ میں علامہ کوثریؒ کی عبارت نقل کر کے ان کو ثقہ کہلایا ہے مگر یہ لکھنے پر بھی مجبور ہوئے کہ ان حریزی المذہب ولم یکن بداعیۃ وكان ضلیفاً فی السنۃ الا انه من صلابۃ ربما کان یتعدی طورہ... الخ منہ یعنی ان کا تجاوز اور زیادتی ناقابل انکار حقیقت ہے۔ ایسی حالت میں علامہ کوثریؒ کا ابراہیم الجوزجانیؒ کو مورد الزام ٹھہرانا بے جا نہیں اس لیے کہ ان کا امام ابو حنیفہؒ اور اخاف کے بارے تعصب واضح امر ہے۔ اثری صاحب کا علامہ کوثریؒ کو متعصب و ایتی دجال اور فریب کار بنانا نرا ظلم ہے اور اسی جرح والے مفہوم ہی کی بناء پر اثری صاحب نے یہ عبارت پیش کی ہے جس سے ان کا مقصد دینی زبان میں یہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک حدیث کوئی شے نہ تھی۔ لہذا احادیث اور علمی باتوں میں ان پر اعتماد نہیں کرنا چاہیے اور ان کو صرف اخاف ہی نے امام بنایا ہے ورنہ وہ اس کے اہل نہیں ہیں مگر اس مفہوم کا اول تو امام صاحب سے ہی اس کا تصور نہیں کیا جاسکتا کہ وہ صحیح احادیث کو رتخ و اباطیل کہیں اگر

بالفرض ایسا ہوتا تو امام المقرئ صرف واقعہ کو بیان نہ کرتے بلکہ اس کے ساتھ غم و غصہ کا اظہار بھی کرتے اور امام صاحب پر فتویٰ بھی صادر کرتے اس لیے کہ اس موجودہ گئے گزرے دور میں بھی اگر کوئی شخص کسی صحیح حدیث کو ریح اور باطل کہے تو ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان بھی اس کو برداشت نہیں کرتا تو امام المقرئ جیسا محدث کامل کیسے اس کو برداشت کر سکتا تھا؟ لازمی بات ہے کہ واقعہ کے ثبوت کے بعد اس کا مفہوم یہی ہے کہ امام صاحب نے اس محفل میں موضوع روایات ہی بیان کی تھیں اور ان ہی کو ریح و باطل کہا تھا اور عبارت کا یہ مفہوم امام صاحب کے حق میں مدح کا مفہوم ہے۔ جیسے محدثین کرام موضوعات کو لکھ کر ان کا حکم بیان کرتے ہیں اسی طرح وہ موضوعات کو بیان کر کے بھی ان کا حکم بیان کرتے ہیں۔ امام صاحب نے بھی موضوعات بیان کیں جو ہو سکتا ہے کہ اس وقت عام لوگوں کی زبان پر ہوں تو ان کے بارے میں آگاہ فرمادیا کہ کلام ریح و باطل۔ اب جس شخص کے ہاں موضوعات کا اتنا ذخیرہ ہو پوری مجلس میں بیان کرے اس کے ہاں صحیح احادیث کا ذخیرہ کتنا ہوگا؟ اور جو شخص حدیث میں اتنی مہارت رکھتا ہے کہ موضوعات کو صحیح احادیث سے پرکھ کا ملکہ اس کو حاصل ہو تو اس کو شاہنشاہ فی الحدیث کہنے میں کیا حرج ہے؟ اور کلام ریح و باطل کا یہ مفہوم شاہنشاہ فی الحدیث کے مفہوم کے مخالف کیسے ہے کہ اس کو تصور کا دو مہر ارج قرار دیا جائے؟ امام صاحب کا علمی مقام حضرات محدثین کرام کے ہاں کلم ہے اگر اثری صاحب اور ان کا طبقہ علامہ کوثری کو ناقابل اعتبار قرار دیتا ہے تو امام ابن عبد البر الماکی المتوفی ۵۶۳ھ تو متعصب اور روایتی دہل اور فریب کا شکار نہیں تھے ان کی وساطت سے حضرت امام ابو حنیفہ کے بارے میں متعدد محدثین کرام کے چندہ الے

سُن لیں :

- (۱) امام ابو داؤد فرماتے ہیں : رحمہ اللہ مالکاً کان اماماً رحمہ اللہ الشافعی کان اماماً رحمہ اللہ ابی حنیفۃ کان اماماً۔ (الانتقار ص ۳۲)
- (۲) امام معمر بن کلام فرماتے ہیں : رحمہ اللہ ابی حنیفۃ ان کان لفقہاً عالمًا۔ (ص ۱۲۵)
- (۳) سئل یحییٰ بن معین عن ابی حنیفۃ فقال ثقہ ما سمعت احداً تضعفہ ہذا شعبۃ بن الحجاج یکتب الیہ ان یحدث ویأمرہ وشعبۃ شعبۃ۔ (ص ۱۲۷)
- (۴) امام الحسن بن صالح بن غنی فرماتے ہیں : کان النعمان بن ثابت فہمما عالماً متنبئاً فی علمہ اذا صح عندہ الخبر من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یعدہ الی غیرہ۔ (ص ۱۲۸)
- (۵) مشہور محدث حماد بن زید نے روی عن ابی حنیفۃ احادیث کثیرہ (ص ۱۲۹)
- (۶) مشہور قاضی ابن شبرم فرماتے ہیں : عجزت النساء ان ینزلن النعمان۔ (ص ۱۳۰)
- (۷) امام الجرح والتعلیل یحییٰ بن سعید القطان امام ابو حنیفہ کے قول پر فتویٰ دیتے تھے۔ (محصلہ ص ۱۳۲)
- (۸) محدث جلیل ابن جریر نے امام ابو حنیفہ کی وفات پر فرمایا : رحمہ اللہ قد ذهب معه علم کثیر۔ (ص ۱۳۵)
- (۹) محدث عظیم امام وکیع بن الجراح کان یفتی براۃ ابی حنیفۃ۔ (ص ۱۳۶)
- (۱۰) محدث خالد الاسلمی نے روی عن ابی حنیفۃ احادیث کثیرہ۔ (ص ۱۳۶)
- (۱۱) امام ابن ہمام نے فرمایا : کان ابی حنیفۃ لا یرد حدیثاً ثبت عندہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان من اعظم الناس امانۃ۔ (ص ۱۳۹)

ان حوالوں سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ امام ابو حنیفہؒ نہ صرف یہ کہ احادیث کو حجت سمجھتے تھے بلکہ احادیث کثیرہ کے راوی تھے اور احادیث کے بیان کرنے میں مُتنبِت تھے۔ اور چوٹی کے محدثین کرام نے ان پر اعتماد کیا ہے اور وہ ان کی رائے پر فتویٰ دیتے تھے۔ اثری صاحب کا امام صاحبؒ کو احادیث کا منکر باور کرا کر دل کی بھڑاس نکالنا خالص تعصب اور عناد ہے۔ اگر فقہی اور اجتہادی طور پر امام ابو حنیفہؒ بعض روایات کو نہیں لیتے تو اس میں حیرت کی کوئی بات ہے؟ آخر امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت امام بخاریؒ بھی تو حسن حدیث کو حجت نہیں سمجھتے اور اس کو تسلیم نہیں کرتے مگر جمہور محدثین کرام ان کے خلاف ہیں۔ والحق مع الجمہور۔ (نیل الاوطار ص ۲۲)

اس کے بعد جناب اثری صاحب لکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ من کان له امام فقراة الامام له قراءة۔ کی روایت جب امام ابو حنیفہؒ نے ذکر حفاظ حدیث کے برعکس مرفوع بیان کی تو امام ابو عبد الرحمن المقرئؒ نے فرمایا: انا لا اقول عن جابرؒ ابو حنیفہؒ یقول انا بنی من عهدہ۔ (الکامل لابن عثیم ص ۲۴۷) کہ میں عن جابرؒ نہیں کہتا۔ یہ ابو حنیفہؒ کہتے ہیں۔ میں اس سے بری الذمہ ہوں بتلائے اس کے بعد مجہول سند سے شمشاہ کنے کے قول کی حیثیت ہی کیا رہ جاتی ہے۔۔۔۔۔ الخ۔ (ص ۲۵۸)

الجواب اولاً تو اثری صاحب نے امام مقرئؒ کے اس مقولہ کی سند نہیں بتائی لہذا مجہول سند کا کیا اعتبار ہے؟

ثانیاً: جب امام ابو حنیفہؒ ثقہ ہیں تو اصول حدیث کے قاعدہ سے انکی زیادت قابل قبول ہے۔ امام المقرئؒ نے صرف ذمہ داری اٹھانے سے انکار کیا ہے اس سے امام صاحبؒ سے ثابت شدہ بات کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔

واللہ! اس سند میں حضرت جابرؒ کا ذکر صرف امام ابو حنیفہؒ ہی نہیں کرتے بلکہ دیگر ثقہ راوی بھی اس کو حضرت جابرؒ کے حوالہ سے مرفوع بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ علامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں۔

فہو لہو سفیان وشریک
وجری و ابو الوزیر رفوعہ
بالطرق الصحیحۃ
فیطل عدہ فیمن لم
یرفعہ۔ (روح المعانی ص ۱۳۲)

سویہ امام مثلاً سفیان ثوری، شریک، جریر اور ابو الزبیر صحیح اسانید کے ساتھ اس روایت کو مرفوع نقل کرتے ہیں، جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ انھوں نے مرفوع نہیں بیان کیا تو ان کا قول باطل ہے۔

واللہ! اگر الغرض اس سند میں حضرت جابرؒ کا نام مذکور ہی ہو تب بھی یہ حدیث مستند اور مرفوع ہے کیونکہ حضرت جابرؒ کا نام مذکور ہے اس میں سے ہے۔ قاضی شوکانیؒ لکھتے ہیں کہ صحابہ کرام کے امثال حدیث سے حکم میں ہیں۔ (نیل الاوطار ص ۱۳۲) اور لو اب صدیق حسن خان صاحبؒ لکھتے ہیں: و مرسل صحابہ حجت است۔ (دلیل الطالب ص ۳۸)

الحاصل یہ حدیث مرفوع اور صحیح ہے اس کو مرفوع بیان کرنے میں امام ابو حنیفہؒ کا کوئی جرم نہیں ہے اور وہ اس میں بے قصور ہیں۔

ثانیاً اثری صاحب نے امام ابو حنیفہؒ کی منقبت کے بارے تو امام ابو عبد الرحمن المقرئؒ کے قول کو ضعیف

ثابت کرنے کے لیے راویوں پر خوب جرح کی ہے مگر ص ۲۵۸ میں البرج والتعلیل ص ۲۵۸ اور الکامل لابن عثیم ص ۲۴۷ کے حوالہ سے امام ابو حنیفہؒ پر جو تنقید نقل کی ہے اس کی پوری سند اور سند کے روایت کی کتب رجال سے توثیق نقل کرنے کی بالکل زحمت ہی گوارا نہیں کی۔ کیونکہ امام ابو حنیفہؒ پر طعن تو ان کا

محبوب اور لذیذ مشغلہ ہے وہاں پر تو ہر ناپ شناپ بات بھی معتبر ہے مگر ان کی توثیق ثبوت ہوتے ہوئے بھی محض ضد اور ہٹ دھرمی کے باعث بغیر ثبوت قرار دے کر ان کے ہاں قابل اعتبار نہیں ہے کیونکہ وہ امام ابوحنیفہؒ میں اور اہل حدیث کھلوانے والوں کو ان سے خوب کد ہے یہ ہے ان لوگوں کا انصاف و دیانت۔ قالی اللہ المشتکی۔

امام صاحب کی قبر پر جنازہ کے بارے اعتراض

اثری صاحب قبر پر جنازہ کا عنوان قائم کر کے اس کے تحت دو باتیں لکھتے ہیں ایک یہ کہ امام ابوحنیفہؒ کے نماز جنازہ میں کثیر تعداد میں لوگوں کی شرکت اور بار بار ان کا جنازہ پڑھے جانے کی روایت ایک کذاب اور وضاع کے واسطے سے ہے مگر افسوس کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب اسی کذاب کی بیان کردہ حکایت پر اطمینان کیے بیٹھے ہیں اور دوسری بات یہ اثری صاحب نے لکھی کہ قبر پر نماز جنازہ احناف کے نزدیک جائز نہیں مگر امام صاحب کے بارے میں قبر پر نماز جنازہ کو فخر کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے جب احناف کے نزدیک قبر پر نماز جنازہ ناجائز ہے تو مولانا صاحب کو اس کی تردید کرنی چاہیے تھی مگر افسوس وہ اسے مناقب میں ذکر فرما رہے ہیں۔ اگر امام صاحب کی قبر پر بیس دن تک جنازہ پڑھنا باعث منقبت ہے تو کسی اور بزرگ کی قبر پر جنازہ ناجائز کیوں؟ (محصلہ ص ۲۵۹ و ۲۶۰)

الجواب دیے تو اثری صاحب اپنی اس ساری کتاب میں بے نیکی کرتے اور بے پر کی ہانکتے چلے گئے ہیں مگر یہاں احناف نے اس کی حد کر دی ہے۔ اثری صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ امام صاحب کی نماز جنازہ میں کثیر تعداد میں مسلمانوں کی شرکت اور بار بار جنازہ ایک تاریخی واقعہ ہے

جو کہ تمام سیرت نگار نقل کرتے ہیں اور یہ روز روشن کی طرح واضح بات ہے اگر خطاش کو آفتاب نظر نہیں آتا تو اس میں آفتاب کا کیا قصور ہے؟ اور اس سے آفتاب کا انکار تو لازم نہیں آتا۔ اگر اثری صاحب تعصب کی بٹی آنکھوں سے کھول کر اور احناف دشمنی کو بالائے طاق رکھ کر تاریخ کا مطالعہ کریں تو یقیناً اس کی حقیقت ان کے سامنے آشکارا ہو جائے گی۔

اور دوسری بات کرنے میں تو اثری صاحب نے بے نیکی کی حد ہی کر لی جب وہ ذرا ہوش میں آئیں تو ان سے کوئی پوچھے کہ کیا امام صاحب کے جنازہ میں صرف احناف شریک تھے؟ دیگر مذاہب (مامکی، شافعی اور حنبلی وغیرہ) کے لوگ شریک نہ تھے۔ جب وہ لوگ شریک تھے اور ان کے نزدیک قبر پر جنازہ پڑھنا درست ہے اور احنافوں نے اپنے مذہب کے مطابق عمل کیا تو اس پر اعتراض کی کیا حقیقت باقی رہ جاتی ہے؟ احناف کا نماز جنازہ کا طریقہ اثری صاحب اور ان کے طبقہ کے ہاں درست نہیں تو اگر کوئی حنفی کسی غیر مقلد کے جنازہ میں شریک ہو جائے تو کیا اس کو اثری طبقہ دھکے دے کر نکال دیتا ہے کہ تمہارا طریقہ نماز ہمارے نزدیک ناجائز ہے اس لیے تم ہمارے جنازہ میں شریک نہ ہو؟ اور کیا اس حنفی کے نماز جنازہ میں شرکت پر ناجائز ناجائز کا ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے؟ اگر ایسا نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر امام صاحب کے جنازہ میں شرکت کرنے والے شافعی اور مامکی حضرات کو دھکے دے کر نہ بٹانا اور ان کو نماز جنازہ سے نہ روکنے کا اعتراض احناف پر کیوں؟ اور ناجائز ناجائز کا ڈھنڈورا پیٹنا ان کے لیے ضروری کیوں؟ جب کہ احنافوں نے اپنے مذہب کے مطابق عمل کیا تھا جو ان کے نزدیک جائز اور درست تھا۔ آج بھی اگر کوئی قبر پر نماز جنازہ کو جائز سمجھنے والا قبر پر نماز جنازہ ادا کرتا ہے تو اس کے نزدیک

جائز ہی ہو گا۔ شواہل حدیث عالم مولانا محمد اسماعیل سلفی صاحب اور اثری صاحب کے استاد محترم محدث گوندلوی کے جنازہ میں نصف کے قریب قریب حنفی حضرات شریک تھے اور ان کے جنازوں میں کثیر تعداد کی شرکت کو فخر سے بیان کیا جاتا ہے تو اثری صاحب کے فلسفہ کے مطابق تو احناف کی شرکت کو ناجائز کہنا چاہیے اور پھر ناجائز ہونے کی وجہ سے کثیر تعداد میں شرکت کو فخر سے بیان کرنا افسوس کا باعث ہونا چاہیے مگر کبھی اثری صاحب نے اس حق کوئی کافر فیضہ ادا نہیں کیا اور امام صاحب کے جنازہ میں ان کو بولنے کی ضرورت محسوس ہو گئی۔ اس کو تعصب کے سوا کیا نام دیا جاسکتا ہے؟ اثری صاحب یہ امام صاحب کی منقبت ہے کہ جزئیات میں مخالفت کرنے والے حضرات بھی ان کے جنازہ میں بکثرت شریک ہوئے اور مخالف و موافق ہر ایک نے جنازہ میں شرکت کو باعث فخر سمجھا۔

سہ ایں سعادت بزور بازو نیست

تا نہ بخشد خداے بخشندہ ،

عناد و تعصب کی انتہا اثری صاحب ص ۲۶ میں یہ عنوان قائم کرتے ہیں "امام شافعی کا فرمان، ایک صریح غلط بیانی" اور پھر مقام ابی حنیفہ ص ۵۷ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ تاریخ بغداد ص ۳۶ اور مناقب موفقی ص ۳۳ کے حوالہ سے امام شافعی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ کے خوشہ چین ہیں حالانکہ تاریخ بغداد اور مناقب موفقی کی سندیں احمد بن محمد الصلت ہے جو نہایت کمزور اور ضعیف ہے اور جعلی و موضوع روایتیں بیان کرتا ہے۔ اور کردہ رٹی نے یہ واقعہ بے سند ابو محمد عبداللہ بن محمد الحارثی کے طریق سے بیان کیا ہے اور یہ بھی کمزور اور ضعیف اور تہم بالوضع ہے لہذا ان کا کیا اعتبار ہے؟ (محصلاً ص ۲۶ تا ص ۲۶۲)

الجواب اثری صاحب کو اپنے دیگر ہم مسلک غیر مقلدوں کی طرح حضرت امام ابو حنیفہ کے ساتھ قلبی دشمنی اور ذاتی عداوت کا ٹیکہ لگا ہوا ہے اور ان کی گھٹی میں امام صاحب کی عداوت اور بغض شامل ہے۔ اثری صاحب کیا حضرت امام شافعی کا یہ فرمان ان کتابوں میں موجود نہیں ہے؟ صریح غلط بیانی تو تب ہوتی کہ حضرت امام شافعی کا یہ بیان ان کتابوں میں نہ ہوتا جب کہ یہ بیان ان سب کتابوں میں مذکور ہے۔ ہاں یہ حق تو آپ کو حاصل ہے کہ کہیں کہ حوالہ تو ان کتابوں میں موجود ہے مگر حجت نہیں کیونکہ اس کی سند میں کمزور اور وضاع راوی موجود ہیں مگر یہ حق آپ کو کس نے دیا کہ آپ اس کو صریح غلط بیانی سے تعبیر کریں حالانکہ دونوں تعبیروں میں بعد الشرین ہے۔ آپ امام شافعی کے اس ارشاد کے لیے امام ابن عبد البر کی کتاب (جس کا حوالہ مقام ابی حنیفہ ص ۵۷ میں حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نے اجمالاً ذکر کیا ہے) الانتصار ص ۱۳۵ و ص ۱۳۶ میں دیکھ لیں جس میں انھوں نے حضرت امام شافعی کا یہ قول اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے نہ تو اس میں ابن الصلت ہے اور نہ الحارثی ہے۔ پوری عبارت یوں ہے: قول الشافعی فیہ نالحکمنا یوسف نا محمد بن حفص بن عمر و یہ قدم علیتنا حاجا علی باب التمارین قال سمعت عباس بن عنین قال سمعت حرملہ یقول سمعت الشافعی یقول من اراد ان یفین فی المغازی فہو عیال علی محمد بن اسحق ومن اراد الفقہ فہو عیال علی ابی حنیفہ... انتہی۔ اس عبارت میں واضح طور پر امام شافعی نے فقہ میں لوگوں کو امام ابو حنیفہ کا خوشہ چین کہا ہے۔

اثری صاحب نے مناقب میں موضوع احادیث کا عنوان ص ۲۶۲ میں قائم کر کے لکھا ہے کہ مولانا صفدر صاحب نے لکھا ہے کہ امام صاحب کے مناقب میں بعض نادان

دوست اور غلط کاروں نے کچھ جعلی حدیثیں بھی گھڑی اور پیش کی ہیں۔ ہم مولانا صفدر صاحب اور ان کے ہم نواؤں سے بس اتنی عرض کرتے ہیں کہ جس طرح نادان دوستوں نے جعلی حدیثیں پیش کی ہیں اسی طرح احمد بن الصلت وغیرہ نے وضعی مناقب اور جھوٹے قصے بھی گھڑے ہیں ان کی بھرتی بھی نہیں ہونی چاہیئے اور ان تنکوں کا بھی سہارا نہیں لینا چاہیئے۔ (محصلہ)

ہم اس پر اثری صاحب سے یہی عرض کریں گے کہ امام شافعیؒ کا فرمان امام ابن عبد البرؒ کے حوالہ سے ہی دیکھ لیں جس میں احمد بن الصلت نہیں ہے۔ جب حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجد ہم نے صاف لکھ دیا کہ جعلی احادیث پیش کرنے والوں نے پیش کیں مگر ہمیں ان کا سہارا لینے کی ضرورت نہیں کیونکہ امام صاحبؒ کے خدا داد اوصاف جو ہمینی برحقیت ہیں ان ہی کا بیان کافی ہے۔ یہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجد ہم کی اصول پسندی اور اصول پر کاربند رہنے کی واضح دلیل ہے کہ نہ تو حقیقت سے بغیر مقلدوں کی طرح آنکھیں بند کی ہیں اور نہ نادان دوستوں کی طرح من گھڑت حدیثیں پیش کرنا پسند کیا ہے۔ اثری صاحب امام صاحبؒ کی منقبت میں ان حوالہ جات کو تسلیم کر لیں جو احمد بن الصلت کے حوالہ سے نہیں ہیں مگر کچھ تسلیم تو کریں حقیقت سے بالکل تو آنکھیں نہ بند کر لیں۔

غیر محتاط رویہ الزام اثری صاحب ص ۲۶۳ پر غیر محتاط رویہ اور تثنوی کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے راہِ سنت میں تثنوی کو بدعت قرار دیا ہے اور اس کے لیے علامہ شاطبیؒ کی الاعتصام کا حوالہ بھی دیا ہے اور علامہ شاطبیؒ نے تو ص ۲۶۹ میں عند طلوع الفجر کے الفاظ بھی کہے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ فجر کے لیے بھی تثنوی بدعت ہے حالانکہ احناف تو فجر کے لیے تثنوی کو مستحسن قرار دیتے ہیں اور پھر اثری صاحب

حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجد ہم کو خطاب کر کے لکھتے ہیں: لہذا جناب! سلف صالحین نے جن بدعات کا انکار کیا ہے ان میں صبح کی نماز کے لیے تثنوی بھی شامل ہے مگر آپ کے فقہار تو اوّل تا آخر اسے مستحسن قرار دیتے ہیں۔ کیا آپ نے ان سے بغاوت اختیار کر لی ہے؟ اور پھر یہ کہ یہ تثنوی عند صحابہ کے بعد علماء کو ذہ کی ایجاد ہے اور مغرب کی نماز کے علاوہ باقی نمازوں کے لیے تثنوی کو متاخرین فقہار علامہ شامیؒ، قاضی خانؒ وغیرہ نے مستحسن کہا ہے۔ مولانا صفدر صاحب نے بریلوی مصنف کو جواب دیتے ہوئے کہا ہے کہ متاخرین تمام فقہار اسکو مستحسن نہیں کہتے بلکہ چند نفوس کہتے ہیں۔ (امام البرہان ص ۳۲۱) حالانکہ سب فقہار احنافؒ نے اہمات الکتاب میں مغرب کے علاوہ باقی نمازوں کے لیے تثنوی کو مستحسن قرار دیا ہے۔ مولانا صاحب سے سوال ہے کہ حضرت یہ سب اگر بعض متاخرین ہیں تو اکثر فقہائے متاخرین کی نشاندہی کیجئے جنہوں نے اسے بدعت کہا ہے؟ صبح کی نماز کے لیے تثنوی ما انا علیہ واصحابی کے خلاف ہے یا نہیں؟ پھر یہ مستحسن کیوں؟ اور پھر یہ کہ آپ نے قاضی خانؒ وغیرہ تمام فقہار کو بدعتی بنا ڈالا۔ (محصلہ ص ۲۶۳ تا ۲۶۶)

الجواب اثری صاحب نے مختلف ائمہ کے مسالک کو غلط ملط کر کے اور بعض عبارات کے مطالب نہ سمجھ کر یہ مبالغہ تیار کیا اور پھر اس کے نتیجہ میں اعتراضات کی توپ چلائی ورنہ حقیقت کی دُنیا میں اثری صاحب کے ان اعتراضات کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔ علامہ شاطبیؒ نے عند طلوع الفجر کہا فرمایا ہے وہاں وہ امام مالکؒ کا ارشاد اور ان کا نظریہ نقل فرما رہے ہیں۔ اگر لکھتے وقت اثری صاحب نے عینک اتاری ہوئی تھی تو اب عینک لگا کر دیکھ لیں کہ محولہ صفحہ میں امام مالکؒ کا مؤذن کو تثنوی سے روکنے کا ذکر ہے اگر

اثری صاحب تعصب کی عینک نہ اتار سکیں تو قارئین کرام سے درخواست ہے کہ وہ خود دیکھ لیں کہ الاعتصام ص ۶۹ میں امام مالکؒ کا یہی فرمان ہے اور امام مالکؒ کا نظریہ تو علی الاطلاق تثنویب سے مانعیت کا ہے ان کے قول کو اخلاف کے نظریہ سے خلط ملط کر کے اعتراض کرنا کونسی دیانت ہے؟

اثری صاحب کا یہ کہنا کہ فجر کے لیے تثنویب کو فقہائے اخلاف نے مستحسن قرار دیا ہے تو کیا آپ نے ان سے بغاوت اختیار کر لی ہے؟ الخ۔

تو ہم اثری صاحب سے عرض کرتے ہیں کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دمام مجاہد نے کہاں علمائے اخلاف کے اس قول کو پیش کر کے اس کی تردید کی ہے کہ آپ کو بغاوت نظر آگئی ہے؟ اور پھر اثری صاحب کی معلومات کے لیے عرض ہے کہ جرنیال میں اختلاف کو بغاوت نہیں کہتے یہ صرف اثری صاحب کی غبادت ہے۔

اثری صاحب کا یہ کہنا کہ فجر کے لیے تثنویب عہد صحابہ کے بعد علماء کو فہ کی ایجاد ہے اور یہ ما انا علیہ واصحابی کے فرمان کے خلاف ہے تو یہ مستحسن کیوں؟ اگر اثری صاحب نے وہ کتابیں بغور دیکھی ہوتیں اور ان کا مطالعہ کیا ہوتا جس کا حوالہ انھوں نے دیا ہے تو دیانت کی دنیا میں اعتراض کرنے کی جرأت ان کو نہ ہوتی۔

انھوں نے السعایہ ص ۲ اور ص ۲ کا مطالعہ کرنے کی شائقین کو ترغیب دی ہے تو ہم اس میں مندرج بحث کا خلاصہ اس سلسلہ میں پیش کرتے ہیں۔ حضرت امام ابو حنیفہ صاحب بکھنوی لکھتے ہیں کہ تثنویب قدیم میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ تثنویب سے مراد اذان فجر کے اندر الصلوٰۃ خیر من النوم کہنا ہے اور یہ مجہور کا قول ہے اور ان کی دلیل ابن ماجہ کی وہ روایت ہے جس میں ہے کہ حضرت بلالؓ نے فرمایا کہ حضور علیہ السلام نے مجھے فجر میں تثنویب کا حکم دیا اور عشاء میں اس سے منع فرمایا (ابن ماجہ ص ۵) اور ابوبکر بن فضل فرماتے ہیں کہ اذان کے بعد الصلوٰۃ کا حکم ہے۔

اور ان کی دلیل یہ ہے کہ اذان سے فارغ ہونے کے بعد حضور علیہ السلام کے دروازے پر کھڑے ہو کر حضرت بلالؓ نے کہے تھے۔ اور بعض فقہار نے کہا کہ تثنویب سے مراد اذان اور اقامت کے درمیان کوئی ایسے الفاظ یا عمل کرنا ہے جس سے نماز کے کھڑے ہونے کی اطلاع ہو جائے اور وہ فجر کے وقت کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ فجر کے لیے حضرت بلالؓ حضور علیہ السلام کے دروازے پر الصلوٰۃ الصلوٰۃ کے الفاظ کہتے تھے اور نماز کے معاملہ میں تمام لوگ برابر ہیں اس لیے یہ سب کے لیے ہے یہ نظریہ امام محمدؒ کا ہے۔

اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ یہ ان لوگوں کے ساتھ مخصوص ہے جو امور مسلمین میں مشغول ہوں اس لیے کہ حضور علیہ السلام اور حضرت عمرؓ کے پاس مؤذن جا کر ان کو اطلاع دیتا تھا۔ (السعایہ ص ۲) جب ان فقہار کے اقوال کی اصل شرع میں موجود ہے تو ان کے اقوال کو مستحسن کہنے میں کیا حرج ہے؟

اثری صاحب نے یہ لکھ کر کہ یہ تثنویب علماء کو فہ کی ایجاد ہے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ گویا دیگر علاقوں کے لوگوں میں یہ نہیں تھی حالانکہ دیگر علاقوں میں بھی اس کا ثبوت موجود ہے جیسا کہ بدائع الصنائع میں ہے: او بایات افعال بایات کما یفعل اهل بخاری لاندہ الاعلام والاعلام انما یحصل بما یعارفونہ۔ (بدائع الصنائع ص ۱۲۶) اس عبارت سے واضح ہے کہ تثنویب کے قائل اہل بخاری بھی تھے اور پھر یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ فجر کے وقت کی تثنویب تابعین کے دور کی ہے جیسا کہ اس سلسلہ پر بحث کرتے ہوئے علامہ انکاسانیؒ فرماتے ہیں کہ اذان کے بعد تثنویب محدث ہے مگر مستحسن ہے۔ محدث اس لیے ہے کہ لاندہ احدث فی زمن التابعین اور مستحسن اس لیے ہے کہ قد قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم

ما راہ المسلمون حسنا فهو عند الله حسن... الخ۔ (بدائع السائق ص ۱۲۸)
اور تابعین کا زمانہ خیر القرون کا زمانہ ہے اور خیر القرون کے زمانہ کا تعامل حجت ہے۔
لہذا یہ ما انا علیہ واصحابی کے خلاف نہیں ہے۔ موجودہ زمانہ کے صلوة و سلام
کے مرد و طریقہ کا حکم قطعاً اس تشویب کا نہیں ہے کیونکہ یہ خالص بدعت اور آکٹھویں
صدی کی ایجاد ہے۔

اثری صاحب کا یہ کہنا کہ علامہ مرغینانیؒ اور قاضی خانؒ وغیرہ نے مغرب کے
علاوہ باقی تمام نمازوں کے لیے تشویب کو مستحسن قرار دیا ہے تو یہ اثری صاحب کا
انتہائی ذہل ہے کیونکہ ان حضرات نے واستحسنہ المتأخرون نقل ضرور کیا ہے
مگر ان کا اپنا نظریہ یہ ہرگز نہیں ہے اس لیے کہ فجر کے علاوہ باقی نمازوں کے لیے
تشویب کے بارہ میں وکرہ فی سائر الصلوات کے الفاظ ان کتابوں میں موجود
ہیں۔ ملاحظہ ہو ہدایہ ص ۱۸۱، فتح القدیر ص ۱۱۱، شرح غنایہ ص ۱۱۱ اور تبیین الحقائق میں
ہے۔ وهو فی الفجر خاصة وکرہ فی غیر الفجر من الصلوات الا فی
قول ابی یوسف فی حق امراء زمانہ... الخ۔ (تبیین الحقائق ص ۹۲)
اور المبسوط میں ہے: ولا تشویب الا فی صلوة الفجر۔ اور اس کے تحت
علامہ سرخسیؒ نے دلائل دیئے ہیں۔ (مبسوط ص ۱۳۱)

اور البحر الرائق میں ہے وعند المتقدمین هو مکروہ فی غیر الفجر
وهو قول النجم هو رکما حکاہ النووی فی شرح الماہ ذہب... الخ
(البحر الرائق ص ۱۱۱) اس کے باوجود ان کتابوں کے مصنفین سے فجر کے علاوہ باقی نمازوں
کے لیے تشویب کے مستحسن قرار دینے کا قول کرنا اثری صاحب کی دیانت اور جرأت
ہی ہو سکتی ہے جو مذہبی عصیت میں فکر آخرت کو بالکل ہی خیر باد کہہ چکے ہیں۔ اثری
صاحب نے جن فقہاء کرام کے بارہ میں کہا ہے کہ مولانا صفدر صاحب نے ان کو

بدعتی بنا ڈالا ہے تو یہ اثری صاحب کا صرف خبط ہے ورنہ حضرت شیخ الحدیث
صاحب نے نہ تو کسی حنفی فقیہ کو بدعتی کہا ہے اور نہ ہی ان کی کسی عبارت سے یہ
مترشح ہے اثری صاحب نے فضول پیا صفحات سیاہ کیے ہیں۔

اثری صاحب ص ۲۶۶ اور ص ۲۶۷ پر بھی اسی قسم کی بحث کرتے ہیں کہ مولانا صفدر
صاحب نے تمام البرہان ص ۳۹۴ میں لکھا ہے حضور علیہ السلام کی بشریت جب
دلائل قطعیہ سے ثابت ہے اور آپ کا سایہ بھی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے
تو آپ کے سایہ نہ ہونے کا عقیدہ اہل السنۃ والجماعت کیونکر رکھ سکتے ہیں
اور یہ اہل سنۃ کا مختار کیسے ہو سکتا ہے؟ البتہ اہل بدعت کا عقیدہ یہ ضرور ہے
اور انہی کے لیے یہ مناسب بھی ہے کیونکہ حق اور صحیح دلائل کے ساتھ ان ہی کا خدا
واسطے کا بئیر ہوا کرتا ہے۔ الخ۔ اور منہ پر لکھا ہے کہ سایہ نہ ہونے کی روایت
کچھ حضرات نے نقل کی ہے اور اس کو معجزہ تصور کیا گیا... الخ۔ اثری صاحب
لکھتے ہیں بتلائے یہ حضرات کون تھے بدعتی یا اہل السنۃ؟ آپ ان سے علمی
اختلاف کیجئے مگر خدا را انہیں اہل السنۃ کی صف سے خارج نہ کیجئے۔ کیا عقیدہ
کی بجائے معجزہ کا لفظ استعمال کرنے سے سکہ مل ہو جاتا ہے؟ کہ ان کا عقیدہ نہ تھا
انہوں نے معجزہ کہا ہے یہ محض نزاع لفظی ہے یہ تو تسلیم ہے کہ انہوں نے سایہ
کو تسلیم کیا ہے۔ وهو المطلوب۔

اثری صاحب یہاں بھی خبط کا شکار ہیں ورنہ دونوں عبارتوں کا مفہوم
الجواب بالکل واضح ہے پہلی عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ اہل بدعت کے سامنے
دلائل آچکے ہیں اس کے باوجود وہ نہیں مان رہے جب کہ دوسری عبارت کا مفہوم
یہ ہے کہ جن حضرات نے سایہ نہ ہونے کی روایت نقل کر کے اس کو معجزہ قرار دیا ہے
ان کے پیش نظر وہ صحیح روایات نہ تھیں جن میں سایہ کا ذکر ہے۔ ان عبارات سے

قطعا وہ نتیجہ نہیں نکلتا جو اثری صاحب نے نکالا ہے اور پھر حیرت ہے کہ جب اثری صاحب کو اعتراف ہے کہ ان حضرات نے سایہ کو تسلیم کیا ہے تو اس کے باوجود اعتراض کیا ہے؟ اثری صاحب لکھتے ہیں یہ تو تسلیم ہے کہ انھوں نے سایہ کو تسلیم کیا ہے۔ وهو المطلوب (ص ۲۶۷ آخری سطر)

اثری صاحب کی اس عبارت کو بار بار پڑھیں اور پھر ان کے اعتراض کا جائزہ لیں تو واضح ہو جائے گا کہ اثری صاحب نے عالم مدہوشی میں ہی یہ سب کچھ لکھ مارا ہے۔ ورنہ حقیقت کی دنیا میں ان کے اعتراض کی ویسے بھی کوئی حیثیت نہ تھی مگر ان کے اس اعتراف کے بعد تو اس کی کوئی حیثیت ہی باقی نہیں رہتی کیونکہ اہل بدعت سایہ تسلیم ہی نہیں کرتے اور ان حضرات نے سایہ کو تسلیم کیا ہے۔

تحت السرة کی زیادت کے بارے اعتراض

اثری صاحب ص ۲۶۸ پر نمازیں ہاتھ باندھنا "کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مولانا صفر نے نمازیں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی پہلی دلیل مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت پیش کی ہے جس میں تحت السرة کے الفاظ ہیں اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مصنف ابن ابی شیبہ کا یہ نسخہ جس میں تحت السرة کے الفاظ ہیں یہ محرف ہے اور ملا محمد حیات سندھی نے فتح الغفور فی تحقیق وضع الیہ علی الصدور میں اس کی تصریح کی ہے۔ مولانا انور شاہ صاحب نے اعتراف کیا ہے کہ میں نے تین نسخے مصنف کے دیکھے ان میں یہ الفاظ نہیں تھے۔ نیز یہ روایت مسند احمد وغیرہ میں ہے اور ان میں یہ الفاظ نہیں۔ (محصلا ص ۲۶۷ تا ص ۲۷۰)

الجواب اثری ٹولہ کی عادت ہے کہ جو نسخہ ان کے خلاف ہو اس کو محرف قرار دینے کا اوایلا مچاتے ہیں بے شک وہ نسخہ صحیح اور ثابت شدہ ہو اثری صاحب نے یہ تو لکھ دیا کہ ملا محمد حیات سندھی نے کہا ہے کہ یہ نسخہ محرف

ہے مگر ان کے شاگرد ملا قائم سندھی نے جو ان کا تقاب کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ تحت السرة کی زیادتی اکثر نسخوں میں موجود ہے اور میں نے خود اپنی آنکھوں سے اس زیادتی کو صحیح نسخوں دیکھا ہے اور علامہ میمنی نے فرمایا کہ مدینہ طیبہ کے قبر محمودیہ میں جو نسخہ موجود ہے اس میں یہ الفاظ ثابت ہیں۔ (حاشیہ فیض الباری ص ۲۶۷) اثری صاحب کی نظر اس کی جانب نہ جانے کیوں نہیں گئی؟ حالانکہ اس عبارت کے بعد والے حصہ کا حوالہ بھی اثری صاحب نے ص ۲۷۰ پر دیا ہے۔ اس کو تعصب اور اس کی حمیت نہ کہیں تو اور کیا کہیں؟

باقی اثری صاحب کا یہ کہنا کہ مسند احمد ص ۳۱۶ اور سنن داؤقنی ص ۲۸۸ اور شرح السنہ للبخاری ص ۳۱۶ میں امام وکیع کی اسی سند سے یہ روایت مذکور ہے مگر ان میں بھی یہ اضافہ مذکور نہیں تو ہم اثری صاحب سے عرض کرتے ہیں کہ یہ بات انکی تب ذراں کشتی جبکہ ایک ہی سند کی وجہ سے دو مختلف کتابوں پر متن کے الفاظ میں کمی بیشی نہ ہوتی حالانکہ کتب حدیث میں بشمار ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ سند ایک ہی ہے مگر متن کے الفاظ میں کمی بیشی موجود ہے۔ خود صحیحین میں ایسی بشمار مثالیں موجود ہیں مثلاً بخاری ص ۱۲۱ میں امام بخاری نے اپنے استاد مسدد کے اسطر سے اس سند کی روایت کی ہے۔ حدثنا اسعید بن ابراہیم اخبرنا ابو حبیہ التیمی عن ابی زرعۃ عن ابی ہریرۃ... الخ اور امام مسلم نے ص ۱۲۱ میں اپنے استاد زہیر کے واسطے سے اسی سند روایت کی ہے مگر دونوں کے متن کے الفاظ میں کمی بیشی ہے۔ بخاری ص ۱۲۵ اور مسلم ص ۱۲۱ میں مرقی بن ابی رزین والی روایت کی سند ایک مگر متن کے الفاظ میں کمی بیشی ہے بخاری ص ۱۲۵ اور مسلم ص ۱۲۱ میں غزل جنابت کے بارہ میں حضرت عائشہ کی روایت ہشام بن ابیہ عن عائشہ سند ایک ہی ہے مگر متن کے الفاظ میں کمی بیشی ہے اور ان ہی صفحات میں حضرت میمونہ کی روایت عائشہ عن سالم عن کرب عن ابن عباس عن میمونہ سند ایک ہی مگر متن کے الفاظ میں کمی بیشی ہے اور ایسی مثالیں بشمار ہیں جب دو مختلف کتابوں میں ایک ہی سند کے باوجود متن کے الفاظ میں کمی بیشی موجود ہے تو اثری صاحب کا یہ کہنا کہ اسی سند سے مسند احمد وغیرہ میں روایت موجود ہے مگر اس میں تحت السرة کے الفاظ نہیں اور اس کو اس بنا پر یہ تاثر دینا کہ مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت میں تحریف کی گئی ہے تو یہ صرف طفل تسلی

ہے۔ اثری صاحب کا فریقہ تھا کہ پہلے ثابت کرتے کہ جب سند ایک ہی ہو تو دو مختلف کتابوں میں ان کے متن کے الفاظ میں کمی بیشی نہیں ہوتی اور نہ ہو سکتی ہے اور پھر وہ اپنے دعوے کا مدار اس پر رکھتے کہ جب قاعدہ یہ ہے تو یاس بات کی دلیل ہے کہ مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت میں تحریف ہوئی ہے مگر اثری صاحب افرانکے ہمنواؤں کے لبرکاز گن میں۔ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا۔

الٹا چور کو توال کو ڈانٹے اثری صاحب ص ۲۱ میں مولانا صفدر صاحب کی غلط بیانی کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مولانا

صفدر صاحب نے محدث مبارکپوری کے ان الفاظ قلت اسناد هذا الحديث وان كان جيداً لكن في ثبوت لفظ تحت السرة نظر کے جواب میں کہا۔ جب سند صحیح ہے تو نہ ماننا چہ معنی دارد؟ التعلیق الحسن اور فتح الملہم میں اس کی مزید تفصیل ملاحظہ کیجئے۔ حالانکہ معاملہ سند کے صحیح ہونے کا نہیں، ابن ابی شیبہ کے نسخہ میں ان الفاظ کے صحیح ثابت ہونے نہ ہونے کا ہے اور پھر تحت السرة کی زیادت کے بارے میں اثری صاحب لکھتے ہیں کہ التعلیق الحسن ص ۱۱ میں علامہ نیوی مروجہ نے قطعاً اس اضافہ کو محفوظ نہیں کہا بلکہ لکنھا مخالفتہ لروایات الثقات فكانت غایب محفوظاً لکھا ہے مگر مولانا صفدر صاحب علامہ نیوی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ وہ اس کو محفوظ قرار دیتے ہیں جو کہ خیانت ہے۔

الجواب التعلیق الحسن اور فتح الملہم دونوں میں ہے کہ متن کے لحاظ سے علی الصدر اور تحت السرة والی روایات ایک جیسی ہیں، مگر

تحت السرة والی روایت سند کے لحاظ سے اقویٰ ہے اسی بحث کو خلاصہ کے طور پر حضرت شیخ الحدیث صاحب نے فرمایا کہ جب سند صحیح ہے تو پھر نہ ماننا چہ معنی دارد؟ تفصیل دوسری کتابوں میں دیکھ لی جائے۔ اثری صاحب

اصول سے خود بے خبر ہیں مگر طعن حضرت شیخ الحدیث صاحب کو دے رہے ہیں۔ اگر دو روایتوں کا متن غیر محفوظ ہو مگر ایک روایت کی سند بہ نسبت دوسری روایت کے قوی ہو تو قوی سند والی روایت کو ترجیح ہوتی ہے تو بحث سند کی ہے یا کسی اور چیز کی؟ مگر اثری صاحب اپنی مخصوص حالت میں پہنچ کر یوں رقم طراز ہیں مگر افسوس حضرت شیخ الحدیث صاحب اسے صرف سند کے صحیح ہونے کا مسئلہ بنا رہے ہیں.... الخ۔ (ص ۲۱)

اور پھر اثری صاحب کا یہ کہنا کہ علامہ نیوی نے اس زیادتی کو غیر محفوظ کہا ہے مگر مولانا صفدر صاحب ان ہی کے حوالہ سے اس زیادتی کو محفوظ بتا رہے ہیں تو ہم اس کی وضاحت کر دیتے ہیں کہ بے شک علامہ نیوی نے پہلے التعلیق الحسن میں اس زیادتی کو غیر محفوظ کہا مگر بعد کو انھوں نے اپنے نظریہ سے رجوع کر لیا تھا اور التعلیق ص ۱۱ (طبع مکتبہ امدادیہ ملتان) میں یہ لکھا ہے: فتقبل هذه الزيادة ويقع الترجيح بينها وبين معارضها لان هذه الرواية ارفع سنداً من رواية على الصدر التي اخرجهما ابن خزيمة والبخاري انتقلی۔ یعنی اس زیادتی کو قبول کیا جائے گا اور اس میں اور اس کی مد مقابل دوسری روایت میں تعارض ہو گا اور اس کو ترجیح ہوگی۔ کیونکہ اس روایت کی سند علی الصدر والی روایت کی سند سے بہت ارفع اور بلند ہے جس کی تخریج امام ابن خزيمة اور امام بخاری نے کی ہے۔ نہایت حیرت اور افسوس کی بات ہے کہ جناب اثری صاحب کو التعلیق الحسن کی عبارت تو نظر آگئی مگر اسی صفحہ میں علامہ نیوی کی آخری رائے اور آخری کتاب کے الفاظ فتقبل هذه الزيادة نظر نہیں آئے اور الٹا چور کو توال کو ڈانٹے کا منظر دکھا رہے ہیں۔

علامہ بنوری کی ادھوری عبارت

الفاظ میں اس حقیقت کا اظہار کیا ہے کہ علامہ بنوریؒ اس زیادت کو معلول قرار دیتے ہیں۔ مگر اثری صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ متکلم اور قائل کا اپنا کلام اور قول ہی معتبر ہوتا ہے جب خود علامہ بنوریؒ نے تعلیق تعلیق میں فتقبل هذه الزيادة فرمادیا تو یہی ان کا قول اور فیصلہ ہے ان کی جانب اس کے خلاف نسبت کرنے والوں کے بارہ میں یہی کہیں گے کہ انہوں نے ان کے پہلے قول کے مطابق ایسی نسبت کر دی ہے ورنہ پہلے قول سے ان کا رجوع ثابت ہے۔

اثری صاحب نے علامہ بنوریؒ کی عبارت بھی پیش کی مگر اپنے روایتی انداز کو برقرار رکھتے ہوئے ایسے ادھورے انداز میں پیش کیا کہ عبارت کا مفہوم ہی بگاڑ کر رکھ دیا۔ علامہ بنوریؒ کی اصل عبارت یہ ہے :

ثم ان الشيخ النيموي رجع
كون هذه الزيادة غير
محفوظة مثل الزيادة
في صحيح ابن خزيمة
وقال باضطرابه قال راجع
ومن رجع زيادة ابن خزيمة
برواية هلب الطائي وطائوس
فلخصمه ان يرجع زيادة
تحت السرة يا ثار علي والي مجلز
واض وابي هريرة - الخ - (معارف السنن ۳۴۹)

پھر بے شک شیخ بنوریؒ نے صحیح ابن خیرم میں
و علی القدر والی زیادت کی طرح اس تحت
السرة زیادت کے بھی غیر محفوظ ہونے کو ترجیح
دی ہے اور اس کے اضطراب کا قول کیا ہے۔
راقم کہتا ہے اور جنہیں ہلب طائی اور طائوس کی
روایت کی وجہ سے ابن خیرم کی زیادت کو
ترجیح دیتا ہے تو اسکے مقابل کو حق پہنچتا ہے
کہ وہ حضرت علیؑ، ابو مجلزؒ، حضرت انسؓ کو رجعت
ابو ہریرہؓ کے آثار کی وجہ سے تحت السرة کی
زیادت کو ترجیح دے۔

اگر اثری صاحب نے علامہ بنوریؒ کی عبارت پیش کرنی ہی تھی تو پوری نقل کرتے مگر اثری صاحب کے پلے چنکے پھر کچھ رہتا ہی نہ تھا انہوں نے عاقبت اسی میں سمجھی کہ عبارت کا صرف اتنا ہی حصہ ذکر کر دیا جائے جس کا بخشی ہو جائے۔

فتح الملہم کی عبارت کا غلط ترجمہ

فتح الملہم کی عبارت نقل کر کے اس کا جو ترجمہ کیا وہ ان ہی کے لائق ہے کیونکہ اسکے بغیر ان کے لیے اپنے حواریوں سے داد تحین وصول کرنے کا کوئی سامان نہ ہوتا۔ فتح الملہم کی عبارت یہ ہے : وان سلم ضعفها ايضاً من جهة المتن الا انها اصح واقيى سنداً من زيادة مؤمل بن اسمعيل على صدره كما فصله النيموي - اس کا ترجمہ اثری صاحب نے کیا ہے : اگرچہ متن کے اعتبار سے اس کا ضعف مسلم ہے مگر وہ مؤمل بن اسمعيل کی زیادت علی الصدر سے سدا زیادہ قوی اور اصح ہے جیسا کہ اس کی تفصیل علامہ بنوریؒ نے بیان کی ہے۔ اثری صاحب نے اس ترجمہ سے صرف ایک لفظ کے ترجمہ کو چھوڑ کر اپنا اٹو سیدھا کیا ہے ورنہ اس عبارت کا اصل ترجمہ یوں ہے اگرچہ متن کے اعتبار سے اس کا ضعف بھی مسلم ہے ... الخ۔ اس ترجمہ سے چونکہ واضح ہوتا ہے کہ دوسری روایت علی الصدر والی کا متن بھی ضعیف ہے۔ اس لیے اثری صاحب نے ترجمہ ہی ایسا کیا جس سے دوسری روایت کے متن کے بارہ میں کچھ معلوم ہی نہ ہو۔ یہ ہے ان کی دیانت اور علمی خدمت۔ ہم اثری صاحب ہی کے الفاظ میں ان سے درخواست کرتے ہیں کہ دھوکے میں مبتلا کرنا اہل علم کی شان نہیں۔

بے کار غوغا اور زرا تعصب

خزائن السنن ۳۴۹، ص ۳۵ میں ترک
رفع الیدین کے بارے حضرت عبداللہ بن عمرؓ

کے صحیح اور مرفوع روایت متصل سند کے ساتھ (جس کے تمام راوی ثقہ اور ثبت ہیں) مسند الحمیدی اور صحیح ابو عوانہ کے حوالہ سے نقل کی گئی ہے۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں: واللفظ للحمیدی عن ابن عمر قال رأیت رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا افتتح الصلوة رفع يديه حذو منكبيه واذا اراد ان يركع وبعد ما يرفع رأسه فلا يرفع ولا بين السجدة متين۔ اس صحیح اور مرفوع روایت کو دیکھ کر اثری صاحب اور ان کے حذی اور مستصحب حوالہ کے ہوش و حواس گم ہو گئے ہیں اور اثری صاحب نے حدیث ترک رفع الیدین کا عنوان قائم کر کے اس کے تحت سی روزنا دیا ہے کہ ایک محرف اور غیر واضح روایت کا سہارا لیا ہے۔ مولانا حسین احمد مدنی، علامہ عثمانی اور مولانا بخاری وغیرہ نے ترک رفع الیدین پر اس سے کیوں استدلال نہیں کیا؟ مولانا اعظمی نے مسلکی حمایت میں ہندی محرف نسخہ پر اعتماد کیا ہے اور مکتبہ ظاہریہ دمشق کے صحیح قدیم نسخہ سے صرف نظر کر لی ہے اور صحیح ابو عوانہ طبع کرانے والوں نے مولانا سید محی الدین شاہ صاحب کے مکتبہ میں ابو عوانہ کے خطی نسخہ سے صرف نظر کر کے باقی نسخوں پر اعتماد کر کے اس حدیث کو درج کر دیا ہے۔ ہم نے اشتہار کے ذریعہ بھی خبردار کیا تھا مگر کوئی شنوائی نہیں ہوئی۔ (محصلاً ص ۲۷۷ و ۲۷۸)

الجواب اثری صاحب کے اس بیان میں ایک ایک جملہ تعصب اور حق سے عناد سے پُر ہے۔ اثری صاحب تو تعصب اور عناد کے سر پٹ گھوڑے پر سوار ہیں وہ نہ تو انصاف اور حقیقت کو سمجھیں گے اور نہ انہیں گے دیگر اہل علم انصاف پسند اور طالب حق عوام سے گزارش ہے کہ مسند الحمیدی حضرت امام بخاری کے استاذ محترم الامام الحافظ الفقیہ ابو عبد اللہ بن الزبیر المکی (المتوفی ۲۵۰ھ) کی تالیف ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں: الحمیدی عندنا امام وقال

ابو حاتم ثبت الناس في سفیان بن عیینہ (اور یہ روایت بھی انہی کے طریق سے ہے) اور علامہ ذہبی فرماتے ہیں: وقد كان من كبار ائمة الدين (تذکرہ ص ۲۷۷) امام ابو حاتم فرماتے ہیں: وهو رئيس اصحابه وهو ثقة امام۔ امام ابن سعد فرماتے ہیں: وكان ثقة كثير الحديث۔ امام ابن حبان فرماتے ہیں: صاحب سنة وفضل ودين امام حاکم فرماتے ہیں: ثقة مأمون۔ صحیح بخاری میں ان سے پچھتر روایتیں ہیں۔ (تہذیب التہذیب ص ۲۱۵، ۲۱۶ محصلہ)

حضرت امام بخاری نے صحیح بخاری میں پہلی حدیث کا آغاز ہی ان کی سند سے کیا ہے۔ حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمی نے جو دور حاضر میں چوٹی کے محدث اور مدرس تھے جن کے علم، تقویٰ، دیانت اور تحقیق کا بحر غالی غیر مقلدوں کے اور کوئی بھی انکار نہیں کرتا اور ذکر کرتا ہے چونکہ موصوف نے غیر مقلدین کے خلاف بعض نہایت محقق اور لا جواب کتابیں لکھی ہیں اس لیے وہ ان سے ناراض ہیں۔ اور اثری صاحب ان کی علمی و تحقیقی خدمت کو مسلکی حیثیت کا نام دے کر اپنے دل کو تسکین اور جماعت کو لوری دے رہے ہیں۔ حضرت مولانا اعظمی نے مقدمہ مسند الحمیدی ص ۲۷۸ میں لکھا ہے کہ مسند الحمیدی کے چار نسخے ان کے پیش نظر تھے۔ (۱) المکتبۃ السیدۃ حیدر آباد دکن کا نسخہ (۲) المکتبۃ العثمانیہ حیدر آباد دکن کا نسخہ (۳) المکتبۃ دارالعلوم دیوبند کا نسخہ (۴) اور المکتبۃ الظاہریہ دمشق کا نسخہ۔ اور ان چاروں نسخوں کی مدد سے کتاب کا تعاقب کیا گیا ہے اور جہاں الفاظ میں کمی بیشی ہوتی ہے حاشیہ میں اس کا باقاعدہ حوالہ دیا ہے کہ یہ زیادت یا کمی فلاں نسخہ میں ہے مگر اس حدیث کی سند اور متن کے بارے کسی کمی بیشی کا حوالہ نہیں دیتے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ روایت ان چاروں نسخوں کے مطابق صحیح ہے۔ اثری صاحب کا واولا کہ مکتبۃ الظاہریہ دمشق کے نسخہ کو نظر انداز کر دیا

ہے صرف واویلا ہی ہے۔ اثری صاحب کا یہ علمی اور اخلاقی فریضہ تھا اور ہے کہ وہ باحوالہ مسند الحمیدی کے چند نسخوں کا حوالہ دیتے کہ ان میں یہ روایت نہیں ہے۔ اور لانا اعظمی نے اپنے نسخہ میں یہ روایت مسلم کی حمایت میں شامل کر دی ہے۔ اثری صاحب نے ایک دیانت دار محقق اور خدا خوف عالم پر تحریف کا الزام لگا کر صریح گناہ کا ارتکاب کیا ہے۔ اب دیکھتے ہیں کہ وہ اس گناہ سے ثابت ہوتے ہیں یا تعصب کے کچھڑ میں پھنسے رہ کر واویلا ہی بچاتے ہیں۔ حضرت مولانا اعظمی کے نسخہ کی صحت پر اعتماد کرتے ہوئے ہی اب المکتبۃ السلفیۃ المدینۃ المنورۃ والوں نے اسے طبع کرایا ہے جس کے سامنے اثری واویلا کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہتی۔

اور اگر اس حدیث کے صریح اور روشن الفاظ بھی اثری صاحب کے نزدیک غیر واضح ہیں تو ان کو کسی عربی دان سے چند دن عربی پڑھنی چاہیئے تاکہ انکو واضح اور غیر واضح کا علم تو ہو جائے۔

یہاں یہ سوال کہ اس روایت سے فلاں اور فلاں بزرگ نے ترک پر استدلال کیوں نہیں کیا؟ تو یہ محض طفل تسلی ہے۔

اولاً: اس لیے کہ ان حضرات کے نزدیک مسئلہ اختلافی اور فروعی مسئلہ ہے۔ حضرات ائمہ اربعہ میں سے دو امام حضرت امام ابو حنیفہؒ اور حضرت امام مالکؒ عند الرکوع وعند رفع الرأس من الرکوع رفع الیدین کو مستحب بھی نہیں سمجھتے اور حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام احمدؒ اس کو صرف مستحب سمجھتے ہیں۔ (نودی شرح سلم ۱۶۸) تو ایک غیر ضروری مسئلہ پر زور صرف کرنا اور غیر مقلدین کی طرح جماعتی طاقت اس پر لگا دینا دین کی کون سی خدمت ہے کہ یہ حضرات اس پر زور لگاتے مگر جب غیر مقلدین غلو سے کام لیتے ہیں تو پھر بامجبوری مقلدین کو بھی کچھ کہنا پڑتا ہے۔

وثانیاً: ہم نے بزرگوں سے سنا ہے کہ حضرت مدنیؒ صرف ترین آدمی تھے ان

کو تدلیس، سیاست، مریدین کی اصلاح، ہمان نوازی اور اپنے وارد و اذکار وغیرہ مشاغل سے ہی فرصت نہیں ملتی تھی کہ وہ ایسے حوالوں کے پیچھے پڑتے، اور مولانا عثمانیؒ کی فتح المسلم جلد دوم جس میں مسئلہ ہے وہ ۱۳۵۲ھ کو طبع ہوئی ہے اور صحیح البخاری جلد دوم کی طباعت ۱۳۶۳ھ میں ہوئی اور مسند الحمیدی تو بہت بعد میں طبع ہوئی ہے اگر مولانا عثمانیؒ نے یہ کتابیں نہیں دیکھیں اور ان کے حوالے نہیں دیئے تو اس میں عیبت کی کونسی بات ہے؟ باقی حضرت بنوریؒ تو گوان کے سامنے یہ سند اور حوالے تو نہیں لیکن وہ حضرت ابن عمرؓ کی دوسری مرفوع روایت ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیه اذا افتتح الصلوۃ ثم لا یعود (جو نصب الرأیہ ص ۴۰ میں ہے) کی تصحیح کرتے ہوئے اور امام حاکمؒ وغیرہ کی سخت تردید کرتے ہوئے جو اس کو بلا وجہ باطل اور موضوع قرار دیتے ہیں یہ لکھتے ہیں کہ:

وقد ثبت عن ابن عمرؓ ترک رفع الیدین کو ثابت ہے جیسا کہ پہلے حضرت مجاہدؒ اش مجاہد عنہ فاذا لا استبعاد فی صحۃ روایتہ وقت حضرت ابن عمرؓ کی ترک رفع الیدین کے بارے مرفوع روایت کے صحیح ہونے میں بھی کوئی (معارف السنن ۲۹۶ و ۲۹۷) استبعاد نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت بنوریؒ حضرت ابن عمرؓ کی ترک رفع الیدین کی مرفوع حدیث سے استدلال کرتے ہیں گوان کے نزدیک یہ سند نہیں بلکہ دوسری سند ہے پھر بھی اثری صاحب کا یہ کہنا کہ حضرت بنوریؒ نے حضرت ابن عمرؓ کی ترک رفع الیدین کی مرفوع روایت سے استدلال کیوں نہیں کیا تو یہ ان کی بالکل سطحی قسم کی بات ہے جو قابل التفات ہی

میں ہے حضرت مولانا بنوری حضرت ابن عمرؓ کی ترک رفع الیدین کے بارے میں موقوف اور مرفوع روایتوں کو صحیح اور مستدل قرار دیتے ہیں۔

ناشرین صحیح البوعوانہ **صحیح البوعوانہ دائرة المعارف جیدر آباد دکن سے وسیع النظر**

طبع ہوئی اور البوعوانہ ص ۴۲۲ و ۴۲۳ اور ج ۲ ص ۹ میں اس کی تصریح موجود ہے کہ عوانہ بانے پور کے کتب خانہ خدائش مرحوم میں سب سے زیادہ صحیح نسخہ کو پیش نظر رکھ کر دیگر متعدد نسخوں سے اس کا تقابل کیا گیا ہے جن میں محمد پاشا کوہ پریو وغیرہ کے کتب خانہ کا نسخہ بھی شامل ہے۔ ولما كانت هذه النسخة واحدة النسخ التي وجدت فيها في الخزائن واتقتها ابتدئنا الانتساخ منها والمقابلة۔ اھ (ص ۴۲۳)۔ ان علماء کی دیانت کو مشکوک بنانا اور ایک خطی نسخہ پر مدار رکھنا نرا تعصب اور ہٹ دھرمی ہے۔ فہوذا باللہ منہ۔

الغرض مسند الحمیدی اور صحیح البوعوانہ میں حضرت ابن عمرؓ کی ترک رفع الیدین کے بارے میں مرفوع روایت کے صحیح ہونے میں رتی برابر شک نہیں ہے۔ اثری صاحب وغیرہ کا سر پر ہاتھ لکھ کر نوحہ وادبلا اور غوغا کرنا ان کا جماعتی مشن اور صرف مسلکی تعصب پر مبنی ہے۔

صاحب ہدایہ کی عبارت پر اعتراض اثری ص ۲۴۴ میں کیا طلوع فجر کے بعد نفلی عبادت کی نعمت نہیں کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے صاحب ہدایہ سے نقل کیا کہ طلوع فجر کے بعد دو سنتوں

کے علاوہ کوئی رائد نفلی نماز پڑھنا مکروہ ہے اس لیے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود نماز پر حلیں ہونے کے اس پر اس سے زیادہ نماز نہیں پڑھی اور صاحب ہدایہ کی اس عبارت کو پیش کر کے مولانا صفدر صاحب نے راہ سنت میں لکھا ہے آپ نے ملاحظہ کیا کہ شیخ الاسلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عدم فعل کو کراہت کی دلیل بنایا

ہے حالانکہ اس موقع پر نفلی نماز کے ترک کرنے پر کوئی تصریح نص موجود نہیں۔ اثری صاحب لکھتے ہیں کہ حدیث کی کتابوں میں لا صلوة بعد الصبح الا رکعتین موجود ہے مگر یہ دونوں بزرگ اس سے بے خبر ہیں اور فرماتے ہیں کہ مخالفت ثابت نہیں... الخ۔ (محصلاً ص ۲۴۶ تا ۲۴۷)

الجواب ہم عرض کرتے ہیں کہ حضرات محدثین کو ائمہ سے اس کی بے شمار شاہدیں ملتی ہیں کہ کوئی روایت ان کے پیش نظر نہیں ہوتی اس سے ان کی شان میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اگر یہاں بھی تسلیم کر لیا جائے کہ صاحب ہدایہ نے اس روایت سے بے خبری کی بنا پر ایسا فرمایا ہے تو ان کی شان میں بھی کوئی فرق نہیں پڑتا اور نہ ہی ان کی علمی حیثیت کو دھچکا لگتا ہے۔

پھر یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ نبی کی جن روایات کی وجہ اثری صاحب نے صاحب ہدایہ اور حضرت شیخ الحدیث صاحب کو بے خبر کہا ہے تو حضرات محدثین کا ایک طبقہ تو ان کے منسوخ ہونے کا قائل ہے جیسا کہ محدث مبارک پوری لکھتے ہیں:

”کہ داؤد ظاہری اور علامہ ابن حزم نے صبح کی نماز کے بعد طلقاً نماز کی اباحت کا قول کیا ہے اور کہا ہے کہ نبی کی احادیث منسوخ ہیں“ (محصلاً تحفۃ الاحوذی ص ۱۶۲)

ان باتوں کے باوجود اثری صاحب کے اعتراض کی کیا حقیقت رہ جاتی ہے؟ جبکہ محدث مبارک پوری نے لکھا ہے کہ جن صحابہؓ سے فجر کی نماز کے بعد نماز کا جواز ثابت ہے تو ہو سکتا ہے کہ انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبی نہ تھے ہو۔ (تحفۃ الاحوذی ص ۱۶۲) جب ان صحابہؓ نے نبی نہیں سنی تو اگر صاحب ہدایہ کو نبی کی خبر نہیں ہوگی تو اعتراض کی کوئی بات ہے؟

صلوۃ کسوف میں خطبہ منقول ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں اعتراض اثری صاحب کیا صلوۃ کسوف میں خطبہ منقول نہیں کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب

صاحب ہدایہ سے نقل کرتے ہوئے لکھا: وليس في الكسوف خطبة لانه لم ينقل حاله خطبة منقول ہے اور علامہ زلیحی نے بھی اس کی تردید کرتے ہوئے کہا: قلت هذا غلط۔ (مجلد ۲۷، ص ۲۷۷)

الجواب اثری صاحب نے علامہ زلیحی سے یہ تو نقل کر دیا مگر اسی بحث میں انھوں نے لم ينقل پر اعتراض کا جواب نقل کیا ہے اس سے کیوں ترکی طرح آنکھیں بند کر لیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں: واجاب الاصحاب عن ذلك كانه عليه الصلاة والسلام لم يقصد الخطبة وانما قال ذلك دفعا لقول من قال ان الشمس انكسفت لموت ابراهيم... الخ۔ (نصب الراية ص ۲۳۶) یعنی لم ينقل سے مراد یہ ہے کہ خطبہ ایسا منقول نہیں جو کہ شرط ہو جیسا کہ جمہور عیدین کا خطبہ ہے اور جو خطبہ منقول ہے وہ اس وہم کا ازالہ کرنے کے لیے عقا کہ یہ کسوف حضور علیہ السلام کے صاحبزادے ابراہیم کی وفات کی وجہ سے ہوا ہے اسی وجہ سے امام شافعیؒ اس خطبہ کو صرف مستحب جبکہ باقی تینوں امام لاخطبہ فیہا کے قائل ہیں جیسا کہ علامہ عینیؒ نے تفصیل سے لکھا ہے اور علامہ بہرامؒ نے کہا کہ صحابہؓ کی ایک جماعت مثلاً حضرت علیؓ، ابن عباسؓ، جابرؓ اور ابو ہریرہؓ وغیرہم نے صلوٰۃ الکسوف کی صفت تو نقل کی لیکن کسی نے یہ نہیں نقل کیا کہ اندہ علیہ السلام خطبہ فیہا۔ (تنظیم الاشتات ص ۳۱۳) اس لحاظ سے صاحب ہدایہ کی عبارت بالکل بے غبار ہے کیونکہ کون میں جزو کی حیثیت سے خطبہ منقول نہیں ہے۔ علامہ زلیحی نے لم ينقل سے علی الاطلاق نقل کا لحاظ رکھ کر قلت هذا غلط فرما دیا ہے۔

اثری صاحب عقیقہ میں اونٹ یا **راہ سنت کی ایک عبارت پر اعتراض** گائے خلاف سنت ہے "کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے راہ سنت میں حضرت عائشہؓ کا فرمان نقل

کیا کہ اونٹ عقیقہ میں ذبح کرنے کا جب ان سے کہا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ سنت ہی افضل ہے وہ یہ کہ بڑے کی طرف سے دو بکریاں اور بڑے کی طرف سے ایک بکری ہی کافی ہے... الخ۔ اثری صاحب لکھتے ہیں کہ عبارت سے واضح ہے کہ عقیقہ میں بڑے کی طرف سے دو بکریاں ذبح کرنا سنت اور اونٹ ذبح کرنا سنت کے خلاف ہے۔ مگر ہمارا سوال یہاں صرف یہ ہے کہ کیا امام ابو حنیفہ عقیقہ کی سنت کے قائل ہیں؟ اور علمائے احناف کے ہاں بڑے کی جانب سے جو اونٹ اور گائے کو ذبح کرنے کا عمل ہے کیا اس وضاحت کے بعد خلافت ہے یا نہیں؟ (مجلد ۲۷، ص ۲۷۷)

الجواب اثری صاحب نے یہاں بھی بات کو چکر میں ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ درنہ بات واضح بات ہے کہ حضرت اُم المؤمنین عائشہؓ نے اپنے بھائی کے ہاں لڑکا پیدا ہونے کی صورت میں اونٹ کی بجائے دو بکریاں ذبح کرنے کو ہی ترجیح دی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے یہی ثابت ہے اسی لیے حضرت اُم المؤمنینؓ نے فرمایا کہ سنت ہی افضل ہے اور حتی المقدور اسی پر عمل کرنا بہتر ہے اس لیے جواز کے باوجود اس کے خلاف سے روک دیا بغیر سختی سے عمل اور اس پر پابندی کے لحاظ سے اس حوالہ کو راہ سنت میں درج کیا گیا ہے کہ اُم المؤمنینؓ سے سنت پر عمل کرنے کی اس قدر پابندی ثابت ہے۔ باقی رہا یہ کہ اونٹ وغیرہ کا عقیقہ میں ذبح کرنا درست ہے کہ نہیں تو اس بارہ میں حضرت انسؓ کی مرفوع روایت الطبرانی فی الصغیر ص ۱۷۱ ہے: یحق عنده من الابل والبقر والغنم۔ (فتح الباری ص ۹۹۷ و نیل الاوطار ص ۱۷۱)

اثری صاحب کا یہ کہنا کہ ہمارا سوال یہ ہے کہ کیا امام ابو حنیفہ عقیقہ کی سنت کے قائل ہیں؟ تو ہم عرض کرتے ہیں کہ اثری صاحب اسی پروپیگنڈہ کا شکار ہیں جو امام صاحب کے بارہ میں کیا گیا کہ امام صاحب عقیقہ کو بدعت کہتے ہیں حالانکہ یہ پروپیگنڈہ بالکل غلط اور بے جا ہے جیسا کہ علامہ عینیؒ نے فرمایا: قلت هذا افتراء

فلا يجوز نسبتہ الی ابی حنیفہ و حاشا ان یقول مثل هذا و انما قال
لیست بسنة فمراده اما لیس بسنة ثابتة و اما لیس بسنة مؤكدة۔
۱۔ عمدة القاری ص ۲۱۱ طبع بیروت یعنی امام صاحب کی جانب یہ نسبت کرنا کہ وہ عقیقہ
کو بدعت کہتے ہیں یہ افتراء ہے اور انھوں نے جو یہ کہا ہے کہ یہ سنت نہیں ہے تو
اس سے مراد سنت ثابتہ یا سنت مؤکدہ ہے۔ اس عبارت سے واضح ہے کہ امام
صاحب عقیقہ کی سنت کے تو قائل ہیں مگر اس کو سنت مؤکدہ نہیں کہتے۔

اثری صاحب کا یہ کہنا کہ احناف کے ہاں جو اونٹ عقیقہ میں ذبح کیا جاتا ہے وہ
خلاف سنت ہے کہ نہیں؟ تو عرض ہے کہ یہ مفہوم مخالف ہے جس کا اعتبار احناف کے
ہاں نہیں ہے جب کہ جو صحابہ کرام کے ہاں عقیقہ میں اونٹ ذبح کرنا ثابت ہے
جیسا کہ حضرت انس کی مرفوع روایت کا ابھی حوالہ دیا گیا ہے تو اس میں مفہوم مخالف
کی گنجائش کب رہتی ہے اس لیے یہ خلاف سنت نہیں بلکہ سنت کے مطابق ہی ہوگا۔

تہکیرات کے بارے اعتراض | اثری صاحب "عیدین کی بارہ تہکیریں بدعت ہیں"
اور ہدایہ کی عبارت کا غلط حوالہ "کے عنوان قائم

کر کے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے امام قاضی خاں سے نقل کیا کہ عیدین کی چھ
سے زائد تہکیریں نہ ہوں کیونکہ سی اکثر حضرات صحابہ کرام کا قول ہے اور اسی قول کو
ہمائے فقہائے احناف نے لیا ہے کیونکہ بلند آواز سے تہکیر کہنا بدعت ہے سو اسی چیز
کو لیا جائے گا۔ اثری صاحب لکھتے ہیں بلاشبہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک

جہاں بلند آواز سے تہکیر کہنا ثابت نہیں وہاں جہراً تہکیر کہنا بدعت ہے لان الجہر
بالتہکیر بدعتا لیکن تہکیرات عیدین کو انھوں نے بدعت نہیں کہا یہ کسی متاخر کی
تفریح و تخریج تو ہو سکتی ہے امام صاحب کا قول بہر حال نہیں۔

نیز اثری صاحب لکھتے ہیں کہ صاحب ہدایہ نے جو یہ فرمایا ہے: واخذ بقول

ابن مسعود اخذ بالاقول لان الجہر بالتہکیر بدعتا یہ تہکیرات تشریق
کے متعلق ہے نہ کہ تہکیرات عیدین کے متعلق جیسا کہ مولانا صفدر صاحب نے بیان کیا کہ (ملاحظہ فرمائیے)

الجواب | امام ابو حنیفہ کے نزدیک جہاں جہراً ثابت نہیں وہاں جہر سے تہکیر کہنا
بدعت ہے جیسا کہ اثری صاحب کو بھی اس کا اعتراف ہے۔ امام ابو حنیفہ

نے عیدین کی زائد تہکیروں کے بارہ میں کم سے کم تہکیرات کا قول لیا ہے اور وہ چھ تہکیرات ہیں
اور اس سے زائد کو نہیں لیا۔ اسکی وجہ حضرات فقہاء کرام نے امام صاحب کے اسی قاعدہ کلیہ

لان الجہر بالتہکیر بدعتا کے مطابق یہ بیان فرمائی کہ ان کے نزدیک بلند آواز
سے تہکیر کہنا بدعت ہے اسی لیے انھوں نے کم از کم تعداد کو لیا ہے اور زائد کو ترک کر دیا

ہے اس پر حضرت شیخ الحدیث صاحب امجد ہم نے قاضی خاں کا حوالہ دیا اور پھر اس اعتراض
کہ عیدین کی چھ سے زائد تہکیریں روایات سے ثابت ہیں وہ بدعت کیسے ہو گئیں؟

اسکے جواب میں عالمگیری اور شامی کے حوالہ سے ذکر کیا کہ جو چیز بدعت اور سنت میں دائر
ہو اس کو ترک کیا جائیگا۔ اس بحث کے بعد حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجد ہم نے

لکھا کہ اس ضابطہ اور قاعدہ کے مطابق حضرت امام ابو حنیفہ نے زائد تہکیروں کو بدعت قرار
دے کر ترک کر دیا ہے (حکم الذکر بالجہر ص ۹) امام صاحب کے چھ سے زائد تہکیروں کو ترک

کرنے کی وجہ بیان کر دی ہے بات بالکل واضح ہے مگر اثری صاحب غواہ غواہ کی طرح
نکالنے کے درپے ہیں اور بات کا تین گڑ بنا رہے ہیں۔

اور پھر اثری صاحب کا یہ کہنا کہ ہدایہ کی عبارت کا غلط حوالہ دیا ہے یہ بھی درست
نہیں کیونکہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجد ہم نے لکھا ہے اس عبارت سے معلوم

ہوا کہ جہاں شرعاً جہراً تہکیر ثابت نہیں وہاں بلند آواز سے التہکیر کہنا بھی بدعت
ہے اور ایسے مقام پر زائد تہکیروں کے ترک کرنے میں ہی احتیاط ہے۔ الخ۔ الخ۔ الخ۔

(حکم الذکر بالجہر ص ۹) اسی احتیاط کے لیے حوالہ دیا کہ امام صاحب نے صاحبین کی نسبت

کم تکمیل کو اختیار کیا ہے۔ مگر اثری صاحب اس کو بھی تکمیل ت عیدین کے متعلق سمجھ کر اعتراض کر رہے ہیں حالانکہ یہ حوالہ تکمیل ت عیدین کے لیے نہیں بلکہ اختیار کرنے کے متعلق ہے۔ اثری صاحب نے چونکہ اس میں چکر دینے کی کوشش کی ہے اس لیے اس چکر سے بچنے کے لیے عبارت میں کچھ تبدیلی کر دی گئی ہے۔ اب اصل عبارت اس طرح ہے کہ زائد دنوں کی تکمیل کو بہت قرار دے کر ترک کر دیا ہے۔ اثری صاحب ص ۲۸۵ پر لکھتے ہیں: یون النحر۔ اثری صاحب کی معلومات کے لیے عرض ہے کہ یون النحر نہیں ہوتا بلکہ یوم النحر ہوتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اجتہاد
امام ابوحنیفہؒ کے موافق ہونے پر اعتراض

صفر صاحب نے مقام ابی حنیفہؒ میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اجتہاد امام اعظمؒ کے اجتہاد کے موافق ہو گا نہ یہ کہ وہ ان کی تقلید کریں گے اور حکم الذکر بالجبر میں لکھا کہ امام ابوحنیفہؒ نے اپنے اجتہاد کی بدولت احکام سنت سے مستنبط کیے تھے اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی براہ راست سنت سے استنباط کریں گے گویا دونوں بزرگوں کے اجتہاد میں تو اورد ہو گا۔ فرق یہ نکلے گا کہ ایک اجتہاد معصوم کا ہو گا اور ایک غیر معصوم کا۔ مگر دونوں کی کڑی سنت سے جا ملے گی۔ پھر اثری صاحب لکھتے ہیں کہ بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بنی بنائی فقہ دریا کے جیون سے ملے گی مگر اس نظریہ کی تردید علامہ علی قاریؒ اور علامہ شامیؒ وغیرہ نے کی ہے۔ اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفر صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ فقہ حنفی ضروریات کو پورا کرنے والی فطری بصیرت ہے۔ (مقام ابی حنیفہ ص ۱۸) غور فرمائیے جب فقہ حنفی فطری بصیرت ہے تو کوئی اسکے خلاف کیوں کر سکتا ہے۔ اور پھر اثری صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا صفر صاحب نے لکھا ہے کہ نہ تو فقہ

حنفی کی ہر ہر جزئی امام ابوحنیفہؒ کی فرمودہ ہے اور نہ ہر جزئی قابل عمل ہے اور امام صاحب کے نظریہ کے برعکس احناف صحابین کے قول پر اور کبھی امام زفر کے قول پر فتویٰ دیتے ہیں۔

بتلائیے اس حقیقت کے اعتراف کے بعد فقہ حنفی فطری بصیرت کیسے ہے؟ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اجتہاد کن کے موافق ہو گا؟ نیز یہ کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ

کفار کو صلیب اور خنزیر رکھنے کی اجازت دیتے ہیں جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور امام ابوحنیفہؒ کفار کے لیے جزیہ کے قائل ہیں جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جزیہ کو موقوف کر دینگے، تو بتلائیے اجتہاد میں تو اورد کہا ہے؟ (مجلد ۲۸۲ ص ۲۸۷)

اثری صاحب نے تسلیم کر لیا کہ احناف اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اجتہاد امام ابوحنیفہؒ کے اجتہاد کے موافق ہو گا اور وہ ان کے مقلد نہیں

ہونگے۔ اور جن حضرات نے غلط بات کی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بنی بنائی فقہ دریا جیون سے ملے گی انکی تردید بھی احناف نے خود کر دی ہے تو پھر اثری صاحب کو اتنے وراق سیاہ کھنے کی ضرورت کیا تھی؟ اثری صاحب کو اس بات پر غصہ ہے کہ فقہ حنفی کو ضرور پورا کرنے والی فطری بصیرت کہا ہے تو یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ اثری صاحب ومن وافقہ غصہ سے بے شک آگ بگولا ہوں اور داویلا مچائیں اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اثری صاحب کا یہ کہنا کہ احناف کبھی امام صاحب کے قول پر اور کبھی صحابین اور کبھی امام زفر کے قول پر فتویٰ دیتے ہیں تو یہ فقہ حنفی فطری بصیرت کیسے ہے؟ تو ہم عرض کرتے ہیں کہ اگر اثری صاحب امام ابوحنیفہؒ کی تقلید کے بارہ میں احناف کا نظریہ سمجھ لیتے یا کم از کم حضرت شیخ الحدیث صاحب امجد ہم کی وہ عبارت ہی دیکھ لیتے جس سے وہی سطر بعد کی عبارت کا حوالہ انھوں نے ۲۸۵ میں دیا ہے تو حقیقت ان کے سامنے واضح ہو جاتی حضرت شیخ الحدیث صاحب امجد ہم لکھتے ہیں مثلاً حضرات فقہاء احناف کثر اللہ تعالیٰ جہاتہم کی حضرت امام ابوحنیفہؒ کی تقلید کا یہ مطلب ہے کہ غیر منصوص مسائل میں یا ایسے مسائل میں جن کے دلائل متعارض ہوں وہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کی تقلید کرتے ہیں اور ان کے بیان کردہ

اصول وضو الباطل سے کام لیتے ہوئے پھر اپنے تلامذہ سے بھی مسائل اخذ کرتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو مقام ابی حنیفہ ص ۳۳۶) اس عبارت سے واضح ہے کہ اصول وضو الباطل جو امام صاحب نے بیان کیے انہی پابندی کرنے کا نام حقیقت ہے۔ ان اصول وضو الباطل کی پابندی کرتے ہوئے جزئیات میں امام صاحب کے تلامذہ سے مسائل اخذ کرنے سے آدمی حقیقت سے خارج نہیں ہو جاتا بلکہ یہ بھی حقیقت ہے اور ان کے بیان کردہ مسائل کو بھی فقہ حنفی ہی کہتے ہیں لہذا یہ کہنا کہ کس کے موافق اجتہاد ہوگا؟ کس کے موافق نہیں ہوگا؟ یہ بالکل طبعی قسم کی بات ہے اس طرح تو کوئی اٹھ کر یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سنت کے مطابق عمل کو بیٹھے اور کرائیں گے تو کیا وہ اصول حدیث کے ان ضابطوں کے پابند ہوں گے جو حضرات محدثین امام نے متعین فرمائے ہیں اور کیا وہ قرآن کریم کی تفسیر و تعبیر میں حضرات صحابہ کرام کی تعبیرات کے پابند ہوں گے جیسا کہ امت مسلمہ کے افراد پابند ہیں؟ اور وہ مختلف احادیث میں سے کس کے مطابق عمل کریں اور کرائیں گے؟ ایسی باتیں صرف عوام کے ذہن کو مشوش کرنے کے لیے ہی کہی جاتی ہیں اور یہی اثری صاحب کا مطلع نظر ہے۔

اثری صاحب کیا یہ کہنا کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کو کفار کے لیے صلیب اور خنجر رکھنے کی اجازت دیتے ہیں اور جزیہ قبول کرنے کے قائل ہیں جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب کو توڑیں گے، خنجر کو قتل کریں گے اور جزیہ کو قبول نہیں کریں گے تو ان دونوں کے اجتہاد میں تو ادا کہاں ہے؟ تو ہم عرض کرتے ہیں کہ یہ بھی اثری صاحب کا چکر ہے ورنہ یہ بات انکو بھی معلوم ہوگی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد اما الاسلام واما القتل ہوگا جیسا کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے لمعات میں لکھا ہے کہ تو اساتذہ کے سارے اسلام قبول کر لیں گے یا پھر قتل کر دیے جائیں گے جب کفار باقی ہی نہیں رہیں گے تو صلیب کس کے پاس چھوڑیں گے؟ خنجر کس کے لیے رکھیں گے؟ اور جزیہ کس سے وصول کریں گے؟ اور اس کے مطابق علامہ کربانیؒ اور حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے جیسا کہ حاشیہ بخاری میں ہے، والہ اعلم

ان الدین یصیر واحد فلا یبقی احد من اهل الذمۃ یؤدی الجزیۃ الخ (حاشیہ بخاری ص ۲۹۹) جب اہل ذمہ باقی ہی نہیں رہیں گے تو جزیہ کس سے وصول کریں گے؟ اثری صاحب امام صاحب کی تعریف سن کر حواس باختہ ہو کر اوٹ پٹانگ مارنے لگ گئے ہیں ورنہ ایسی واضح بات تو معمولی ذہن کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے۔

تضاد بیانی کا الزام اثری صاحب ص ۲۸ پر توشیح کے متعلق امام دارقطنیؒ کا مسلک اور مولانا صفدر صاحب کی تضاد بیانی کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مولانا صفدر صاحب نے امام دارقطنیؒ کا یہ نظریہ جمہور کے خلاف قرار دیا جو وہ یہ فرماتے ہیں کہ جس راوی سے دورادی روایت کریں وہ مجہول نہیں رہتا بلکہ انھوں نے خود تسکین الصدور میں امام دارقطنیؒ کے اسی ضابطہ سے عبد الرحمن بن احمد کو معروف تسلیم کیا اور جب ان کا تعاقب کیا گیا تو انھوں نے اس عبارت کو بعد والے ایڈیشن میں نکال دیا۔ مگر خزان السنن میں نبیذ سے وضو کے بارہ میں جو روایت نقل کی اس میں پھر اسی ضابطہ کو لیا ہے۔ (محصلہ ص ۲۸۷ تا ۲۸۹)

الجواب اثری صاحب نے یہ تو تسلیم کر لیا کہ مولانا صفدر صاحب نے آگاہی کے بعد تسکین الصدور سے اس عبارت کو نکال دیا جس پر اعتراض تھا اور یہ حضرت کی اصول پسندی اور اصول پر کاربند رہنے کی دلیل ہے باقی رہا یہ کہ خزان السنن میں پھر اسی ضابطہ کو لیا گیا ہے تو عرض ہے کہ ضابطہ کو بیان ضرور کیا ہے مگر اس پر دلیل کا مدار نہیں رکھا۔ اسی واسطہ واضح کر دیا ہے کہ: لہذا باقاعدہ امام دارقطنیؒ مجہول نہ رہا۔

دلیل پر اعتراض کے جواب کا مدار علامہ عینیؒ اور علامہ زلیعیؒ کے چودہ متابع ذکر کرنے پر ہے اسی لیے اسکے بعد کہا کہ یہ اکیلا ہی نہیں لہذا اسکی روایت قبول ہے۔ (خزان السنن ص ۱۸۸) اثری صاحب نے خزان السنن کی اتنی عبارت نقل کر دی مگر اس کے کی عبارت ذکر کرنے کی زحمت کو انہیں کی۔

اثری صاحب نے یک نہ شد ووشد کا عنوان قائم کر کے لکھا ہے کہ سنن البکری للبیہقی کے حوالہ سے مولانا صفدر صاحب نے لکھا کہ ابوزید سے ایک قہرورق نے اور دوسرے ابو فرارہ نے روایت کی ہے۔ اثری صاحب لکھتے ہیں کہ السنن البکری میں ابوزید سے قطعاً ابورق روایت نہیں کرتے اور ساتھ ہی لکھتے ہیں کہ ابورق کی متابعت کا ذکر بلا حوالہ سب سے پہلے علامہ ابن العربیؒ نے عارضۃ الاغوی میں اور ان سے علامہ عینیؒ وغیرہ نے کیا۔ اس پر ہم عرض کرتے ہیں کہ علامہ ابن العربیؒ پہلے اعتمادی کا اظہار کرنے کی بجائے یہ بہتر ہے کہ کہا جائے کہ ان کے پاس نسخہ میں یہ موجود ہوگا۔

اور پھر علامہ عینیؒ نے جو چودہ متابعت ذکر کی ہیں ان کی وجہ سے اس روایت کی تقویت کا دے لہجہ میں اعتراف اثری صاحب کو بھی ہے اسی لیے وہ لکھتے ہیں بابت صرف اتنی ہے کہ ان متابعت سے ابوزید کی عدالت ثابت نہیں ہوتی البتہ اسکی روایت کی تقویت کا یہ باعث ہوں تو یہ امر دیگر ہے۔ (صفحہ ۲۹)

اثری صاحب نے آخر میں چند قرآنی آیات کی اغلاط کی نشاندہی کی ہے ان میں کئی درست کر لی گئی ہیں اور جو باقی ہیں وہ بھی انشاء اللہ العزیز درست کر لی جائیں گی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد والہ واصحابہ اجمعین۔

احقر

حافظ محمد عبدالقدوس خان قارئین

مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

مراجع و مصادر

ذکر کریم	مراجع و مصادر	ذکر کریم
صالح ستہ	مجموع الزوائد	مجمع الزوائد
حضرت شیخ الحدیث صاحب کتاب تقریباً تمام تصانیف	مسند احمد	مسند احمد
تفسیر ابن کثیر	السرچ النیر	السرچ النیر
تفسیر نوح المغانی	مشکوٰۃ شریف	مشکوٰۃ شریف
تفسیر بیضاوی	المسلی	المسلی
موطا امام مالک	الہدایہ والنہایہ	الہدایہ والنہایہ
جزر القسارۃ	مجموع فتاویٰ	مجموع فتاویٰ
جزر رفع الیدین	المنہاج السنۃ	المنہاج السنۃ
مصنف عبد الرزاق	المستدرک	المستدرک
صحیح ابویوسف	معرفت علوم الحدیث	معرفت علوم الحدیث
زرقانی شرح الموطا	سنن دارقطنی	سنن دارقطنی
مصنف ابن اثیر	التبیین	التبیین
الجامع المفید	الانتقاد	الانتقاد
تذیب الادبی	مقدراہن الصلاح	مقدراہن الصلاح
سنن البکری	ترجیمہ النظر	ترجیمہ النظر
کتاب القراءۃ	نیل الاوطار	نیل الاوطار
المجموع البکیر	لسان الیزان	لسان الیزان
فتح الباری مع مقدمہ	فتح المہم	فتح المہم
شرح نیر العکبر	المجروح والتعذیل	المجروح والتعذیل
لسان الیزان	الرفع والتکمیل	الرفع والتکمیل
التقریب	قواعد فی علوم الحدیث	قواعد فی علوم الحدیث
التلخیص البکیر	انہار السنن	انہار السنن
تذیب التذیب	اعلام السنن	اعلام السنن
الدرر	نصب الدلائل	نصب الدلائل

مقدمہ افوار الہاری	مولانا عبدالمسیح	بہشت الہامی
ہدایہ الجہود	مولانا محمد الہامی	تکلیف الاشکات شرح کلام
رشیدیہ	عبدالدین محمود بن احمد الحدادی	حدیث الغاری شرح بخاری
تذکرۃ الموضوعات	ڈاکٹر مہدی صالح	علوم الحدیث
السلح الہامی شرح سلم	ابو ذکریا بن محمد بن شرف النوری	نودی شرح سلم
ذیل الطالب	علامہ ذہبی	تذکرۃ المغالط
بستان المحققین	ابو یوسف محمد بن الزبیر الحدادی	مسند حمیدی
اشعاع الحسن	امام ابن عدی	الکامل
المبوط	علامہ حاذی	کتاب الاعتبار
بدائع الصنائع	علامہ الدین بن علی المارونی	المجہر النقی
تبیین الحقائق	علامہ ابن قیم	زاد المعاد
البحر الرائق	علامہ شامی	الاعتصام
فتح القدير	علامہ کوثری	تأیید الخلیل
ہدایہ	محمد الفی النابلسی	دخان الموارث
محدثین نظام اور ایک کارنامے	مولانا محمد یوسف بنوری	مسافر الشیخ
تحفۃ الاحوذی	حسام الدین محمد بن محمد	حسامی
ایکار المنین	شیخ احمد المعروف بلہاجی	نور الانوار
تحقیق الکلام	علامہ ذہبی	میزان الاعتدال
غیر الکلام	مولوی فیروز الدین	فیروز القنات
رسالہ فی الیدین وکیمین	مولوی نور الحسن نیر	نور القنات
توضیح الصلح	مولانا سید انور شاہ صاحب کشمیری	فیض الہادی
حیاۃ القلوب	مولانا بدر عالم	العرف الشہدی
ستیا رتھ پرکاش		عاشق فیض الہادی

درس نظامی میں شامل قرآن منظرہ کی مشہور کتاب "رشیدیہ" کا اردو ترجمہ و ضروری تشریح
 "جمیدیہ"

از قلم: حافظ عبد القدوس خان قاری ناشر: مکتبہ صفدیہ نزد مدرسۃ العلوم گوہر انوالہ

شیخ الحدیث محمد سرفراز خان صاحب صفدر دام مجہد کی تصانیف
حضرت مولانا

قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب
۲۵/-	احسان الباری (تقریر مقدمہ بخاری)	۱۶۰/-	خزائن الشیخ (تقریر ترمذی)
۲۴/-	راہ ہدایت (مسئلہ کلمات و جملات)	۱۵۰/-	احسن الکلام (مسئلہ فاتحہ ملف الامام)
۳۵/-	تفہیم مستین بر تفسیر نعیم الدین	۱۳۵/-	ازالہ الريب (مسئلہ علم غیب)
۹/-	حلیۃ المسلمین (ڈاڑھی کا مسئلہ)	۱۰۰/-	تکین القدور (مسئلہ حیات النبی)
۷/-	تفریح الخواطر	۸۵/-	الکلام المنفید (مسئلہ عقیدہ)
۹۰/-	اتمام البیان رد توحیح البیان (چار حصے مکمل)	۷۵/-	راہ سنت (رد بدعات)
	عمدة الاثبات (مسئلہ علاقہ ثلاثہ)	۶۵/-	مقام الی ضیفہ
	شوق حدیث	۴۸/-	سماع المونی
	انکار حدیث کے نتائج	۲۵/-	طائفہ منصوصہ (خات پانے والے فرقہ کی نشانیاں)
۱۰/-	ینایع ترجمہ رسالہ تراویح	۴۲/-	انکھول کی ٹھنڈک (مسئلہ حاضر و ناظر)
۸/-	مودودی صاحب کا ایک غلط فتویٰ	۳۵/-	عبارات اکابر
۸/-	چالیس دعائیں	۲۵/-	ارشاد الشیعہ (شیعہ کے نظریات اور انکاد)
۱۵/-	اخفاء الذکر	۳۵/-	صرف ایک اسلام بجا اب دو اسلام
	باب جنت بجا اب راہ جنت	۲۴/-	مکدرستہ توحید
	الشہاب البین	۳۰/-	دل کا سرور (مسئلہ نماز کل)
۲۴/-	الکلام الحاوی (رسالہ کے ذریعہ لکھا گیا رسالہ کا ترجمہ)	۱۰/-	درو و شریف پڑھنے کا شرعی طریقہ
۶/-	شوق ہمد	۶/-	آئینہ محمدی (مختصر سیرت)
۶/-	ملا علی قاری اور مسئلہ علم غیب	۱۹/-	تبلیغ اسلام (تبلیغ کی اہمیت)
	انظار العیب	۱۵/-	چراغ کی روشنی (مسئلہ معراج النبی)
۱۸/-	المسک المنصور	۱۵/-	مسئلہ قربانی (قربانی کا وجوب اور ایام قربانی)
۸/-	چل مسئلہ حقارت بریلویہ از مولانا کیم بخش صاحب	۱۸/-	عیسائیت کا پس منظر
۱۲/-	الطیب الکلام لمحض احسن الکلام	۱۰/-	مفت الزختم تہمت
۲۸/-	حمید یہ ترجمہ و تفسیر اردو رشیدیہ (از فارسی)	۱۰/-	بانی دارالعلوم دکن ہند

ناشر: مکتبہ صفدیہ نزد مدرسۃ العلوم گھنٹہ گھر گوجرانوالہ